

۱۷۲

شرح

مکتوبات قدسوی آیات

عبدالحکیم ابن ابی عمیر رحمہ اللہ

میں

شارح مولوی نصر اللہ

شرح مکتوبات قدسی آیات

محبوب سبحانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی

کابلی، سرہندی



شاح

مولوی نصر اللہ ولد حاجی محمد شاہ خان

ابن محمد حید خان هوتکی

رکن جمعیتہ العلماء و دولت عالیہ جمہوریہ اسلامی افغانستان

مرصع رقم

الْأَيْدِ كِرَالَهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ

شرح مکتوبات قدسی آیات

بیان عقائد اسلامی و تصوف

محبوب بجانانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی کابلی

سرہندی قدس سرہ السامی

حصہ ششم ————— دفر دوم

شارح

مولوی نصر اللہ ہوتکی ولد مرحوم حاجی محمد شاہ خان

حافظ مضامین مکتوبات قدسی آیات

رکن ازار اکین جمعیت العلماء دولت علیہ اسلامیہ جمہوری افغانستان

محرر و مرتب و ہمکار شرح این کتاب مقدس

الحاج حفیظ اللہ خان سیرت بدخشی تالقانی ولد مرحوم صفر علی خان

سینگ باشی

فہرست مضامین 53176

مکتوب نمبر	موضوع	صفحہ
مکتوب ۱ -	بیان وحدت الوجود	۵۱۷
۲ -	صفات ثمانیہ حق تعالیٰ در خارج موجود اند۔	۵۳۰
۳ -	معاملہ آفاق و انفس داخل ظلال است	۵۳۲
۴ -	صوفیہ سیر آفاقی را علم الیقین و سیر انفسی را عین الیقین حق الیقین استہ اند	۵۳۹
۵ -	صفات واجبی او تعالیٰ کہ در خارج موجود اند و قیام بذات او تعالیٰ	دارند و اعتبار دارند کیہ آنکہ در نفس خود و حقیقت خود موجود اند و دیگر آنکہ قیام بذات او تعالیٰ دارند۔
۶ -	مقصد از آفرینش فقیر این ست کہ ولایت محمدی بولایت ابراہیمی منصب و حسن ملاحات بہ حسن صباحت ممتزج گردد۔	۵۴۵
۷ -	حق تعالیٰ ذات خود را دوست دارد و این محبت ذاتیہ دارے ست	۵۴۸
۸ -	اعتبار است محبوبیت محبت و محبت	قرب و معیت او تعالیٰ تیرے چون است۔
۹ -	حز اول کلمہ طیبہ جمیع ماسوی را نفی میکند جز دیگر تثبیت الوہیت حق تعالیٰ	۵۵۲
۱۰ -	حکایہ از بایزید بسطامی و شیخ جنید است۔	۵۵۴
۱۱ -	عالم کبیر با وجود وسعت تفصیل دارے ہیئت وحدانی نمی باشد۔	۵۵۵
۱۲ -	ملائکہ کرام مشاہدہ اصل اند۔	۵۵۹

- ۵۶۱ مکتوب ۱۳ - نصیب علمائے ظواہر علم شرایع و احکام است نصیب علمائے راسخین اسرار شریعت است
- ۵۶۲ " ۱۴ - کلمہ نفی و اثبات ہفتاد ہزار بار خواندہ شود۔
- ۵۶۳ { ۱۵ - یاد کردن نامہائے مبارک خلفائے راشدین اگرچہ از شرائط خطبہ نیست
اما از شعار اہل سنت است۔
- ۵۶۴ " ۱۶ - بیان فضیلت مرگ طاعون۔
- " ۱۷ - بیان یک تعزیت نامہ است
- ۵۶۵ " ۱۸ - شریعت دارائے صورت و حقیقت است۔
- ۵۶۶ " ۲۰ - حقیقت صلوٰۃ عبارت از تجلی حق تعالی است کہ بصورت ارکان صلوٰۃ متمثل میگردد۔
- " ۲۱ - بیان ظہورات قلبی
- ۵۶۹ " ۲۲ - بیان شرافت یافتن بلدہ سرہند۔
- ۵۷۰ " ۲۳ - بیان بدعت
- ۵۷۲ " ۲۴ - بیان رابطہ
- ۵۷۳ " ۲۵ - ذکر عبارت از طرد غفلت است۔
- " { ۲۶ - توصیہ حضرت خواجہ باقی باشد (شیخ المشارح) بحضرت امام
راجع بہ تربیہ فرزندان شان۔
- ۵۷۵ " ۲۷ - بیان اعتراضات شیخ عبدالعزیز جون پوری۔
- ۵۷۸ " ۲۸ - حمل صفات ثمانیہ بر ذات مقدس او تعالیٰ مجاز نیست۔
- ۵۷۹ " ۲۹ - بیان تعزیت نامہ شیخ عبدالحق دہلوی۔
- " ۳۰ - اگر سالک بواسطہ محبت مرشد خود را مسجد الیہ بینر ممانعتی ندارد۔
- ۵۸۰ " ۳۱ - بخواب خرگوش محظوظ نباید بود۔
- ۵۸۱ " ۳۲ - بیان فاتحہ نامہ میرزا قلیچ اللہ خان۔

- ۵۸۱ مکتوب ۳۳ - محبوب در نظر محب ہمیشہ محبوب است ۔
- ۵۸۲ ۳۴ - حق سجانہ چنانچہ داخل عالم نیست خارج عالم ہم نیست ۔
- ۵۸۳ ۳۵ - فنا و نوع است یکے فناے ابتدائی و دیگر فناے حقیقی ۔
- ۵۸۵ ۳۷ - تکرار کلمہ طیبہ لایب الامر انب صفات و شیونات و نبوت را بمراتب عالی تر میرساند
- ۵۸۶ { ۳۸ - معرفت خدا بر اں کس حرام است کہ در باطن او برابر دانہ
خرد لہ محبت دنیا پودہ باشد ۔
- " { ۳۹ - اصحاب شمال بدو معنی اطلاق میشود یکے بکفار و
دیگر بہ مسلمانان غیر اہل سلوک ۔
- ۵۸۸ ۴۰ - خرق حجب و نوع است یکے شہودی است و دیگر وجودی ۔
- ۵۸۹ { ۴۱ - مراتب و جوب عبارت از ظلال صفات و خود صفات و شیونات اعتباراً
است فوق این مراتب عبارت از ذات مقدس او تعالی است
- " ۴۲ - حضرت امام سیر را بہ آفاق و انفس منحصر نمی دانند ۔
- ۵۹۰ ۴۳ - جذبہ برایت خاصہ نقشبندیان است ۔
- ۶۰۰ ۴۴ - بیان تطبیق اقوال صوفیہ و وجودیہ و علمائے کرام ۔
- ۶۰۲ ۴۵ - عالم ممکنات مجالی و مظاہر اسما و صفات واجبی است ۔
- ۶۰۳ ۴۶ - کلمہ طیبہ متضمن طریقت و حقیقت و شریعت است ۔
- ۶۰۸ ۴۷ - بزرگان استعداد طالبان را میدانند ۔
- " ۴۸ - مہمان از فعل محبوبان لذت میگیرند ۔
- ۶۰۹ ۴۹ - باید ذکر انقدر غلبہ یابد تا فنا و نیان ماسوی بیسر گردد ۔
- " ۵۰ - شریعت داراے صورت و حقیقت است ۔

تتمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح مکتوبات قدسی آیات حصہ ششم — دفتر دوم

مکتوب اول

حضرت امام در این مکتوب شریف در اطراف وحدت الوجود از مذہب شیخ ابن عربی و در عین حال از مکشوفات خود نیز عنوانی شیخ عبدالعزیز چوہنپوری صحبت میفرمایند۔

حضرت امام میفرمایند: شناسست مرزاتی را که امکان را آئینہ وجوب و عدم را منظر وجود گردانیدہ است انچه یعنی ممکنات را کہ اصل آن ہا عبادات است آئینہ کمالات صفات وجوبی و منظر پر تو وجود خود گردانیدہ چنانچہ علم و قدرت و سایر صفات انسانی و وجود آن ہمہ پر تو صفات و پر تو وجود او تعالی می باشد۔ تبصرہ: وجود و وجوب از صفات او تعالی اند اما حق تعالی ازین دو صفات و از سایر اسماء و صفات و از تمام کمالات اسمائی و صفاتی خود برتر است و نیز ناگفتہ نماںد کہ حق تعالی اگرچہ ظاہر و باطن است اما ذات او تعالی از ظہور و بطون کہ از صفات اوست بلندتر است و بروز و کمون نیز شایان آن از ذات مقدس نمی باشد۔

تبصرہ: در مورد بروز و کمون دو نظریہ موجود است، یکے عقیدہ و اصطلاح اہل ہندو است و دیگری عقیدہ متصوفین اسلام۔ ہندو میگویند کہ حق تعالی در مرتبہ خدائی خود پوشیدہ گردیدہ در وجود پیران شان ظاہر میگردد و ازین سبب ہندوان پیران خود را سجدہ می نمایند و آنہا را منظر مرتبہ وجوب مبرانند۔

بروز و کمون در نزد متصوفین اسلام قرار ذیل تعبیر گردیدہ است۔

بروز عبارت از ظهور تجلیات ذات و صفات او تعالیٰ است در وجود عارف۔

کمون پوشیدہ شدن تجلیات و حجب است از وجود عارف۔

چنانچہ حضرت منہرجان جانان علوی مجددی دہلوی در وقت ظهور میفرماید کہ اگر تمام عالم بمن احترام بگذارد با وجود آن حق تعظیم خود را کامل نمی داند و در حین کمون تجلیات میفرماید کہ انیکہ بمن احترام و سلام میدهند گمان می برم کہ بمن تسخر و استہزامی نمایند چہ در این وقت من خود را لایق هیچگونہ احترام نمی بینم دلیل آن این است کہ عارف در وقت ظهور تجلیات وجود خود را از ہمہ بزرگ می پندارد و در حین کمون خود را از ہمہ عاجز و دلیل می بیند چہ در این وقت عدمیت ذاتی او ملحوظ نظر او میگردد کہ سراسر ظلمت و کدورت است۔ ازین جاست کہ خواجہ بزرگ حضرت شاہ نقشبند بمقابل پرسش سائل کہ گفتہ بود کہ شاہ نقشبند متکبر است در جواب فرمودند کہ تکبر من از کبر باری او تعالیٰ است چونکہ اولیاء کرام بعد از فنا و بقا منہر تجلیات صفات او تعالیٰ گردیدہ و متخلق با خلاق اللہ میگرددند۔ بنابراین چنین چیز ہا میفرمایند زیرا کہ کبریا از صفات او تعالیٰ است و عارف منہر آن می گردد۔

حضرت امام میفرماید کہ حق تعالیٰ از ہر محسوس و معقول و موصوم و متخیل بزرگتر است الخ یعنی چیزیکہ در حس و عقل و وہم و خیال سالک می آید حق تعالیٰ از ہمہ آنہا بزرگتر است و چیز ہا کہ مشاہدہ می شود ظلال آن مرتبہ مقدسہ است۔ این فرمایش حضرت امام در مورد زائر سیدگان است اما در بارہ ننتہیان فرمودہ اند کہ حضرات آنہا بوصول ذات مقدس و بارگاہ آن مرتبہ مقدس مشرف شدہ می توانند حضرت امام میفرماید۔ بیت

مرغیکہ نشانہ من است نام او ہم از مردم گم است الخ

سوال: مرغ نشانہ در این جا کنایہ از ذات او تعالیٰ است و حالانکہ نام او تعالیٰ در

تذہبہ مردم مشہور بودہ و ہمہ میدانند کہ نام او تعالیٰ اللہ است۔ پس حضرت امام بر روی کلام

دلیل و استناد فرمودہ اند کہ نام او تعالیٰ از مردم گم است؟

جواب: علامہ تفتازانی لفظ اللہ را نام او تعالیٰ میدانند و علامہ قاضی بیضاوی کلمہ اللہ را نام او تعالیٰ نمی دانند و میگویند کہ کلمہ اللہ صفت خاصہ و تعبیر از نام او تعالیٰ است نہ عین نام حق تعالیٰ واقعاً اگر فکر نمایم دیدہ میشود کہ لفظ اللہ مرکب از حروف "الف و دو لام و الف دیگر و ہاے دو چشمی" می باشد و ہر مرکب حادث است در حالی کہ نام او تعالیٰ حادث نبودہ بلکہ قدیم می باشد و نیز لفظ اللہ یک کلمہ عربی است و مردم اعراب این کلمہ را بر او تعالیٰ اطلاق مینمایند و خود مردم اعراب نیز از مخلوقات او تعالیٰ بودہ و مخلوق و حادث می باشد ہذا ہر کلمہ و لفظی را کہ مخلوق وضع کردہ باشد آنہم حادث است پس ازین تحقیق معلوم می شود کہ کلمہ مبارکہ اللہ در حقیقت تعبیر از نام او تعالیٰ است نہ نام او تعالیٰ و نام او تعالیٰ قدیم است و انسان بآن تکلم کردہ نمی تواند بدون اینکہ ہمین کلمہ اللہ از ان نام مقدس قدیم تعبیر نمایند چنانکہ بزرگی میفرماید بیت ہزار بار بشویم دہن بمشک گلاب ہنوز نام تو گفتن مرا نمی شاید

یعنی ازینکہ نام تو قدیم است و حرف نیست چہ طور از زبان آوردہ و گفتہ بنوانم۔ حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم مجددی میفرماید۔ مصرع

چون نام این ست نامور چہ باشد

یعنی چونکہ علمائے علام نام او تعالیٰ را بطور کامل درک نکرده اند ذات او تعالیٰ را چگونه درک کردہ خواہند توانست۔ چنانچہ عدہ از اہل گفتہ اند کہ اللہ از الہ ما خود است کہ بمعنائے حیرت است وقت در نام او حیرانند بہ کنہ ذات او کجا خواہند رسید و بعضی از اہل میفرمایند از ولہ ما خود است کہ بمعنی حرص و شوق است یعنی مردم بہ بتدگی او تعالیٰ شوق مندند و علما بکدام فیصلہ ترسیدہ اند کہ کلمہ مبارکہ اللہ از الہ ما خود است و یا از ولہ۔ پس بذات مقدس کجا خواہند رسید۔

حضرت امام میفرماید، حمدیچ حامد بجناب قدس ذات او تعالیٰ نمی رسد بلکہ انتہائی جمیع محامد و ستایش ہا از سر پریدہ ہاے عزت او تعالیٰ پایاں تراست و ثناء او تعالیٰ را خود

او تعالیٰ ادا کردہ می تواند الخ یعنی حمد عبارت از بیان کمال محمود است در حالیکہ ممکنات کمال ذات
او تعالیٰ را درک کردہ نمی تواند پس چگونه حمد او را گفتہ خواهند توانست۔ حضرت بیدل میفرماید
کی شنای ترا سزاواریم ز نخی می زخم و بیکاریم

حضرت امام میفرماید کہ آنحضرتؐ کہ حامل لواے حمد است در روز قیامت الخ یعنی در
روز قیامت بالاء سر آنحضرتؐ یک برق ایستادہ می باشد و آنرا لواے حمد گویند حضرت آدم
علیہ السلام و تمام پیغمبران در تحت آن لواے حمد اجتماع می ورزند۔ اگرچہ حضرات انبیاء دیگر نیز ہر
کدام شان داراے لواے مخصوص می باشند و آن ہمہ لواہا تحت لواے آنحضرتؐ قرار دارند و از
قرار قریاشات حضرت امام و حضرت عروۃ الوثقی معلوم می گردد کہ اولیاء کرام نیز ہر کدام داراے
لواہے خاص اند کہ مخلصان شان تحت آن لواہا قرار می گیرند و این لواہا ہمہ پائین تر از لواہے حضرت
انبیاء عظام خواهند بود و لواے سردار دو عالم فوق لواہی باشد چنانچہ حضرت امام بہ خلیفہ خود
سید آدم بنوری فرمودہ اند کہ در روز قیامت یک لواے سبز خواہی داشت کہ مخلصان تو تحت آن لوا
جمع میشوند و حضرت عروۃ الوثقی دعا کردہ است کہ بارالہا مرا تحت لواے حضرت مجدد جاے بدہی
و تحت آن لواے محترم بداری۔ ازین قریاشات معلوم است کہ اولیاء کرام ہم لواہا می داشتہ باشند۔
خلاصہ حمدیکہ مقدور شبر است آنرا آنحضرتؐ ادا کردہ و سایر اشخاص نتوانستہ اند کہ بآن سویہ اداے
حمد نمایند۔ بتابران لواے حمد مخصوص آنحضرتؐ گردیدہ زیرا کہ کمالات ذات او تعالیٰ را باندازہ کہ
آنحضرتؐ میداند سایر اشخاص بآن سویہ نرسیدہ اند یعنی باندازہ آنحضرتؐ بہ کمالات ذاتیہ پے
نبردہ اند با وجود آن آنحضرتؐ نیز خود را از اداے حمد او تعالیٰ عاجز میدانند۔

حضرت امام میفرماید کہ آنحضرتؐ بہترین جمیع مخلوقات است و اکمل ترین مردم است
در ظہور کمالات او تعالیٰ در وجود مبارک آنحضرتؐ الخ یعنی کمالات ذات او تعالیٰ بہ پیمانی کہ بوجد مبارک
آنحضرتؐ ظہور نمودہ در سایر ممکنات بہ آن اندازہ ظاہر نگردیدہ است۔ ازین سبب تجلی ذاتی خاصہ
آنحضرتؐ بودہ و حضرات انبیاء دیگر بہ طفیل آنحضرتؐ بہ آن تجلی رسیدہ و بہ اولیاء کرام این امت

مرحومہ نیز بہ متابعت آنحضرت می رسد و اولیای اہم سابقہ بہ تجلی ذاتی نرسیدہ اند زیرا کہ خود انبیاء سابقہ بہ طفیل آنحضرت بہ تجلی ذاتی مشرف اند و بالذات بآن تجلی مشرف نشدہ اند، بنابراین امتنان شان ازین نعمت بے بہرہ و یہ تجلی ذاتی نرسیدہ اند زیرا کہ بنوعیان شان طفیلی اند بہ تابعان چہرہ باید دانست کہ ازین جاہم این امت را خیر الامم می توان گفت۔

حضرت امام میفرماید کہ وجود مبدأ ہر خیر و کمال است و عدم نشأ نقص و زوال الخ یعنی ممکنات وجودند از عدم ساختہ شدہ اند و حقیقت ممکنات عدم است و تجلیات صفات دران عدم جا گرفته است یا بہ عبارہ دیگر عدم شرارت خالص و خبت محض است و کمالاتیکہ در ممکنات است از صفات او تعالی است و پر تولست از کمالات ذاتیہ او تعالی۔

تبصرہ: ہیولاء وجود مبارک حضرات انبیاء عظام تجلیات است و عدم مثل صورت دران تجلیات جا گرفته است و از سایر اشخاص برعکس آنست یعنی ہیولاء وجودشان عدم است تجلیات دران جا گرفته است۔ ازین سبب حضرات انبیاء عظام معصوم اند و دیگران معصوم نمیباشد زیرا کہ عدم در وجود حضرات انبیاء عظام ضعیف و در وجود دیگران غالب می باشد، خلاصہ حاصل فرمایش حضرت امام اینکہ ممکنات وجودند از عدم بلکہ یک حقیقت موصوم است اما قدرت حق سبحانہ تعالی این حقیقت موصوم را رسوخ و ثبات بخشیدہ است و باین وسیلہ معاملہ تنعیم سردی و عذاب ابدی را بہ آن مترتب ساختہ است۔ پس این وہم مانند وہم سوفسطائیہ نمی باشد بلکہ وہم متقن است و وجود نشأ خیرات و برکات است۔ ممکنات از ان محروم اند پس علمائے ظواہر کہ برائے ممکن وجود ثابت کردہ اند از حقیقت خبر ندارند کہ وجود نشأ خیرات و برکات می باشد و صوفیہ وجودیہ کہ ممکن را عین واجب پنداشتہ اند و صفات و افعال ممکنات را عین صفات و افعال او تعالی انگاشتہ اند در کشف خود اشتباہ کردہ اند و غیر وجود را کہ ممکنات است وجود پنداشتہ اند یعنی ممکن طوریکہ علمائے ظواہر گفتہ اند و آرا و جہاجی صلی نبی باشد و ہکذا ذات و صفات ممکنات نیز چنانچہ کہ وجودیہ گفتہ اند عین ذات و صفات او تعالی نمی باشد بلکہ حقیقت ممکنات عدم است

بالعکاس تجلیات صفات او تعالیٰ در اطراف این موضوع قبل از مکتوب چہل و سوم حصہ دوم و مکتوب ۶۰ حصہ سوم مکتوبات قدسی آیات وغیرہ مکاتیب شرح مفصل داده شدہ است۔

حضرت امام میفرماید کہ شیخ محی الدین و متابعان او میفرمایند کہ ذات و صفات ممکنات عین ذات و صفات واجب اند الخ یعنی این طائفہ میگویند کہ غیر از ذات او تعالیٰ هیچ چیز دیگر وجود خارجی ندارند و میگویند کہ صفات او تعالیٰ نیز وجود خارجی ندارند صرف امتیاز علمی دارند چنانچہ جاث علم و قدرت او تعالیٰ وجود خارجی نداشته صرف در علم او تعالیٰ یکے از دیگر امتیاز علمی داشته میباشد و در خارج این صفات عین ذات می باشد پوشیدہ همانکہ مراد شیخ اکبر از علم عالمیت او تعالیٰ است نہ صفت علم، زیرا کہ در نزد شیخ اکبر صفت علم و سایر صفات ثمانیہ وجود خارجی ندارند و میگویند کہ در عالمیت او تعالیٰ صفات بہ دو نوع است۔

تبصرہ: امتیاز صفات دو نوع است یکے امتیاز اجمالی است و دیگر امتیاز تفصیلی۔

سوال: در علم او تعالیٰ ہمہ چیز بصورت مفصل و واضح معلوم است در این صورت امتیاز علم اجمالی و تفصیلی چه مفهوم خواهد داشت؟

جواب: در این جامہ صوفیہ وجودیہ علمیت و عالمیت او تعالیٰ نبودہ بلکہ آہنہا میگویند کہ صفات ثمانیہ او تعالیٰ وجود خارجی نداشته بلکہ ظہورات خارجی دارند و ظہورات خارجی صفات ثمانیہ او تعالیٰ دو نوع است۔

۱۔ ظہور صفت العلم است بامتزاج ظہورات صفات دیگر کہ آنرا علم اجمالی و وحدت تعین اولی نامند۔
۲۔ تنہا ظہور صفت العلم است بدون امتزاج ظہور صفات دیگر کہ آنرا علم تفصیلی و واحدیت تعین ثانی می گویند پس مقصد از اجمال و تفصیل ظہور اجمالی و تفصیلی صفت العلم است نہ عالمیت او تعالیٰ زیرا کہ عالمیت او تعالیٰ تفصیلی بودہ اجمالی ندارد۔

خلاصہ اینکہ امتیاز اجمالی را تعین اول و امتیاز تفصیلی را تعین ثانی گویند، تعین اول را وحدت و تعین ثانی را واحدیت بینامند و این طائفہ وجودیہ میگویند کہ حقایق ممکنات

ایمان ثابتہ می باشد و در علم ثابت است و حقایق بہ نزد ایشان عبارت از تمیز اجمالی و تمیز تفصیلی صفات است و این حقایق در نزد آنها داراے وجود علمی بوده و وجود خارجی ندارند و ازین سبب میگویند کہ ایمان بوی وجود خارجی را نشمیرد است و این کثرتیکہ در خارج دیدہ میشود و انسان آنرا موجود می پندارد، در حقیقت این کثرت اشیا داراے وجود خارجی نبوده بلکہ عکس ایمان ثابتہ اند کہ در نزد آنها داراے تمیز علمی می باشند و وجود خارجی یعنی ممکنات ظهور خارجی داشته و وجود خارجی ندارند چنانچہ عکس شخصی کہ در آئینہ نمایاں می گردد داراے ظهور خارجی بوده و وجود خارجی ندارد و این ظهور خارجی را صوفیہ وجودیہ بہ سه نوع تقسیم نموده اند۔

اول تعین روحی — دوم تعین مثالی — سوم تعین جسدی۔

و این تعینات ثلاثہ را تعینات خارجیہ گویند کہ داراے ظهور خارجی میباشد و وجود خارجی، ناگفته نماند کہ صوفیہ وجودیہ یک طائفہ از اولیای کرام اند و دوستان حق تعالی می باشند و اما بہ نسبت غلبہ محبت ممکن را واجب پنداشته اند و در کشف خود اشتباه کرده اند و معذور اند چنانچہ عرب می گویند حب الشیء یحیی و یصم یعنی محبت یک چیز انسان را کور و کرمی گرداند بنابر این ہر چیز را محبوب خود می دانند و حقیقت این ست کہ قبلاً تذکار یافتہ کہ ذات ممکن عدم است با تجلی صفات او تعالی و ممکن عین واجب نیست چنانچہ کہ صوفیہ و یودیہ گفتہ اند و نیز ممکن وجود ندارد چنانچہ کہ علمائے ظواہر گفتہ اند بلکہ ذات ممکن عدم است کہ حق تعالی بہ آن حقیقت عدمی یک نوع استقرار و ثبات بخشیدہ است پوشیدہ نماند کہ گفتار صوفیہ وجودیہ عقیدہ آنها نبوده بلکہ احوال آنهاست کہ در راہ سلوک بر ایشان عارض گردیدہ است و باز ازاں می گذرند و سبب آن غلبہ محبت است۔

بیان عالم مثال و ارواح :- وطن اصلی عالم مثال قوق عرش و بالا تر ازاں عالم ارواح میباشد نمونہ عالم مثال در وجود انسان نیز موجود است کہ ما آنرا خیال می نامیم و این خیال یک قوہ موجود است در جوف دماغ انسان کہ ہمہ چیز در آن متصور و معانی در آنجا نیز متخیل میگردد۔

تبصرہ :- عالم مثال عجائب عالمی است کہ در آن عالم از اجسام و ارواح ہیچ چیز نبوده

مگر عکس و صورت تمام عالم از قبیل عالم ارواح و اجساد و عکس معانی نیز در این دیرہ می شود و یا
 بعبارة دیگر عالم مثال آئینہ تمام عوالم دیگر بوده و بر عکس سراب می باشد یعنی عالم مثال موجود موهوم
 ناست و سراب موهوم موجود ناست چنانچہ خیال انسان اگرچہ محسوس و مشہور نیست مگر یک شہر و
 یا یک چیز دیگر را کہ تصویر نمایم در آن واحد آن شہر و یا آن چیز دیگر بواسطہ خیال مشہور یا میگردد۔ لذا
 خیال موجود موهوم ناست۔ صوفیہ وجودیہ میگویند کہ عکس ہائے موجودات علمی در مراتب ظاہر و جو
 منعکس گشتہ وجود تخیلی پیدا کردہ اند۔ خلاصہ در نزد این صوفیہ ممکنات دارائے وجود خارجی نبودہ
 بلکہ وجود تخیلی دارند مرادشان از ظاہر و وجود ذات او تعالی است و آنہا میگویند کہ عکس ابتیاز
 اجمالی و تفصیلی در آئینہ ذات او تعالی افتیدہ و بصورت عالم نمایاں گردیدہ است۔ تنزلات
 خمسہ عبارت از تعینات پنجگانہ می باشد صوفیہ وجودیہ علم اجمالی را تعین اول و علم تفصیلی را تعین ثانی
 و عالم ارواح را تعین ثالث و عالم مثال را تعین رابع و عالم اجساد را تعین خامس گویند و این
 تنزلات خمسہ را حضرات خمسہ نیز گویند زیرا کہ در نزد آنہا تنزلات خمسہ عبارت ازین است کہ
 حق تعالی در ظہورات خودیہ پنج درجہ تنزل فرمودہ یعنی در تنزل اول خود را بصورت علم اجمالی و در
 تنزل دوم خود را بصورت علم تفصیلی و در تنزل سوم خود را بصورت عالم ارواح و در تنزل چہارم
 خود را بصورت علم مثال و در تنزل پنجم خود را بصورت عالم اجساد ظاہر ساختہ است و این ظہورات
 و تعینات پنجگانہ چون تنزل حضرت وجود است ازین سبب آنرا حضرات خمسہ نیز گویند، و بر
 اساس دلائل متذکرہ در نزد صوفیہ وجودیہ ممکنات وجودات منزلیہ و ظہورات حق تعالی است
 اما در نزد صوفیہ محققین ممکنات عبارت از عداات متقابلہ است بآپر تو صفات یعنی عداات در
 مقابل صفات او تعالی واقع و پرتو آنرا گرفته و آن تجلی صفات در خانہ علم محروج گردیدہ و در
 نتیجہ صفت تخلیق او تعالی این عداات محروجہ را موجود گردانیدہ است پس حقیقت ممکنات عبارت
 از عداات متقابلہ است بآپر تو صفات نہ ظہورات خمسہ و اعیان ثابتہ۔ پس گفتار صوفیہ محققین
 مثبت ذل و انکسار و بندگی ممکنات یہاں شد و گفتار وجودیہ مثبت یک نوع مناسب ممکنات است

با و تعالی و حالانکہ ممکنات با و تعالی هیچ مناسبت ندارند۔

سوال: عدم وجود ندارد پس چگونه و کچھ ترتیب در مقابل صفات او تعالی واقع شدہ میتواند؟

جواب: اگرچہ عدم وجود خارجی ندارد اما وجود علمی داشته و در علم او تعالی موجود است بنا بر این در علم او تعالی تجلی یک صفت بیک عدم معین کہ مقابل اوست رسیدہ تجلی صفت دیگر بیک عدم معین دیگر کہ مقابل اوست پر توانداختہ و در علم او تعالی ممنوع گردیدہ و در نتیجہ صفت تخلیق او تعالی این عبادات ممنوعہ را ایجاد کردہ است یعنی پر تو وجود حق تعالی را با این عبادات متقابلہ انداختہ انہار موجود خارجی گردانیدہ است۔ مراد از وجود خارجی وہم متفق می باشد زیرا کہ ممکنات وہم متفق می باشند نہ موجود خارجی۔

تبصرہ: در نزد صوفیہ وجودیہ ممکنات عبارت از موجودات منزلیہ و ظہورات خمسہ اعیان ثابتہ اند و نزد صوفیہ محققین ممکنات عبارت از عبادات متقابلہ پر توصفات او تعالی است۔

حضرت امام میفرماید چون در علم و خارج بجز از ذات او تعالی نزد ایشان ثابت نشدہ است الخ یعنی صوفیہ وجودیہ صفات او تعالی را عین ذات او تعالی میدانند و صورت علمیہ صفات را عین ذاتی صورت یعنی عین صفات پنداشتہ اند و صفات را عین ذات لہذا حکم بہ اتحاد نمودہ و ہمہ او گفتہ اند یعنی ہمہ ممکنات را ظہورات حق دانستہ و انہار حق گفتہ اند۔

حضرت شیخ اکبر ابن علوم و کشفیات را مخصوص بہ خاتم الولايت میدانند و خود را خاتم الولايت معرفی میکنند و میگویند کہ خاتم النبوت ابن علوم را از خاتم الولايت اخذ نمایند شاہان کتاب قصوص کہ تصنیف شیخ اکبر است در توجیہ و تعبیر این گفتار شیخ اکبر تکلفاتی کردہ و گفتہ اند کہ شیخ بمنزلہ خزائنہ دار است و آنحضرت بمنزلہ پادشاہ اند پادشاہان از خزائنہ داران ہر قدر دارائی را کہ خواستہ باشند اخذ میدارند و برخی علما این گفتار شیخ را سبب کفر میدانند اما حضرت امام گفتار شیخ را چنین تعبیر میفرمایند کہ سیر شیخ تفصیلی بودہ و سیر آنحضرت سیر اجمالی است زیرا کہ سیر حیوان سیر اجمالی میباشد تا رسیدن بہ سیر تفصیلی هیچ کس رسیدہ نمی تواند چون تفصیلات و ظلال صفات

او تعالیٰ غیر تنہا ہی است، بنا بر آن اگر تفصیل و یا ظل کدام صفت بواسطہ شیخ اکبر کہ از جملہ تابعین و پیروان شریعت و امتان آنحضرتؐ می باشد با آنحضرتؐ مکشوف شود محل اعتراض و تردید نخواہد بود زیرا کہ ہر کمالیکہ بامت حاصل گردیدہ پیغمبران امت نیز میرسد خلاصہ اینکہ شان حضرات انبیاء عظام از ظلال بلندبودہ و باصل ارتباط دارد بنا بر آن بہ ظلال التفاتی نمی نماید پس اگر کدام ظل و یا تفصیلی بواسطہ پیروان و امتان شان با آنحضرتؐ مکشوف گردد محل اعتراض نیست بلکہ یک نوع خدمتی است کہ بواسطہ خادمان بجد و بان ہمیرسد و این نوع خدمات سبب افتخار و سعادت خادم است چنانچہ اگر کدام سنگر و یا محلی بواسطہ کدام صاحب منصبی فتح گردد در حقیقت این عمل از شان و شوکت پادشاہ است کہ بواسطہ عسکر و خزانہ او یک محل فتح گردیدہ است و بصاحب منصب بجز از فضیلتی جزئی چیزے دیگری عاید نخواہد بود کمال پیروان ہم نتیجہ متابعت سنت سردار دو عالم است۔ بیت

از ان طرف نہ پذیرد کمال او نقصان ازین طرف شرف روزگار من باشد

تبصرہ: در این جادو و مذہب موجود است یکے مذہب شیخ محی الدین ابن عربی کہ رئیس مقتدرای صوفیہ وجودیہ است۔ دیگرے مذہب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی است کہ مقتدرای صوفیہ متحققین می باشد۔ حضرت شیخ اکبر کہ رئیس و مقتدرای صوفیہ وجودیہ است میفرماید کہ در خارج غیر از ذات او تعالیٰ هیچ موجودی نیست و صفات ثمانیہ او تعالیٰ نیز وجود خارجی ندارند بلکہ یک صفت از صفات دیگر امتیاز علمی دارد و این امتیاز دو نوع است چنانچہ شرح این قبلا تذکار یافت۔

خلاصہ امتیاز اجمالی را تعین اول و امتیاز تفصیلی را تعین ثانی میگویند و این طائفہ وجودیہ میگویند کہ این امتیاز اجمالی و تفصیلی حقایق ممکنات اند یعنی امتیاز اجمالی حقیقت آنحضرتؐ است و امتیاز تفصیلی حقایق سایر ممکنات و این امتیازات در آئینہ ذات او تعالیٰ کہ در خارج موجود است منعکس و بہ قسم عالم نمایاں و متخیل گردیدہ و این حقایق متخیلہ بہ سہ نوع انقسام یافتہ۔

الف۔ عالم ارواح کہ آنرا تعین ثالث می نامند۔

ب۔ عالم مثالی کہ آنرا تعین رابع گویند۔

ج۔ عالم اجساد کہ آنرا تعین خامس گویند۔

و این تعینات پنجگانه را حضرات خمسہ نیرمی نامند چون در نزد صوفیہ وجودیہ صفات واجبہ عین ذات اند و صورت علمی صفات عین صفات می باشد لہذا انعکاس امتیاز علمی نیز در آئینہ ذات عین ذات است از ہمیں سبب صوفیہ وجودیہ ہمہ اوست میگویند یعنی ہر چیز را طور ذات او تعالی می دانند اما این گفتار وجودیہ صرف یک احوال است و عقیدہ شان نیست کہ در کشف خود بخطارفتہ اند و از غلبہ سکر چنین چیز را گفته اند صاحبان سکر معذور اند شاید کہ بہ خطائے کشفی مواخذہ نشوند مگر کسانی کہ بر روی تقلید باند این طائفہ سکر یہ گفتار نمایند مواخذہ و گنہگاری شوند زیرا کہ آنہا صاحب سکر نمی باشند لہذا معذور دانستہ نمی شوند بلکہ این گفتار بدون سکر منجر بہ کفر است۔

تبصرہ: حضرت شیخ اکبر عارف مشہور عالم بنجرے بودہ تالیفات زیادی بیادگار گذاشتہ اند و این گفتار شیخ از احوالات سکرشان می باشد شاید در ثانی از مرحلہ این احوال گذشتہ و بہ مراتب عالی ارتقا ریافتہ باشند۔ زبیر کلمات و احوال بزرگان ہمیشہ بہ یکسان نماندہ ہر آن رویہ ارتقا و پیش رفت است چنانچہ در حدیث شریف آردہ کہ آنحضرت میفرمایند کسی کہ دو روز وے بکیان باشد شخص مذکور در خسراں است یعنی می باید روز دوم او از روز اولش بہتر و رویہ انکشاف و ارتقا بودہ باشد۔ بنا بر این حضرت امام کہ بہ مکشوفات عالی رسیدہ اند در بارہ حضرت شیخ چنین میفرمایند "حضرت شیخ در تحت صفت الحیات حق تعالی کلبہ دارد" ازین فرمایش معلوم می شود کہ حضرت شیخ بہ صفت الحیات رسیدہ اند و آن یک مقام بسیار عالی است و از مقام توحید و جود فوق تراست۔ این بود مذہب شیخ اکبر در بارہ حقایق ممکنات کہ در فوق تذکار یافت اما مذہب حضرت امام در بارہ حقایق ممکنات قرار تفصیل ذیل است۔

حضرت امام میفرمایند کہ دقائق کثیر در این مسئلہ مخفی مانده است و اسرار غامضہ در این باب بر منصفہ ظہور نیابند کہ فقیر بہ اظہار آن توفیق یافتہ است و بہ تحریر آن مبشر گشتہ۔ بنا بر این میفرمایند کہ صفات ثنائیہ واجب الوجود در خارج موجود اند و در خارج از ذات او تعالی متمیزی باشند و همچنین این صفات

از یک دیگر متمایز اندہ تمیز ہے چونی بلکہ تمیز ہے چونی در مرتبہ ذات او تعالی نیز ثابت است و باوجود
 این تمیز ہے چونی و وجود خارجی صفات واجبہ در خانہ علم نیز تفصیل و تمیز پیدا کردہ اند و در علم او
 تعالی از ہم یک دیگر امتیاز دارند و ہر صفت او تعالی مقابلی دارد در مرتبہ عدم و نقیض میداشتہ
 باشد در مرتبہ عدم یعنی صفت علم را در مرتبہ عدم مقابلی است و نقیض کہ عدم علم باشد کہ معبر
 بہ جہل است و صفت قدرت را مقابلی است بجز کہ عدم قدرت باشد و آن عداوت متقابلہ نیز در
 علم واجبہ تفصیل و تمیز پیدا کردہ اند و آئینہ صفات متقابلہ خود ہا گشتہ چنانچہ میفرماید: نزد فقیر آن عداوت
 با آن عکس صفات حقایق ممکنات می باشد الخ یعنی آن عداوت در رنگ اصول و ہیولائے
 مہیات ممکنات می باشد و آن عکس همچون صور اند کہ در آن ہیولا جا گرفته اند و میفرماید پس
 نزد شیخ محی الدین حقایق ممکنات همان صفات متمیزہ اند در مرتبہ علم و نزد فقیر حقایق ممکنات عداوت
 اند کہ نقائص اسما و صفات می باشد۔

بنابر آن عکس اسما و صفات کہ در آئینہ ہائے عداوت در خانہ علم او تعالی ظاہر گشتہ و
 بیک دیگر متمیز شدہ و بعد از آن قادر مختار پر تو وجود خود را بر این مہیات متمیزہ انداختہ آن
 عداوت متقابلہ را موجودات خارجہ گردانیدہ است، پس وجود ممکن در علم و خارج در رنگ سایر صفات
 ممکن پر تو سیت از وجود او تعالی و از کمالات تابعہ او تعالی علم ممکن پر تو سیت از علم او تعالی وظی است
 از آن کہ در مقابل خود کہ عدم علم است منعکس گشتہ و قدرت ممکن نیز ظل قدرت او تعالی است کہ
 در عجز کہ مقابل اوست منعکس گشتہ بعد از آن صفت تخلیق او تعالی این عداوت متمیزہ را وجود
 بخشیدہ است یعنی ہا این در علم پر تو وجود و پر تو صفات او تعالی منعکس گردیدہ بود ذات ممکن عین عداوت و
 انعکاسات پر تو وجود و صفات او تعالی می باشد، و پر تو وجود و پر تو صفات او تعالی ظل صفات و
 ظل وجود او تعالی است و ظل شی عین شی نمی باشد بلکہ یک نمونہ و مثال آنشہ است پس نزد
 حضرت امام ممکن عین واجب نباشد و حمل در میان ممکن و واجب ثابت نبود زیرا کہ حقیقت ممکن
 عدم است و عکس اسما و صفات کہ در آن عدم منعکس گشتہ نمونہ و مثال آن اسما و صفات است

نہ عین آہن پس ہمہ اوست گفتن درست نباشد بلکہ ہمہ ازوست یعنی ہمہ مخلوق او تعالیٰ است زیرا کہ ذات ممکن عدم است و عدم شرارت خالص و خبت محض است و کمالا تیکہ در ممکن نمودار است از وجود و صفات این ہمہ استفاد از ذات او تعالیٰ است و پرتو سیت از کمالات ذاتیہ او تعالیٰ پس "ناچار او تعالیٰ تو را آسمانہا و زمینہا باشد" و باورای او تعالیٰ ہمہ ظلمات است ازین تحقیق حضرت امام معلوم گشت کہ عالم در خارج بوجود ظلی موجود است چنانچہ او تعالیٰ در خارج بوجود صلی موجود است یعنی حضرت امام ممکنات را در خارج موجود میداند و حضرت شیخ بہ وجود خارجی ممکنات قایل نمی باشد بنا بران بہ مذہب حضرت شیخ در بین ممکن و واجب حمل جائز است و در مذہب حضرت امام در بین ممکن و واجب حمل جایز نیست زیرا کہ تعدد خارجی مانع حمل است و وحدت خارجی سبب صحت حمل است چنانچہ زید قائم چونکہ در خارج زید و قائم ہر دو یک شخص است بنا بران حمل زید قائم صحت دارد و زید عمر کہ در خارج متعدد است حمل در بین شان جائز نیست و گفته نمی شود کہ زید عمر است زیرا کہ در خارج دو وجود است و در قضیہ زید قائم در خارج یک وجود است - بنا بران حمل در این جا صحت دارد پس بر روی دلائل متذکرہ واجب را ممکن گفتن و ممکن را عین واجب دانستن صحت ندارد و مسئلہ وحدت الوجود نیز حقیقت نداشته صرف بیان احوال و مترتبہ کر است - خلاصہ واجب در خارج وجود جداگانہ داشته و ممکن نیز در خارج وجود جداگانہ دارد لہذا حمل یکے بر دیگرے ممکن است این قدر هست کہ در واجب وجود صلی است و در ممکن وجود ظلی - خلاصہ اینکه حضرت شیخ اکبر ممکنات را موجود خارجی نمیداند بلکہ ظہورات خارجی میداند - حضرت امام بر عکس ممکنات را موجود خارجی میداند و میفرماید کہ وجود خارجی دو نوع است یکے وجود خارجی صلی است و دیگرے وجود خارجی ظلی کہ آنرا وسم متقن می گویند - حضرت امام میفرماید کہ اگر صوفیہ بوجود خارجی عالم قول میکردند ہرگز عالم را واجب نمی گفتند و اگر علمائے ظواہر ازین دقیقہ آگاہ می گشتند کہ وجود عین خیر و کمال است عالم را داراے وجود نمی گفتند زیرا کہ عالم در ذات خود خیر و کمال نداشته و ذات او عدم است -

امکان مناسب است، زیرا کہ صفات ثمانیہ در وجود و بقا با و تعالی محتاج اند پس در مفہوم تصویری صفات امکان مناسب است اگرچہ در ذات خود از وجود و وجوب بلندی باشند حضرت امام میفرماید کہ مجوسان عقلا عقل ازین معرفت چہ دریابند و غیر از انکار نصیب شان چہ خواهد بود الخ یعنی کسانیکہ عروج شان از اندازہ ادراک عقل بلندتر رفتہ باشند مفہوم و حقایق این معرفت را خواهند فہمید و کسانیکہ بآن درجہ نایل نگردیدہ باشند مفہوم این معرفت را درک نخواہند کرد۔

تبصرہ: بعض عارفان از مرتبہ خیال می گذرند و معارف ذات مقدس از ادراک خیال فوق تراست و بعض درجات این جهان نمی گذرند بنا بر آن از ادراک ذات مقدس عاجز اند و عقل در چیزای غیب عاجز است، ادراک آل امور و ظائف عناصر بکہ و طیفہ عنصر خاک و ہیئت وحدانی انسان است۔

مکتوب سوم

حضرت امام در این مکتوب میفرماید کہ معاملہ آفاق و انفس داخل ظلال است الخ یعنی تجلیاتیکہ در آفاق و انفس دیدہ میشود تجلیات ظلی میباشد تجلیات اصلیه بیرون آفاق و انفس یعنی در سیراقربیت دیدہ میشود تجلیات ظلی در وقت ولایت صغری می باشد شروع تجلیات اصلیه در وقت شروع ولایت کبری است کہ ولایت انبیاء عظام است و کمالات نبوت انبیاء عظام یہ تجلیات ذات او تعالی مربوط است و آن چیزے را کہ بعض از صوفیہ کرام از تجلی افعال بیان کردہ اند عین تجلی فعل حق نبودہ بلکہ تجلی ظلی فعل حق تعالی است و معلوم است کسانیکہ بخود فعل نرسیدہ باشند وظل فعل را اصل فعل بدانند ذات و صفات او تعالی کجا رسیدہ خواہند بود۔

مصرع
تایار کرا خواہد و میلش بہ کہ باشد

حضرت امام میفرماید ہرچہ در مریایہ آفاق و انفس ظاہر شود بدراغ ظلیت قسم است پس سزاوار نفی بود الخ یعنی تجلی کہ در آفاق و انفس دیدہ میشود آنرا بکہ لا الہ نفی باید نمود

نامرتبہ اثبات برسد و از آفاق و انفس گزشتہ بوصول صفات او تعالی و فوق آن کہ مقام شیوناً
و اعتبارات و مرتبہ ذات مقدس است برسد بیت

از خود چو گزشتی ہمہ عیش است و خوشی

بیت تا تو در بند خویشتن باشی عیش گوئی دروغ زن باشی

حضرت امام میفرماید کہ دائرہ ظلیت بہ نہایت انفس منتهی میگردد الخ یعنی تا وقتی کہ تجلی
در آفاق و انفس دیدہ میشود تجلی ظلی است پس باید کہ سالک از آفاق و انفس بگذرد و متوجہ
اصل گردد۔ حضرت امام میفرماید فعل و صفت نیز ہر چند فی الحقیقت ظلال حضرت ذات اند اما
داخل دائرہ اصل اند و ولایت این مرتبہ ولایت اصلی است الخ یعنی تجلی ظلی آنست کہ تجلی خود فعل
و صفت نبودہ باشد بلکہ تجلی ظلی از ظلال فعل و یا ظل از ظلال صفت بودہ باشد چنانچہ تخلیق و
ترزیق کہ حادث و از ظلال می باشد و تجلی خود فعل و خود صفت داخل تجلیات اصلیہ می باشد چنانچہ
تکوین و صفات ذاتیہ دیگر اگر چه فعل و صفات ظلال ذات او تعالی می باشد مگر داخل دائرہ اصل اند و
از ممکنات نبودہ بلکہ واجبات اند۔

حضرت امام میفرماید تنہیان دائرہ ظل را تجلی برقی یسراست الخ یعنی کسیکہ بہ انتہائی
دائرہ ظل برسد تجلی اصل بقسم برق و یک لمحہ بآہا میرسد مگر دائمی نباشد اما کسیکہ از دائرہ آفاق
و انفس گزشتہ و باصل رسیدہ باشد این تجلی ہاے برقی در حق ایشان دائمی میگردد زیرا کہ این طبقہ
از مرتبہ ظلال باصل رسیدہ اند۔ حضرت امام میفرماید بلکہ معاملہ این بزرگواران از تجلیات ظہور
فوق است الخ یعنی در این مرتبہ این بزرگواران متوجہ ذات مقدس اند و بہ تجلی اصل ہم کہ فعل و صفات
باشد التفاتی ندارند۔ بیت

حسن تو چنان کرد مرا زیر زبر کز خال و خط و زلف تو ام نصیرت خبر

مصرع رخسار من این جا و تو در گل نگری

تبصرہ: شہود خودشی دیگر است و شہود تجلی شی دیگر چنانچہ شہود زید در آئینہ دیگر است

و دیدن خود زید دیگر یعنی دیدن عکس زید را در آئینہ اصل زید نمی گویند بلکه ظهور زید میگویند و دیدن خود زید را ظهور تجلی نمی گویند بلکه آنرا اشہود اصل میگویند۔ باید دانست کسانی کہ برویت معشوق سرفراز شدہ باشند بہ تمثال و صورت او التفاتی نمی نمایند زیرا کہ آن کمال و حسن و جمال کہ در خود مطلوب است در تمثال و تجلی آن دیدہ نمی شود۔ بیت

گر مصوٰر صورت آن لسان خواهد کشید جرتی دارم کہ نازش را چہاں خواهد کشید
خلاصہ اینکہ ظهور تجلی برقی انتہاء ولایت صغریٰ و قدم اول ولایت کبریٰ است کہ ولایت انبیاء عظام است۔ حضرت امام میفرماید کہ از کمالات نبوت انبیاء چہ گفته شود کہ بدایت نبوت نہایت این ولایت است الخ یعنی نہایت ولایت کبریٰ بدایت کمالات نبوت است و نہایت کمالات نبوت در پیش است کہ بیان و ادراک آن کمالات از مرتبہ ولایت بلند بودہ و مربوط بتجلیات ذاتیہ می باشد مگر بعضی مرادان و محبویان کہ بہ منصب امامت سرفراز و بہ نہایت کمالات مقام نبوت مشرف شدہ باشند از کمالات نبوت آگاہ اند و آہا اقل قلیل می باشند۔ مصرع

نہ ہر کہ سربہ ترا شد قلندری داند

حضرت امام میفرماید سیریکہ بعد از آفاق و انفس میسری گردد سیر در اقربیت حق است الخ یعنی وقتی کہ سالک از آفاق و انفس میگذرد معاملہ او با قربیت می رسد و سیر او در فعل و صفت او تعالیٰ آغاز میشود و فعل و صفت او تعالیٰ از خود عارف بعارف نزدیک تر است و بکذا ذات او تعالیٰ از خود عارف و از فعل و صفت او تعالیٰ بعارف نزدیک تر است و سیر اقربیت از دائرہ خیال و ہم بیرون است یعنی سلطنت خیال تا دائرہ آفاق و انفس است و بیرون از آفاق و انفس خیال جولانگاہ ندارد۔ ناگفتہ نباید گذاشت کہ اولیاء کرام دو نوع اند: قسمتی از بزرگان در حیات دنیاوی از مرتبہ خیال و وہم نمی گذرند یعنی در مرتبہ ولایت صغریٰ قرار دارند برخی از اولیاء کرام در حیات دنیاوی از مرتبہ وہم و خیال گذشتہ اند و ادراک شان موقوف بہ خیال نمی باشد پس این بزرگان بادرک مراتب و حجب مشرف و بولایت کبریٰ رسیدہ اند بلکہ بوصول بلا کیف بذات مقدس و اصل

شده اند ولایت صغریٰ منحصر بدائرہ آفاق و انفس است و تجلی کہ در این مرتبہ میسر می گردد، ظلال مراتب و جوب است و یا عبارت دیگر مشہود مراتب آفاق و انفس ظلال فعل و صفت است نہ خود فعل و صفت بدلیل اینکه مشہود فعل و صفت او تعالیٰ در آفاق و انفس گنجایش ندارد و مراتب آفاق و انفس لیاقت دریافت آنرا ندارند مشہود فعل و صفت او تعالیٰ در سیر اقربیت است در مرحلہ اقربیت عارف از مشہود آفاق و انفس می گذرد و بہ تجلی فعل و صفت او تعالیٰ مشرف می شود کہ از خود او بہ او نزدیک تر است۔

تبصرہ: قبل از ذکر رفت کہ فعل و صفت او تعالیٰ بہ نسبت ما بہ ما نزدیک تر است بیان آن قرار ذیل است کہ ماہیت دو نوع می باشد یکے ماہیت اصلی و دیگرے ماہیت ظلی۔

در ماہیت اصلی خودشی نسبت بہ ہمہ اشیاء بذات خود نزدیک تر است، اما در ماہیت ظلی کہ ظلی یک شی دیگر واقع شدہ باشد یعنی وجود آن ظل مربوط بوجود اصل آن ظل می باشد در صورتیکہ وجود ظل مربوط بوجود اصل بودہ باشد پس از خود ظل نسبت بہ ظل اصل بہ ظل نزدیک تر است زیرا کہ وجود و بقای ظل بواسطہ اصل است نہ بماہیت ظلی خود، چون ممکنات ظلال و مخلوق و پر تو صفات واجب تعالیٰ است و ممکنات یکے ماہیت ظلی است بنابراین برای ماہیت امکان عالم و جوب بہ نسبت خود عالم امکان نزدیک تر است زیرا کہ ممکنات ظل فعل او تعالیٰ است بنابراین فعل او تعالیٰ بہ ممکنات بہ نسبت خود ممکنات نزدیک تر است و چون فعل او تعالیٰ ظل صفت او تعالیٰ است پس صفت او تعالیٰ بہ نسبت خود ممکن و بہ نسبت فعل او تعالیٰ بعالم امکان نزدیک تر است۔ چون صفات نیز ظلال ذات مقدس او تعالیٰ است بنابراین برای عالم امکان بہ نسبت خود امکان و بہ نسبت فعل و صفت او تعالیٰ ذات مقدس او تعالیٰ بعالم نزدیک تر است۔ خلاصہ برای ظل بہ نسبت خود ظل اصل بہ ظل نزدیک تر است میخواہم کہ در این جا از یک مثال عامیانہ کار بگیرم۔

مثال: اگر شعاع آفتاب در یک منزل بہ اندازہ دو متر روشنی انداختہ باشد و اگر بایک متر آنرا در عیہ پردہ بپوشانیم روشنی یک متر دیگر در آنجا باقی خواہد ماند و اگر آفتاب کہ اصل آن روشنی است

غروب کند تمام آن دو متر روشنی از بین می رود پس معلوم گردید که باهیت ظلی نسبت به خود باهیت ظلی باهیت اصلی نزدیک تر است۔

حضرت امام میفرماید: بشنوائی گفتیم که در آفاق و انفس تجلیات ظلال افعال و ظلال صفات است الخ یعنی خلاصه فرموده حضرت امام این است که تکوین از صفات حقیقیه می باشد جزئیات صفت تکوین چون تخلیق، تزیین، احیاء و اماتت و انعام و ایلام و غیره ظلال تکوین اند پس کسب زید نیز یک ظلی از ظلال بعیده تکوین است و قتی که در نظر سالک کسب زید را زید منتفی گردد و سالک فاعل آن فعل و فاعل آن کسب حق تعالی را بداند غلط می کند زیرا که فاعل آن کسب خود زید است پس ظهور این حالت را که تجلی افعال گفته اند اشتباه کرده اند چه این تجلی فعلی حق نیست بلکه تجلی یک ظلی از ظلال بعیده فعل حق است یعنی خود فعل حق که عبارت از تکوین است از دائره امکان بیرون بوده و ظلال آن در عالم امکان می باشد پس نسبت کسب زید را از زید منتفی دید و فعل او را فعل حق دانستن شهود تجلی افعال او تعالی نیست بلکه شهود یک ظل از ظلال بعیده فعل او تعالی است بتأثر از ظهور این حالت را تجلی افعال گفتن درست نباشد بلکه تجلی ظل از ظلال بعیده فعل او تعالی است بدلیل این که خود فعل او تعالی در آفاق و انفس گنجایش نداشته بلکه ظل آن در آفاق و انفس می باشد یعنی تا که سیر سالک در آفاق و انفس است داخل ظلال است و جولانگاه و هم و خیال است، اما زمانی که از آفاق و انفس گذشت و به سیر افریت رسید آنگاه از جولانگاه و هم و خیال بیرون شده و به تجلی خود فعل و صفت میرسد بلکه بالاتر از آن نیز ترقیات میفرماید و بواسطه متابعت آنحضرت به کمالات نبوت انبیاء عظام نیز مشرف خواهند شد۔

سوال: عارفیکه در استعداد خود قابلیت وصول این مراتب را نداشته باشد، آیا به توجیه مرشد کامل و مکمل باین مراتب مشرف شده می تواند یا خیر؟

جواب: بلی مریدیکه استعداد و مراتب عالیہ را نداشته باشد باز هم به توجیه مرشد کامل بمقامات عالیہ که فوق استعداد اوست مشرف شده می تواند۔ بیت

مورسکین ہوسجی اشت کہ در کعبہ رسید دست بر پائے کتور نزد و ناگاہ رسید
یعنی رسیدن عارف بآن مراتب و مقامات عالی صرف بر روی متابعت سنت و تربیت پیر کامل
و جذبہ خداوندی امکان پذیر است ورنہ عارف کجا و آن مراتب و مقامات کجا۔ متابعت است کہ
تابع را برنگ تنبور خود میگرداند۔

تبصرہ: خیال ناجائز میرسد کہ نمونہ آن در این جہان بودہ باشد ذات و صفات او تعالی
در این جہان نمونہ ندارد بنا بر آن خیال در انجا رسیدہ نمی تواند و علم بایک ظل بعید علم او تعالی است نہ نمونہ
خود علم۔ حضرت امام میفرماید کہ وجوب وجود چونکہ نسبت و اضافت است الخ

سوال: وجوب وجود کہ صفت حق تعالی است آیا صفت فعلی است و یا صفت ذاتی۔
جواب: از قرابیش حضرت امام معلوم گردید کہ صفت فعلی است زیرا کہ اضافت است و
وجوب مضاف است بوجود۔ بنا بر آن تناسب بہ صفات فعلیہ دارد نہ بہ صفات ذاتیہ۔

حضرت امام میفرماید ازین بیان لازم می آید کہ وجوب وجود در مرتبہ ذات و صفات او تعالی
و تقدس ثابت نباشد زیرا کہ آنرا از صفات اصافیہ میدانیم پس وجوب از ذات و صفات او تعالی ملو
گشت و این خلاف مقرر است۔ جواب این سوال را حضرت امام در مکاتیب قبلی شان تذکر داده بودند
کہ ذات مقدس و صفات عالیہ او تعالی بوجود موجود نگشتہ اند و وجوب و امکان فرع وجود اند چون در مرتبہ
ذات مقدس وجود را کہ از صفات او تعالی بودہ گنجایش نباشد زیرا کہ ذات حق از مرتبہ صفات بلندتر است
پس وجوب را کہ فرع وجود است چگونه گنجایش خواهد بود۔

سوال: ازین بیان معلوم می شود کہ واجب تعالی را واجب نگوئیم و ممکن و ممکن ہم گفتہ
نمی توانیم، پس شق رابع پیدا شد علاوه بر وجوب و امکان و اشتداع، و حال آنکہ مفہومات ازین سه قسم
بیرون نیست۔

جواب: حضرت امام این اشکال فوق را چنین جواب میدہد ذات و صفات او تعالی در
نفس خود از وجوب و وجود بلندتر است اما زبانے کہ ذات و صفات او تعالی منصور گردد وجوب مناسب

مفہوم ذات مقدس است و امکان مناسب مفہوم صفات است و ذات و صفات در نفس خود را از وجوب و وجود بلند است و امکان و وجوب و امتناع فرع وجود اند و قیاس خود وجود را در آنجا گنجایش نباشد انواع او چگونه گنجایش خواهد داشت۔ خلاصہ حاصل فرمایش حضرت امام این است کہ ذات حق تعالی در نفس خود از وجوب و وجود و معبودیت و سجدیت والوہیت و از ہمہ صفات برتر است زیرا کہ این ہا ہمہ نسبت اند و ذات مقدس او تعالی از ہمہ نسبت ہا برتر است بنا بران در ان مرتبہ مقدسہ نہ وجوب را گنجایش است نہ وجود را پس چون وجوب و وجود را آنجا گنجایش نیست امکان و امتناع را چہ مجال خواهد بود رسیدن باین معرفت کہ ذات او تعالی بوجود موجود نیست خاصہ انبیاء عظام است و بعض اولیاء کرام بہ تبعیت انبیاء عظام باین معرفت سرفرازند اما اقل قلیل اند و اکثر اولیاء کرام در ولایت صغری و برخی بولایت کبری رسیدہ اند اما مشرف شدن بہ کمالات نبوت کہ وصول بذات بحت او تعالی است از حبلہ نادرات و اقل قلیل است و مقدم ترین و اصلان این مقام بعد از صحابہ کرام حضرت امام خواہد بود۔ بیت

سر ہندو کہ کویہ طور است یام و درش ہمہ ز نور است

بیت بنی نیست لیکن برنگ تی بخوشد ز کوشش ہزاراں ولی

تبصرہ: کمالات ولایت انبیاء عظام تعلق بہ صفات او تعالی داشتہ و کمالات نبوت انبیاء عظام بہ کمالات و معارف ذات بحت او تعالی مربوط است چون کمالات ولایت انبیاء، بکمالات نبوت انبیاء نمیرسد پس ولایت اولیا از ان کمالات عالیہ چہ خبر خواہد داشت بنا بران کسانیکہ ولایت را از نبوت افضل گفتہ اند سبب آن اینست کہ این طبقہ بزرگان از حقایق معارف نہائی بے خبر بودہ و بآن مرتبہ عالیہ نرسیدہ اند و نہ کمالات ولایت در حیب کمالات نبوت بہ منزلہ قطرہ بمقابل دریائے بے پایاں ہم نمی باشد بزرگانیکہ ولایت را از نبوت افضل گفتہ اند دلیل شان اینست کہ در ولایت توجہ بحق است و در نبوت توجہ بخلق لہذا در نزد آہا توجہ بحق بہتر است از توجہ بخلق و بمقابل دلائل فوق شان چنین جواب ارانہ میگردد کہ توجہ بحق مانند شخص است کہ متوجہ آب دریا بودہ

و ہنوز آن دریا رسیدہ و ظرف خود را از آب دریا پر ساختہ است ولی توجہ بخلق مانند توجہ شخصی است کہ بدریا رسیدہ و ظرفہائے خود را از آب دریا پر ساختہ و از آن بمرحم می نوشاند پس درین این دو شخص کہ یکے صرف متوجہ دریا بودہ و ہنوز بدریا نرسیدہ و از آن کدام استفادہ کردہ نتوانستہ است اما شخص دیگری کہ بدریا رسیدہ و خود را سیراب نمودہ و در عین حال ظروف خود را نیز از آب دریا پر ساختہ از آن جا مراجعت کردہ بمرحمان دیگر ہم از آن ابکیہ آوردہ است می نوشاند درین این دو نفر فرق زیاد موجود است یعنی شخص اول کہ در مسافہ راہ قرار داد و شخص دومی کہ بمنزل رسیدہ و از آنجا مراجعت ہم نمودہ است یکے بادیگرے قابل مقایسہ نیست۔ اولیائے کرامیکہ در ظلال قرار دارند و ہنوز بمراتب اصل نرسیدہ اند مانند شخص اول آنکہ ہنوز در مسافہ راہ قرار داشتہ و بمنزل نرسیدہ اند، اما انبیائے عظام مانند شخص دوم اند کہ بمراتب اصل رسیدہ و از آنجا رجوع نمودہ و بدعوت خلق اشتغال دارند۔ بتا بر آن درین ولایت و نبوت فرق زیاد موجود بودہ یعنی ولایت بانبوت قابل مقایسہ نیست۔ و نیز ناگفتہ نباید گذشت کہ در نزول نیز درین انبیائے عظام و اولیائے کرام فرق زیاد موجود است چنانچہ اولیائے کرام در وقت نزول در ظاہر توجہ بخلق دارند و در باطن توجہ بخی یعنی روح شان متوجہ عالم قدس بودہ و نفس شان متوجہ خلق است۔ زیرا کہ ایہا ہنوز از کمالات عروج فارغ نشدہ اند و مراتب بلندتری را در پیش دارند تا بہ آن مراتب برسند۔ اما انبیائے عظام در نزول بظاہر و باطن متوجہ خلق و بدعوت آہستہ مشغول اند زیرا کہ این حضرات حصول کمالات عروجی را با تمام رساندہ اند، بتا بر آن دعوت این بزرگان تمام ترک کامل تر است ارشاد شان مؤثر تر است ناگفتہ تماند اولیائیکہ بکمالات نبوت مشرف شدہ باشند نیز بمثل انبیائے عظام بظاہر و باطن متوجہ بارشاد و دعوت خلق اند و این طاغۃ اقل قلیل اند۔

مکتوب چہارم

حضرت امام میفرماید کہ صوفیہ سیر آفاقی را علم الیقین دانستہ و عین الیقین و حق الیقین را در سیر نفسی قرار دادہ اند الخ

تبصرہ: علم الیقین عبارت از دانستن آثار و علامات و ظلال مطلوب است
 عین الیقین عبارت از رسیدن بخود مطلوب است و حق الیقین عبارت از منعکس شدن است
 بالنعکاس صفات مطلوب بعد از وصول بمطلوب ناگفته نماند کہ ممکنات اگر آفاق باشند و یا انفس
 آثار و علامات مطلوب می باشند و عین مطلوب گفته نمی شوند پس سیر در آنها از قسم علم الیقین است
 و تجلی کہ در آنها دیده شود آن نیز از آثار بعیدہ مطلوب است نہ خود مطلوب۔ و صفات فعلیہ ذاتیہ
 نیز ظلال مطلوب اند و عین مطلوب نمی باشند پس سیر آنها نیز از قسم علم الیقین است کہ بہ سیر اقربیت
 مسمی است زیرا کہ افعال و صفات او تعالیٰ بہ بندہ از خود بندہ نزدیک تر است و عین الیقین و حق
 الیقین وصول بذات بحت او تعالیٰ است کہ ہنوز در پیش است۔ بتا بر آن حضرت امام مہر باید
 کہ علم الیقین داراے اجزائے ثلاثہ می باشد یعنی سیر آفاقی مرتبہ اول علم الیقین سیر انفسی مرتبہ دوم
 علم الیقین سیر اقربیت کہ سیر در ظلال صفات و خود صفات است از جملہ اجزائے سوم علم الیقین است
 پس صوفیہ کرام از سہ شرط علم الیقین دو شرط آرا طے کردہ و آنرا عین الیقین و حق الیقین پنداشتہ اند
 و یک شرط علم الیقین کہ سیر صفات اضافیہ و صفات ثبوتیہ است ہنوز بیان نہ رسیدہ اند در حالی کہ
 مراتب اجزائے ثلاثہ علم الیقین را طے نکردہ باشند و وصول بمرتبہ عین الیقین و حق الیقین کجا میسر
 خواہد بود و وصول بلا کیف بذات او تعالیٰ عبارت از مراتب عین الیقین و حق الیقین می باشد کہ
 ہنوز بیان مرتبہ مفدسہ نہ رسیدہ اند۔

حضرت امام مہر باید کہ از خود عین الیقین و حق الیقین چہ بیان کردہ شود و اگر گفتہ شود کہ
 ہم کند و چہ ہم کند الخ یعنی ازین قریب ایشات حضرت امام معلوم می گردد صوفیہ کرام کہ ذات بحت او
 تعالیٰ بوصول بلا کیف مشرف نشدہ باشند از ادراک کمالات محمود بے بہرہ اند پس حادیکہ از کمالات
 محمود و از ادراک کمالات محمود عاجز و بے بہرہ بودہ باشند حمد و ثنائے ہمچو حادیکہ مناسبت شان
 محمود خواہد بود مقصد ازین بیان این است کہ صوفیہ کرام کہ ہنوز بمرتبہ وصول بلا کیف ذات بحت
 او تعالیٰ مشرف نشدہ اند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و در مراتب ظلال قرار دارند خود را کامل تصور

نفرمایند و مراتب شطر دوم و سوم علم الیقین را مراتب عین الیقین و حق الیقین گمان نکنند چه اکثر اولیائے کرام بآن مراتب مشرف نشده اند و بعد از قرون ثلاثہ تا بالف ثانی عده محدودی از اولیائے کرام بکمالات اصلیه مشرف و اکثرشان در ظلال قرار داشته اند چنانچه حضرت امام میفرمایند کہ این علوم و کشفیات بعد از الف ثانی بظہور آید است و صاحب این علوم مجرد این الف است الخ یعنی معارفیکہ در بارہ صفات و ذات بحت او تعالی تذکار گردیده علامات تجرید و مجردیت صاحب این معارف است و عارفان دیگر بآن نہ رسیده و ہذا حضرت امام میفرمایند کہ در ہر مائت و ہر صد سال مجردی بوجود می یابد بگزین مجدد مائت و مجرد الف فرق بسیار موجود است یعنی مائت نسبت بہ الف دہم حصہ آن است بنا بر آن مجدد مائت بہ دہ یک کمالات مجرد الف ہم نہ رسیده است و میفرماید مجرد کسی است فیوضات کہ در آن وقت با اولیائے آن امت می رسد بنوسط او می رسد و ہذا میفرماید کہ مجرد کسے است کہ اقطاب و اوتاد دیر لار و نجار بظلال مقامات او فرسندند واقعاً تفصیلاً تیکہ حضرت امام در بارہ صفات مقدسہ او تعالی بیان کردہ اند تا امروز در هیچ کتب اولیائے متقدّمین و یا متاخرین یا بن تفصیل و بیان دیدہ نشدہ است حتی علما ماشرعیہ و ماتریدیہ یعنی علمائے کلام اہل سنت نیز این دقایق و باریکی ہائے علوم حضرت امام بر خود رایتی باشند۔ بدلیل اینکه آنحضرت ص بحضرت امام بشارت دادہ اند کہ "تو در علم کلام مجتہدی باشی" شاید این گونه بشارت بسایر علما میسر نشدہ باشد۔ تفصیلات کہ حضرت امام در بارہ صفات ثمانیہ فرمودہ اند کہ کدام شان میرا فیض کدام پیغمبر بودہ و کدام شان میرا فیض کدام پیغمبر است، در هیچ کتاب یافتہ نمی شود کشف باند حضرت امام است کہ باین اسرار دقیقہ رسیده است۔

بنابر این معارف قدسی حضرت امام کہ در ذات و صفات او تعالی تذکار یافتہ است از اہام و سویہ صوفیہ و علمائے کرام بسیار عالی و بلند است۔ خواجہ محمد ہاشم کشمیری بدشتی را کہ در سفرے صحبت یکے از علمائے شجر و مشہور دست داد آن عالم در ضمن مصاحبہ با اظہار داشت کہ شما در بارہ حضرت شیخ احمد مبالغہ می نماید و آنرا مانند حضرت امام ہمدی موعودی پندارید و اگر حضرت ایشان چنین

یک شخصیت عالی و داراے جنس یک اوصاف می بودی بانیست از آنحضرت در باره وی در یکی از احادیث بیان و اشاره به ثبوت می پیوست چنانچه در باره حضرت امام مهدی موعود در احادیث اشاره گردیده است۔

خواجہ محمد باشم میفرماید بجواب او گفته شد کہ آیا در نزدتان کدام کتابے از کتب احادیث موجود است یا خیر۔ بجواب فرمودند کہ فعلاً جمع الجوامع بیوطی ہمراہ من است و آنرا بملاحظہ آرائہ داشتند ہمان بود کہ در باب فضائل این امت حدیثی بہ نظر رسید کہ آنحضرت فرمودہ اند "در امت من شخصی بوجود خواہد آمد کہ واسطہ در بین بحرین بودہ و مصلح در بین طائفین بودہ باشد و باؤ گفتم کہ در مکتوبات دیدہ باشید کہ حضرت امام خود را صلیہ بحرین و مصلح الفتنین نوشتہ است بعد از ان عالم مذکور اظہار داشت کہ ہمچنین خواہد بود۔

تبصرہ: واسطہ در بین بحرین باین معنی است کہ بحر طائر شریعت و بحر باطن شریعت را تطبیق می دہد و نیز بحر ملاحات و صباحات را کہ ولایت محمدی و ابراہیمی است با ہم ممتزج می گردانند و مصلح طائفین باین معنی است کہ در بین طبقہ صوفیہ کرام و علمائے ظواہر ارتباط و توافق نشان دادہ علمائے ظواہر را از باطن شریعت مطلع می سازند و معارف صوفیہ وجودیہ را تاویل دادہ بطائر شریعت تطبیق می دہد و ہکذا یکی از علمائے معروف کہ شرف ہمسائی حضرت امام را داشتند چنین میفرماید۔
وقتیکہ آثار و کتب بزرگان را می خواندم ہمان بود کہ از مطالعہ سوانح بزرگان گذشتہ اشتباہی بخاطر مخطوری کرد و با خود می گفتم کہ شاید فخلصین آہتاد در بارہ زہد و کثرت تقوی شان مبالغہ کردہ باشند و از خود چیز ہائے نوشتہ باشند و یا انتشار سپردہ باشند و خود آنہا انقدر ریاضات نکرده باشند اما زمانیکہ استغراق و کثرت زہد و تقوی و عبادات حضرت امام ربانی را دیدم از اندیشہ قبلی خوش تادم و پشیمان گردیدم و بالاخرہ باین نتیجہ رسیدم آثار و کتب کہ در مورد فضائل بزرگان گذشتہ تحریر یافتہ است بمراتب از فضائل واقعی شان کمتر نوشتہ شدہ باشد یعنی در بارہ فضائل آنہا طوریکہ شاید تحریر نیافتہ باشد۔

تبصرہ: خلاصہ قریباً پیش قبل حضرت امام ابن است کہ آفاق و انفس بمنزلہ آئینہ اند و معلوم است کہ در آئینہ خود شی طائر نمی شود بلکه عکس و تمثال و ظل شی دیدہ میشود پس مشہو آفاق و انفس یک تجلی و تمثال و ظل بعیدہ حضرت و خوب است نہ خود و خوب۔ بنا بران در آفاق و انفس ظلال مطلوب است نہ خود مطلوب۔ و عین الیقین و حق الیقین و رائے آفاق و انفس می باشد و صاحبان عین الیقین و حق الیقین اقل قلیل اند۔

مکتوب پنجم

حضرت امام میفرماید کہ صفات واجبہ او تعالیٰ کہ در خارج موجود اند و قیام بذات او تعالیٰ دارند و اعتبار دارند اول آنکہ در نفس خود ہا و حقیقت خود ہا موجود می باشد۔ دوم آنکہ قیام بذات او تعالیٰ دارند این صفات باعتبار اول چون مناسبت بعالم امکان دارند مبادی فیوض عالم اند و باعتبار دوم چون قیام بذات او تعالیٰ دارند از عالم مستغنی اند و بعالم تعلق ندارند و این دو اعتبار داراے فرق زیاد می باشد۔ حضرت امام میفرماید این فقیر با وجود جذب قوی و سرعت سیر مسافہ این دو اعتبار را نزدیک با پانزدہ قطع کردہ است یعنی صفات او تعالیٰ نیز بمنزلہ دیگر اعراض داراے دو حیث می باشد اول حیث وجود آہنہائی نفسہا، دوم حیث قیام آہنہا بذات او تعالیٰ۔ عارفیکہ از وجود خود صفات مقدسہ بہ مرتبہ قیام آہنہا میرسد سیر عروج شان مدت پانزدہ سال را احتوائی نماید در حالیکہ آن ہم از جملہ محبوبین یا شدہ غیر محبوبین این مسافہ را بقرن ہا طے نخواہند نمود بلکہ آہنہای این مقام میرسد و وصول این مقامات خاصہ محبوبان است۔

پوشیدہ نماںد کہ علمائے متقدمین بہ فرق حصول نفسی عرض و حصول قیامی عرض متہند نشدہ بودند اما علمائے متاخرین بفرق این دو اعتبار و امتیاز آن از یکدیگر پے بردہ اند و ہمیدہ اند کہ وجود نفسی عرض دیگر است و وجود قیامی آن باصل دیگر چون اکثر صوفیہ کرام در مقام ظلال قرار دارند بنا بران ازین معارف عالی چہ معلومات و چگونہ اطلاعی خواہند داشت۔

مصرع

تایار کر خواہد و میلش بہ کہہ باشد

خلاصہ بعض کمل مرادان و محبوبان خواہند بود کہ بوصول بلا کیف بذات مقدس او تعالیٰ مشرف و از مجموعہ معارف عالی تذکراتی بدہند، والا اکثر اولیائے کرام در ظلال قرار دارند کہ آنرا ولایت صغری گویند کہ از مرتبہ متذکرہ براتب پائین تر قرار داشتہ از درک این حقایق بے بہرہ اند و وعدہ از عرفاء بہ صفات او تعالیٰ رسیدہ اند کہ آنرا ولایت کبری نامند و برخی بولایت علیا کہ ولایت ملاہ اعلیٰ است و وصول بہ شیونات ذاتیہ او تعالیٰ است رسیدہ اند و بمعارف کمالات نبوت انبیائے عظام کہ مربوط بذات بحت او تعالیٰ است بعض مرادان و محبوبان با اثر متابعت متبوع شان کہ سردار دوعالم است بآن مرتبہ مقدسہ رسیدہ باشند و از معارف عالی متذکرہ مطلع گردیدہ باشند و همچو بزرگان اقل قلیل اند چنانچہ حضرت امام و بسیار بسیار اندک دیگر مصرع

نہ ہر کہ سر بر ترا شد قلندری داند

این ہم برکت کمال متابعت است کہ تابع را شبیہ متبوع میگردانند۔ بیت

مور مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد دست در پائے بگوزرد و ناگاہ رسید

تبصرہ: صفات واجبہ ازینکہ قیام بذات خود تراشتہ بلکہ قیام شان بذات واجب است بتایران یکنوع مشابہت و مناسبت فی الجملہ بہ عرض داشتہ می باشد۔

سوال: قیام صفات بذات واجب تعالیٰ قیام انضمامی خواہد بود یا انتزاعی؟

جواب: قیام صفات بذات او تعالیٰ یک قیام بلا کیف است چنانچہ قیام عالم

ممکنات بہ صفات احضاقیہ و فعلیہ او تعالیٰ نیز یک قیام بلا کیف بودہ از قیام انضمامی و یا انتزاعی میرامی باشد نہ ناگفتہ نماز کہ اگر قیومیت صفات او تعالیٰ از عالم منقطع گردد در اں صورت عالم بہ معدومیت مطلق مبدل خواہد شد۔ خلاصہ قیام عالم بہ صفات مانند قیام صورت زید است بآئینہ چون قیام صورت بآئینہ یک قیام بے کیف است و اگر قیام انتزاعی و یا انضمامی گفتہ نمی توانیم صرف ہمیں قدر میدانیم کہ این قیام عالم مثل قیام صورت زید بآئینہ یک قیام بے کیف است

در صورتیکہ انسان از درک این قیام کہ قیام ممکن بہ ممکن است عاجز و مقصر باشد از قیام صفات بذات او تعالیٰ چہ درک خواهند نمود و چہ خواهند فہمید کہ قیام صفات چہ گوئہ خواهد بود و قیام عالم ممکنات بہ صفات واجبہ چہ قسم قیام خواهد بود۔

مکتوب ششم

حضرت امام میفرماید کہ مقصود از آفرینش من این است کہ ولایت محمدی بولایت ابراہیمی منصب گردد و حسن ملاححت این ولایت بجمال صباحت آن ولایت متمیز شود لہذا باید دانست کہ حسن او تعالیٰ بہ سہ نوع است (۱) حسن ذاتی (۲) حسن صفاتی (۳) حسن افعالی۔

(۱) حسن ذاتی نیز دو نوع است یکی اجمال و مرکز حسن ذاتی و دیگر تفصیل آن، ملاححت عبارت از اجمال حسن ذاتی است و صباحت عبارت از تفصیل حسن ذاتی است حسن صفات نیز از قسم صباحت است۔ خلاصہ ملاححت حسنی است کہ در تعبیر نمی گنجد و صباحت حسنی است کہ تا اندازہ تعبیر می گنجد حسن حضرت یوسف صباحت بوده کہ مصریان را مست گردانید اگر ملاححت سردار دو عالم را درک می کردند بہ عوض دست ہائے خود دل ہائے خود را می بریدند۔

تبصرہ: ملاححت ولایت آنحضرت است و صباحت ولایت حضرت ابراہیم است ناگفتہ نمائند کہ در علوم ظاہری علم تفصیلی نسبت بہ علم اجمالی کامل تر می باشد ولی در اصطلاح کہ بحث انوار و تجلیات است اجمالی نسبت بہ تفصیل افضلیت و اصالت دارد و یا بعبارہ دیگر تفصیل ظل اجمال بحساب می رود بدلیل اینکہ در اینجا معاملہ بہ نور و اضائت و اشراق ارتباط دارد و نور اجمال بہ سبب مرکزیت نسبت بہ تفصیل اصالت دارد چنانچہ اضائت و اشراق کہ در قرص آفتاب است اجمال نور است و اضائت کہ تمام عالم را روشن و متور ساختہ است تفصیل آن اجمال است یعنی مرکز این تفصیل و روشنی ہائے عالم تفصیل همان اجمال نور است کہ در آفتاب است و روشنی ہائے عالم ظلال آن نور است۔

حضرت امام مہدیؑ باید کہ مقصود از آفرینش من این است کہ ولایت محمدیؑ الخ یعنی استعداد و کمال ذاتی آنحضرتؑ مناسب ملاحظت بوده و بہ صباحت مناسبت نداشته و حصول صباحت بدین واسطہ امکان پذیر نبوده، زیرا کہ محبوبان بہ تفصیل التفات نمی نمایند و استعدادشان از تفصیل بلند و مائل بمرکز است کہ عبارت از اجمال آن حسن مقدس است۔

خلاصہ فرمایش حضرت امام این است کہ بعد از ہزار سال ولایت ابراہیمیؑ کہ صباحت است و صباحت ظل ملاحظت است ملاحظت بحسن صباحت منصب گردید و نیز صباحت بہ حسن ملاحظت رنگین گشت یعنی این امتزاج بواسطہ این کمیئہ امت برائے سردار دوعالم بحصول پیوستہ پوشیدہ مانند کمالیکہ یکی از امتنان آنحضرتؑ بواسطہ متابعت آنحضرتؑ بمرکز گرد آن کمال بہ پیغمبر متبوع نیز حاصل میگردد، بنا بر آن چون شان خود سردار دوعالم از صباحت بلند بوده و صباحت بہ یکے از امتنان او کہ حضرت امام است حاصل و بہ سردار دوعالم نیز عاید شدہ است۔

تذکرہ: از تذکرات فوق فضیلت ولی برہی ثابت نمی گردد، زیرا کمالیکہ بحضرت امام حاصل شدہ است از برکت متابعت آنحضرتؑ می باشد و این کمال بواسطہ اینست کہ حضرت امام از جملہ امتنان آنحضرتؑ اند، بنا بر آن بہ نسبت ائیت حضرت امام با آنحضرتؑ نیز راجع می گردد، در اینجا دو سوال عاید میگردد۔

(۱) این معنی مستلزم مزیت ولی است برہی؟ — (۲) چون حضرت امام از جملہ امتنان آنحضرتؑ اند و امت حضرت ابراہیمؑ نیستند بنا بر آن بر روی کدام مناسبت حصول کمال ملاحظت بواسطہ حضرت امام بحضرت ابراہیمؑ کہ دارائے ولایت صباحت است راجع گردیدہ باشد؟

جواب سوال اول: از جملہ حسن صباحت کہ ظل ملاحظت است بسردار دوعالم بواسطہ حضرت امام هیچ مضائقہ ندارد زیرا کہ محبوبان در ذات خود بہ کمالات طلبیہ التفات ندارند و کمالات طلبیہ بواسطہ تابعین و پیروان شان باہا میرسد و حضرت امام چونکہ از جملہ امتنان و پیروان آنحضرتؑ است اگر بواسطہ حضرت امام کمالات طلبیہ با آنحضرتؑ حاصل گردد کدام مفهوم برتریت و

مرتبت ولی برتبی نیست بلکه یک نوع خدمتی است کہ بواسطہ خادمان بخدویمان میرسد آیاتی
بینی کہ از درود گفتن عامہ امتنان آنحضرت تیر رفع درجات و کمالات ظلیہ بآنحضرت راجع میگردد۔
جواب سوال دوم: این است کہ کافہ مسلمانان ملت حضرت ابراہیم می باشند
بنابران حضرت امام نیز یکی از پیروان شان محسوب می گردد و ازین سبب ارجاع حصول کمال
ملاحت بواسطہ حضرت امام بحضرت ابراہیم کد ام غریبی ندارد چنانچہ کافہ مسلمانان میگویند کہ بدین
سر دارد و عالم ولایت حضرت ابراہیم می باشیم۔

سوال: این کمال امتزاج ملاحت به صباحت و امتزاج صباحت به ملاحت در
خلال ہزار سال یعنی در الف اول بوجود بیچ فرامت آنحضرت و یابدعائے بیچ ولی و یاعارف
و یابدعائے بیچ صحابہ کرام و تابعین وغیرہ ظاہر نگردیدہ و بالآخرہ بوجود حضرت امام موقوف
گردیدہ علت آن چہ خواهد بود؟

جواب: کمالاتیکہ بآنحضرت دادرہ شدہ است اگرچہ کمال خود سر دارد و عالم است
اما ظہور بعضی آنہا موقوف باوقات می باشد بنابر آن ظہور این کمال موقوف برور ہزار سال بودہ
چنانچہ آنحضرت فرمودہ اند کہ خزان زمین بمن دادہ شدہ است و حالانکہ ظہور این کمال در وقت
ظہور حضرت ہمدی موعود است و نیز آنحضرت فرمودہ اند کہ فتوحات شام را شاہدہ کرم و ظہور این
مشاہدہ موقوف بدورہ خلافت حضرت فاروق بودہ و خلاصہ این ہمہ کمالات از فضائل آنحضرت
می باشد کہ ہر کدام بواسطہ یکے از اسباب عادیہ بظہور پیوستہ است و از قریایشات حضرت امام معلوم
گردید کہ حسن ملاحت عبارت از اجمال جمال ذاتی حق تعالی است و حسن صباحت عبارت از تفصیل
جمال ذاتی او تعالی است و حسن صفات نیز از قسم صباحت می باشد و ملاحت اجمال و مرکز صباحت است۔
حضرت امام میفرمایند، باید دانست کہ مقام محبت بہ مرتبہ ملاحت مناسبت دارد و مقام
خلت بہ مرتبہ صباحت یعنی ملاحت اجمال و مرکز حسن و صباحت تفصیل و دائرہ آن مرکز است۔

سوال: حضرت امام حضرت موسیٰ را در مرتبہ محبت کہ مقام ملاحت است ہمید دانستہ

و مقام قلت را کہ صباحت است بحضرت ابراہیم نسبت داده اند۔ ازین فرمایش حضرت امام مزیت حضرت موسیٰ بر حضرت ابراہیم معلوم میشود، این موضوع چگونه خواہد بود؟

جواب: در کمال ظہور حقیقت کعبہ کہ در وجود حضرت ابراہیم ظاہر است هیچ کس بہ استنشاہ آنحضرت بحضرت ابراہیم مقایسہ شدہ نمی تواند اگرچہ در این مقام مزیت بحضرت موسیٰ است، اما شان حضرت ابراہیم در ظہور حقیقت کعبہ فوق شان حضرات انبیاء دیگر است بدون سردار دوعالم۔ تبصرہ: این فرمودہ حضرت امام بیان کشف و مشاہدہ است و افضلیت انبیاء عظام از یکدیگر شان بہ نصوص قطعیہ ارتباط دارد، بنا بران این بیان حضرت امام بیان کشف و مشاہدہ است نہ اظہار حکم افضلیت یکی بہ دیگرے۔

حضرت امام میفرماید: فرزندان وجود این معاملہ کہ بخلقت من مربوط بودہ است کارخانہ عظیم دیگر بمن حوالہ فرمودہ اند۔ و نیز میفرماید: دعوت انبیاء نسبت بہ معاملات باطنیہ ایشان نیز عین حکم دارد یعنی مقصود اولی کمالات خود آہتا بودہ و دعوت خلق از مقصود ثانوی می باشد۔

تبصرہ: شاید مراد از کارخانہ دیگر قرب و منزلت مقامات خود حضرت امام بودہ باشد و نیز شاید کہ مراد ازین معاملہ دیگر مقام منصبی بودہ باشد کہ حق سبحانہ تعالیٰ در مقام شفاعت بحضرت امام اذن عطا میفرماید تا وسیلہ شفاعت خواہی شان حق تعالیٰ عدہ از مجربین و عاصیان را مورد عفو و مغفرت قرار بدہد چنانچہ از فرمایشات حضرت امام در بعض مواضع مفہوم می گردد کہ حق سبحانہ فرمودہ کہ شخصے کہ ترا بمن وسیلہ گرداند اورا می بخشم۔

مکتوب ہفتم

حضرت امام میفرماید: بدان کہ در محبت ذاتیہ کہ حق تعالیٰ خود را دوست می دارد سہ اعتبار است: یعنی اول ظہور کمالات محبوبیت ذاتیہ است کہ در وجود مبارک آنحضرت ظاہر گردیدہ است (۲) ظہور کمالات محبت بہ صیغہ اسم فاعل کہ نصیب حضرت کلیم اللہ است۔ (۳) ظہور محبت

بصیغہ مصدر در وجود حضرت آدم علیہ السلام و حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
ظاہر شدہ است و ہر کدام ازین اعتبارات انوار جداگانہ می باشد۔

تبصرہ: حق تعالی ذات خود را دوست میدارد و این محبت ذاتیہ دارای سہ اعتبار
می باشد۔ (۱) محبوبیت (۲) محبت (۳) نفس محبت۔ پوشیدہ تمانکہ این سہ مرتبہ دوست
داشتن چنانچہ ذات حق تعالی تعلق دارد در مرتبہ ثانی نیز بطہور پیوستہ است و در وجود حضرات
انبیاء عظام ظہور کردہ است۔ باید دانست کہ حق تعالی چنانچہ ذات خود را دوست میدارد کمالات
اسمائی و صفائی و افعالی خود را نیز دوست میدارد و بطہور این محبت حق تعالی در وجود مبارک حضرت
خلیل تمام تر است یعنی نفس محبت اسماء و صفات در حضرت ظاہر بودہ و محبوبیت اسمائی و صفائی در
وجود انبیاء دیگر نیز متحقق می باشد و بطہور محبت اسمائی و صفائی نیز در وجود انبیاء دیگر ظاہر است
و صفات او تعالی دارای ظلال و متعلقات تیرمی باشد۔ پوشیدہ تمانکہ حق تعالی صفات اضافی
و فعلیہ خود را نیز دوست میدارد۔ بطہور محبوبیت آن ظلال نصیب اولیاء مرادان و محبوبان است
و بطہور محبت آن ظلال نصیب اولیاء مریدین و مجبین است یعنی اولیاء محبوبین مظهر محبوبیت
صفات فعلیہ حق تعالی و اولیاء مریدین و مجبین مظهر محبت ظلال صفات حق تعالی میباشد۔
خلاصہ بطہور محبوبیت و محبت خود صفات در وجود حضرات انبیاء عظام و ظلال آن در وجود
اولیاء کرام می باشد۔

خلاصہ بطہور کمالات محبوبیت ذاتی حق تعالی در وجود مبارک آنحضرت ظاہر است حضرت
امام میفرماید فوق مقام محبت ذاتیہ مقام حب است کہ جامع اعتبارات ثلاثہ است یعنی
جامع محبوبیت و محبت و محبت است۔ و نیز میفرماید مقام رضا فوق مقام محبت و حب است
یعنی در مقام محبت و حب صفات تا اندازہ اشتراک دارد و در مقام رضا صفات قطعاً اشتراک
نداشتہ و این مقام صرف بہ ذات بحت او تعالی ارتباط دارد و صفات مقدسہ دلالت علیہ عارف
نمی باشد۔ حضرت امام میفرماید فوق مقام رضا قدمی نیست مگر خاتم الرسل را یعنی مقام رضا

عبارت از عروج سردارِ دو عالم است در مراتب ذات بخت او تعالیٰ و تبعیت او بہ اولیائے مرادین نیز میسر است۔

تبصرہ: ذات بخت او تعالیٰ چنانچہ کہ بسیط است دارائے وسعت نیز می باشد و این وسعت حاوی سہ مراتب است۔ (۱) بدایت وسعت (۲) وسط وسعت (۳) کمال وسعت و یا بعبارہ دیگر (۱) مبداء وسعت او تعالیٰ (۲) خود وسعت او تعالیٰ (۳) کمال وسعت او تعالیٰ۔

(۱) مقام حب ابتداء وسعت او تعالیٰ است

(۲) مقام رضا عبارت از وسط وسعت او تعالیٰ است۔

(۳) مقام سردارِ دو عالم کمال وسعت او تعالیٰ است کہ از مقام رضا فوق تر است۔

حضرت امام میفرماید جایز است کہ در آن موطن کہ فوق مقام رضا است خادمی را بواسطہ وراثت و تبعیت جادہند و این فضیلت جزئی خادم است الخ، شاید این فرمودہ شان کنایہ از قرب معرفت خود حضرت امام بودہ باشد و ازین قرب مرتبت حضرت امام کہ از حبلہ امت و از عرفاء اند بحضرات انبیاء دیگر ثابت نمی گردد، بدلیل اینکه انبیاء دیگر نیز بطیفہ آنحضرت بآن مقام عالی مشرف اند و اولیاء بزرگ این امت بہ تبعیت آنحضرت بآن مقام مشرف می شوند۔ ناگفتہ ماند کہ مرتبہ طفیلی فوق مرتبہ تبعی می باشد۔ بنا بر آں حضرات انبیاء طفیلی و اولیاء کرام تبعی می باشند و تبعی بدون تنوع خود فیض گرفتہ نمی تواند و طفیلی بدون واسطہ ہم فیض گرفتہ نمی تواند اما بعض افراد تبعی مانند طفیلی می باشند۔

مکتوب ششم

حضرت امام میفرماید قرب و معیت او تعالیٰ نیز چون ذات او تعالیٰ بے چون است الخ یعنی قرب او تعالیٰ بہ منزله قرب جسم بحسم نبودہ و نہ بمنزلہ قرب عرض است بچوہر بلکہ یک قرب بلا کیف می باشد و نیز میفرماید کہ در حیات این جہان نصیب کاملان ایمان بالغیب می باشد و

و قرب او تعالیٰ در حق آہتا قرب بے کیفیت است حضرت امام میفرماید کہ ایمان بہ غیب اخص خواص
در رنگ ایمان بہ غیب عوام نیست عوام بہ سماع و یا بہ استدلال ایمان بہ غیب حاصل کردہ اند الخ
یعنی عوام بہ سماع ایمان حاصل کردہ اند و علمائے ظواہر از روئے استدلال ایمان حاصل کردہ اند
واخص و خواص یعنی بزرگان ذات او تعالیٰ را در پشت پردہ ہائے جلال و جمال و عقب سر پردہ
ہائے تجلیات و ظہورات مطالعہ نمودہ ایمان بالغیب حاصل نمودہ اند تا گفتہ نمائند کہ ایمان
بہ غیب بزرگان مانند ایمان بالغیب عوام و یا علمائے ظواہر نیست بلکہ ایمان اخص خواص را
از این سبب ایمان بالغیب میگویند کہ مطلوب را در پشت پردہ ہائے جمال و جلال مشاہد فرمود
اند چون سر پردہ ہائے جمال و جلال در بین است اگرچہ مانع شہود نیست اما چون در بین است
بنابران ایمان این بزرگان را تعبیر بہ غیب می نمایند و نہ ایمان این بزرگان ایمان شہودی
می باشند نہ بالغیب و با اینکه ایمان این بزرگان در وقت عروج شہودی بودہ ولی در حین نزول
چون توجہ بخلق دارند و آہتا اطراف حق دعوت می نمایند ایمان شہودی شان تبدیل بالغیب
می گردد و نہ در وقت عروج شہودی بودہ است۔

حضرت امام میفرماید، متوسطان ظلال را اصل انگاشته اند و تجلیات را عین متجلی
دانستہ و بہ ایمان شہودی خرسند الخ یعنی متوسطان میگویند کہ ما ایمان شہودی داریم و این
طائفہ دین گفتار خود را اشتباہ کردہ اند بہ سبب اینکه ظلال را اصل پنداشتہ اند و در حقیقت ہنوز
بہ شہود اصل مشرف نگردیدہ اند و مشاہدہ ظلال را اصل دانستہ چنان ادعا نمودہ اند و ایمان خود را
ایمان شہودی فکر نمودہ اند و در حقیقت ایمان شان بالغیب بودہ و ہنوز بہ مرتبہ ایمان شہودی نرسیدہ اند۔
سوال: عارف چرا تجلی را کہ عبارت از یک توریہ باشد اصل مطلب بداند در حالی کہ
اصل مطلوب کہ ذات مقدس او تعالیٰ است ہنوز عارف بآن مرتبہ مقدسہ نرسیدہ است و
عرفا کہ شہود تو را شہود حق تعالیٰ می پندارند دلیل آنچه خواہد بود؟

جواب: تجلی چنانچہ ظہور یک نور قدسی را گویند و بکذا ظہور شے در مرتبہ ثانی نیز تجلی

— آن شے گفتہ میشود چنانچہ ظهور زید در آئینہ تجلی زید گفتہ میشود پس وقتیکہ عارف این طور
مثالات را مشاهده کند بعید نیست کہ آنرا اصل بدانند۔ واللہ المثل الاعلیٰ۔

مکتوب نهم

حضرت امام میفرماید کہ نخست نفی الہہ باطلہ نمودہ اثبات معبود بحق نماید الخ یعنی ہر چیزیکہ
مکشوف و مشہود گردد آنرا نفی باید کرد و بعد از ان اثبات معبود بحق باید نمود۔ مراد اثبات شہودی
است زیرا کہ اثبات تقلیدی و استدلالی در وقت نفی ہم حاصل بودہ۔ آنحضرت میفرماید و از
حق تعالی حکایہ می نمایند کہ اگر ہفت آسمان و ملائک کہ در آسمانہا ہستند و ہذا ہفت طبقہ زمین
در یک پلہ ترازو و کلمہ نفی اثبات یہ یک پلہ دیگری ترازو گذاشتہ شود البتہ کلمہ نفی و اثبات نسبت
باہم راجح و گران تر می شود۔ یعنی بدلیل اینکہ زمینہا و آسمانہا از حبلہ ممکنات اند ولی در کلمہ مبارکہ
نفی و اثبات حقیقت وجودی و حقیقت امکانی ہر دو حقایق تذکور است چنانچہ جز اول این کلمہ
بیان امکان و ماسوی بودہ و جز ثانی اثبات مراتب و وجوب است و باین دلیل کلمہ نفی و اثبات
متضمن ممکن و واجب می باشد و آسمانہا و زمین ہاتھما ممکن اند۔

خلاصہ اینکہ جز اول این کلمہ جمیع ماسوی را نفی میکند و آسمانہا و زمینہا عرش و کرسی
روح و قلم و غیرہ عوالم را غیر معبود میداند جز دیگران کہ اثبات است بیان ثبوت الوہیت
حق تعالی است۔ پس در این کلمہ مبارکہ ممکن و واجب ہر دو تذکور است بنابر ان وزن آن
از تمام آسمانہا و زمین ہا گران تر است و نیز ممکن کہ محدود و تنہای است در مقابل مراتب و وجوب
کہ غیر محدود و غیر تنہای است۔ بیچ حیثیت ندارد حضرت امام میفرماید ہرچہ در ہر ایاء آفاق
و انفس متجلی شود چند و چون خواهد بود کہ شایان نفی است یعنی ہر تجلی کہ در ممکنات دیدہ شود راجح
ممكنات می باشد و مطلوب نیست و خود مطلوب از این ظہورات برتر است چیزے را کہ در ممکنات مشاہد
ینمایم و آنرا تنزیہ می پذیریم در حقیقت تنزیہیہ نبودہ بلکہ تشبیہ است و یکاثر بعید مرتبہ تنزیہ است

یعنی ذات و صفات او تعالیٰ در آفاق و انفس دیدہ نمی شود و این تراشیدہ عقل بندہ است کہ تجلی و ظہورات را حق می پندارد و گرنہ آن تجلی از ظلال بعیدہ ذات او تعالیٰ است قابل معبودیت نسبت آنرا نفی باید نمود تا با اصل رسیدہ شود۔

حضرت امام میفرماید کہ ایمان بالغیب وقتی میسر شود کہ ہم را در آنجا جولا نگاہ نمازد و این معنی در اقربیت او تعالیٰ متحقق است الخ یعنی بعد از مراحل سیر آفاق و انفس سیر اقربیت است کہ سیر صفات او تعالیٰ است در این سیر ایمان بالغیب نصیب عارف میگردد و آن ذات غیب مشہود می شود، افعال و صفات نیز اگر چه ظلال ذات او تعالیٰ اند و بگرد داخل دائرہ اصل و از مراتب و حجاباندر بنا بران در آنجا و ہم و خیال گنجایش ندارد بعد از سیر اقربیت کہ سیر صفات است سیر مراتب ذات پیش رواست و بعضی کامل مرادان بہ عروج آن مشرف اند۔ مصرع
تایار کر اخواہد و میلش بہ کہ باشد

چیزے کہ در دنیا نمونہ نداشته باشد و ہم و خیال در آنجا نمی رسد ذات مقدس و صفات ثمانیہ در دنیا نمونہ ندارد۔
تبصرہ: ایمان بالغیب دو نوع است یکہ ایمان بالغیب عوام است و دیگرہ ایمان بالغیب خواص۔ در غیب عوام معارضہ ہم موجود است و در غیب خواص معارضہ ہم و خیال گنجایش ندارد زیرا کہ خواص از مراحل آفاق و انفس گذشتہ و در سیر اقربیت رسیدہ اند و در سیر اقربیت ہم جولا نگاہ ندارد۔ حضرت امام میفرماید کہ ایمان شہودی در این دنیا صرف در حق آنحضرت صحت دارد کہ در معراج برویت او تعالیٰ مشرف گردیدہ اند و از اثبات نصیب کامل گرفتہ اند و حضرت ابراہیم ؑ مقام نفی را با انجام رسانیدہ اند و تمام ماسوی را پشت سر گذاشتہ از معبودیت غیر حق روگردان شدہ ہمہ را نفی کردہ اند اما بہ مقام اثبات نرسیدہ و برویت حق تعالیٰ مشرف نشدہ اند یعنی مقام اثبات در این نشأ خاصہ آنحضرت بودہ قبل از محشر بہ رویت بصری سرفراز گردیدہ اند۔

تبصرہ: رویت بصری در این جہان با استثنائے آنحضرت بہ هیچ کس میسر نشدہ۔ ولی رویت قلبی درین دنیا با استثنائے عظام و بعضی بزرگان نیز حاصل می شود۔

سوال: حضرت امام در اینجا ایمان شہودی را عبارت از رویت بصری میدانند و شہود قلبی را مربوط به ظلال میدانند ولی در دفتر ثالث سیر اقربیت را در حق دیگران نیز ثابت و یہ رویت قلبی قائل اند دلیل آن چه خواهد بود؟

جواب: دلیل آن این است کہ فرمایشات بزرگان ہمیشہ بر روی احوال است لهذا حضرت امام در حق کتابت دفتر دوم بیک حال و مرتبہ قرار داشتند و در حق نوشتن دفتر سوم بحال دیگرے لهذا فرمایشات شان در دفتر سوم مطابق مرتبہ همان حال شان میباشد و هیچگونه مورد اعتراض نیست خلاصہ اینکه شاید کہ در وقت تحریر دفتر دوم برویت قلبی مشرف نشدہ بودند و در وقت تحریر دفتر سوم باین نعمت سرفراز گردیدہ اند حضرت امام در مکتوبی میفرمایند از مرتبہ عین الیقین و حق الیقین چہ گفتہ شود انہ ازین فرمودہ حضرت امام ہم معلوم می شود کہ رویت قلبی ہست زیرا کہ عین الیقین و حق الیقین غیر از رویت قلبی معنائے دیگر نخواہد داشت و حضرت امام در مکتوبات مکررہ دفتر سوم فرمودہ اند کہ ادراک و درک ادراک او تعالی میسر میشود و ادراک و درک ادراک فرع رویت است۔ حضرت امام میفرمایند کہ عالم دلیل وجود حق تعالی شدہ نمی تواند انہ یعنی عالم ظلمت است و ظلمت دلیل نور شدہ نمی تواند بلکہ حق تعالی دلیل وجود عالم است و برہان برہان لمی است نہ برہان انی۔ و معنی ایمان بغیب کہ درین مکتوب است آنست کہ بذات غیب رسیدہ میشود تبصرہ: ازین فرمودہ نیز رویت قلبی معلوم می شود، زیرا کہ برہان لمی شہود علت را میخواہد کہ از ان جا استدلال بہ معلول کردہ شود۔

مکتوب دہم

حضرت امام در این مکتوب شریف از حضرت بایزید بسطامی و شیخ جنید حکایہ میفرمایند کہ این دو بزرگان گفتہ اند کہ اگر عرش را در زاویہ قلب عارف بنہند عارف بواسطہ فراخی و وسعت قلب بہ وجود عرش آگاہ نیگردد انہ در این مورد حاصل فرمودہ حضرت امام این است کہ چون در قلب عارف

تمثال و نمونہ عرش ظہوری نماید و اینہا نمونہ و تمثالات را خود عرش می پذیرد و قلب را از عرش
بزرگتر نماید سبب آن اینست کہ این عارف تمثال عرش را عرش دانستہ اند و از نارسائی خود ظلال
را اصل پنداشتہ و اگر این طائفہ صوفیہ در بین تمثال عرش و خود عرش فوق میکردند چنین چیز با
نمی گفتند و قلب را بواسطہ ظہور انوار قدم قدیم نمی گفتند یعنی در قلب آنہا انوار قدم بینماید
از آن سبب از نارسائی خود قلب را نیز قدیم می پذیرند در وقت این اشتباہ نہ رسیدہ بودند شاید
کہ بعد ازین بہ اصل رسیدہ باشند و این بیان گفتار ابتداء آنہا بودہ باشد۔

حضرت امام میفرماید کہ عرش آنست کہ حضرت حق اورا عظیم می نامد و سراسنوار آنجا
اثبات میفرماید الخ پس قلب آنہا بہ نسبت عرش ہیچ قابل مقایسہ نیست حضرت امام میفرماید کہ قلب
عارف چوں بہ مقتضای استعداد خاص خود بہ نہایت برسد قابلیت آن پیدا می کند کہ لمعہ
از لمعات بے نہایت ظہور انوار عرشی بر روی فائض گردد الخ یعنی اگر قلب بکمال برسد یک جزویایک
حصہ از تجلیات عرشی در آن ظاہر میشود، ناگفتہ نمائند کہ عرش مظهر ذات و صفات او تعالی است و مظهر
ظلال نمی باشد قلب عارف کامل نیز تا اندازہ از ظہور اصلی بہرہ دارد۔ قلوب غیر کاملان مظهر ظلال
است و اگر سلطان العارفین و حضرت جنید نیز از مراتب ظلال می گذشتند چنین چیز با نمی گفتند
پوشیدہ نمائند کہ اولیای کرام بیک حال نمی باشند بلکہ در ترقیات می باشند بنا بر آن شاید کہ حضرت
بایزید و حضرت جنید ازین احوال گذشتہ باشند۔ بیت

گہ بر طارم اعلیٰ نشینم گہ بر پشت پایے خود نہ بنیم

مکتوب یازدم

حضرت امام میفرماید عالم کبیر با وجود وسعت و تفصیل چونکہ ہستیت وحدانی ندارد قابلیت
ظہور بسیط حقیقی کہ مجرد از نسب اعتبارات است و محراز تفصیل و شیون و صفات است ندارد الخ
یعنی عالم کبیر کہ عبارت از عناصر و افلاک و عالم ارواح می باشند چونکہ ہستیت وحدانی ندارد و ہر کدام

شان بصورت جاگاہ موجود است منظر ذات حق شدہ نمی تواند ولی عرش کہ اشرف اجزای عالم
 کبیر است محل ظهور انوار حضرت ذات مستجمع صفات است و ماورای عرش تمام عالم کبیر منظر ظلال اند
 ازین سبب حضرت رب العالمین سر استوار مخصوص بعرش مجید گردانیده و در عرش ظهور ذات و صفات
 او تعالی دائمی است اگر چه حق تعالی نور آسمانها و زمین است اما آن نور مقرون بہ حجب ظلال است
 و این ہمہ ظهورات مقبوس از انوار ظهور عرشی میباشد کہ در پردہ حجاب در آسمانها ظهور فرمودہ است
 چنانچہ در این آیات کریمہ اشارہ باین معارف می باشد۔ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ
 کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجۃ کأنها کوب در یوقد من شجرة
 مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یصنی و لولم تمسسہ نار نور علی نورہ
 یعنی آسمانها و زمین ہا را در رنگ مشکات و آن نور را بمنزلہ مصباح تصور باید نمود۔ زجاجة را پردہ آسمان
 صفات باید دانست و آن مصباح کہ در ان مشکات گذاشتہ شدہ از شجرہ مبارکۃ زیتونہ است۔ شجرہ مبارکۃ
 کنایہ از ظهور جامع عرشی است۔ یعنی نوریکہ در آسمانها و زمینها ظاہر شدہ است بمنزلہ چراغ می باشد
 و آسمانها و زمین مانند مشکات است، زجاجة پردہ آسمان و صفات است شجرہ زیتونہ عبارت از ظهور جامع
 عرشی است و این ظهور جامع عرشی در آسمانها و زمین در حجاب آسمان و صفات ظاہر گردیدہ و بے حجاب
 نمی باشد و زجاجة صفات چونکہ واجب و قدیم است بمنزلہ ستارہ درخشان بودہ و آن ظهور جامع
 کہ لامکانی است از ان سبب شرقی و غربی نمی باشد و در آسمانها و زمینها در پردہ آسمان و صفات ظاہر
 شدہ بنابر ان نور بالائے نور می باشد یعنی نور ذات و کمالات ذات با کمالات صفات جمع
 گردیدہ است۔

خلاصہ توریہ در آسمانها و زمینها ظاہر شدہ در بین حجاب آسمان و صفات می باشد شجرہ
 زیتونہ عبارت از ظهور عرشی است مشکات عبارت از آسمانها و زمین است و زجاجة عبارت از صفات است
 و مصباح عبارت از ان نور میباشد کہ در آسمانها و زمین ظاہر شدہ و صفات او تعالی کہ قدیم است و دارا
 حسن جمال قدامت است بمانند ستارہ درخشان است و شجرہ زیتونہ عبارت از ان ظهور جامع عرشی است۔

تبصرہ: در عرش عظیم ظہور ذات و صفات بدون حجاب است و در غیر عرش ظہور ذات و صفات او تعالیٰ بدین حجاب نمی باشد چنانچه در آسمانها و زمینها و غیره بواسطہ حجاب بہ ظہور فرمودہ۔
سوال: اگر عرش محل ظہور ذات و صفات باشد باین صورت برای حق تعالیٰ مکان تعیین میگردد در حالی کہ او تعالیٰ لامکان است پس این فرمایش حضرت امام چگونہ خواهد بود؟

جواب: ظہور حق تعالیٰ در عرش از ظرفیت و مطروفت مبرا است چنانچہ تمثال زید در آئینہ خود زید نمیشد بلکہ آئینہ مظهر صورت زید است و مکان زید نیست همچنان عرش نیز محل ظہور ذات و صفات است نہ مکان و محل حق سبحانہ۔

تبصرہ: در آسمانها و زمینها ظہورات کمالات واجبی بواسطہ حجابات صفات است و در قلوب اولیاء کرام نیز ظہور ظلال و تمثالات صفات است مگر قلب عارف کامل کہ در آن نیز ظہور اصل و ظہور عرشی است اما ظہور عرش کل و ظہور قلب بمنزلہ جزو آن است و انسان بواسطہ جامعیت لیاقت ظہور بسیط حقیقی داشته می باشد۔

حضرت امام میفرماید کہ این ظہور جامع کہ بہ عرش انتساب یافته است تنہای مشاہدات معائنات و مکافات است بعد از آن معاملہ بچل قرار می یابد یعنی کمالاتیکہ بعد از آن رود ہر در مثال تصویر آن نمی گنجد۔ از آن سبب عارف از ادراک آن عاجز است۔ ناگفتہ نمائید کہ این فرمودہ حضرت امام وقتی است کہ بہ ادراک ذات مقدس مشرف شدہ بود در ثانی کہ با ادراک آن مرتبہ مقدسہ مشرف شدہ اند فرمودہ اند کہ ادراک و درک ادراک آن مرتبہ مقدسہ نیز ممکن واقع است اما حقیقت آنست کہ بعد از گذشت ظہور عرشی اول چل و در ثانی ادراک است۔

انچہ میفرماید این ظہور جامع ہر چیز مقرون بہ صفات است اما صفات حجاب ذات نیستند یعنی در وقت ظہور ظلال یک چیز صفات او حجاب ذات آن چیز میشود و در وقت ظہور خود آن چیز صفات حجاب ذات آن چیز نمی گردد زیرا کہ در بین صفات و خود آن چیز هیچ تفریق وجود ندارد۔ باین اولیاء کرام کہ تجلیات عالم و حجب را بہ تجلیات فعلی تجلیات صفاتی و تجلیات ذاتی تعبیر

نموده اند این گونه تعبیرات در مراتب ظلال اندر در حین وصول باصل این تجلیات ثلاثہ در بین خود فرقی ندارند زیرا کہ ذات وصفات و افعال از ہم جدائی ندارند و تجلی یکے بدون دیگر نمی باشند۔ حضرت امام میفرماید نمی بینی کہ در آخرت ذات مستجمع صفات دیدہ میشود و ذات بدون صفات دیدہ نمی شود الخ یعنی در وقت رسیدن بہ اصل شہود صفات از ذات جدائی نداشته و ذات صفات در یک مرتبہ موجود است ولی در حین وصول بہ ظل فعل و ظل صفات تجلی فعل جداگانہ و تجلی صفات جداگانہ می باشد چنانچہ تفصیل آن قبل از تذکار یافت خلاصہ عارفیکہ بہ خود صفات افعال رسیدہ است برائے او تجلیات ثلاثہ یک جا حاصل است۔

حضرت امام میفرماید کہ عارف کامل را چون گرفتاری ذات او تعالی استیلا می یابد ملاحظہ اسما و صفات از نظر او ساقط میگردد و غیر از ذات احدیت تعالی هیچ مشہود او نمی ماند الخ یعنی در خارج ذات او تعالی از صفات مقدسہ جدائی ندارد مگر در قلب عارف کہ عاشق ذات است ذات او تعالی بدون ملاحظہ در قلب او ظاہر است و این یک نوع فصیلت جزئی قلب میباشد نسبت بعرش عظیم زیرا کہ عرش عظیم مظهر ذات و صفات او تعالی است و قلب عارف تنہا مظهر ذات می باشد این فصیلت اثر عشق عارف است کہ عرش آنرا ندارد۔ بیت

گر عشق نبودی و غم عشق نبودی چندین سخن نغز کہ گفتی کہ شنودی

حضرت امام میفرماید عدم شرکت صفات نصیب ہیئت وحدانی انسان است و نصیب ہیئت وحدانی قلب انسان است و نصیب جزو ارضی انسان است و میفرماید کہ در انسان دو چیز است کہ عرش آنرا ندارد در انسان جزو ارضی است کہ در عرش نیست و ہیئت وحدانی است کہ آہم خاصہ انسان است و شعوریکہ بہ ہیئت وحدانی تعلق دارد نور علی نور است کہ مخصوص بعالم اصغر است کہ عبارت از قلب انسان می باشد یعنی عرش جزو خاک ندارد و بکنز عالم کبیر دارا ہیئت وحدانی نمی باشد بتا بر آن ظہور ذات تنہا در قلب عارف می باشد و بس و بسا موجودات این نعمت میسر نیست دلیل شان این است کہ قلب عاشق ذات مقدس است بتا بر آن

ذات بدون صفات دروے ظاہر میگردد و این تفصیل قبلاً نیز تذکار یافت۔
 مزیت دیگرے کہ قلب دارد و ان این است کہ قلب داراے شعور و عشق میباشد و عرش
 ازین شعور و عشق بے بهره است، بنابراین قلب انسان کامل منظر صرف ذات بخت است کہ مجرد از
 صفات و اعتبارات است و این امر از عجائبات انسان است کہ در هیچ مخلوق دیگر جستجو
 نمیگردد، ازین سبب است کہ انسان افتخار اہلیت و لیاقت خلافت را حاصل و متحمل بار امانت
 گردیده است۔ عارفی گفته:

عرش و غزین ہر دو یک طبق است بلکہ غزین شریف تر طبق است

یعنی عشق و شعور یکہ قلوب اولیای غزین طہند عرش ازاں بے بهره است۔ بیت

حسن تو چنان کرد مرا زیر و زبر کہ ز حال و خط و زلف تو ام نیست خبر
 حضرت حافظ میفرماید:

آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعہ قال بنام من دیوانہ زدند
 حضرت بیدل نیز میفرماید:

نامش از پرده بر زبان می آید و اندر کہ نیست جائے او جز دل ما
 بیت عارف بخارائی میفرماید:

رو بر در دل بنشین آن دلبر خراہی وقت سحری آید و یا نیم شب آید

پوشیدہ نماں کہ این یک فضیلت جزئی است مرقب را و فضیلت کلی عرش مجید راست۔

و آن ہم سبب عشق است کہ انسان بآن مشرف است۔ بیت

ہر چند پیر خستہ دل و ناتوان شدم ہر گاہ کہ یاد روے تو کردم جوان شدم

مکتوب دوازدم

حضرت امام میفرماید ملائکہ کرام مشاہد اصل اندر انسان بیچارہ در این دنیا کم است کہ
 اندویشہ ظلیت قدم بیرون نہر الخ یعنی ملائکہ متوجہ و مشاہد ذات و صفات او تعالی اند و مشاہد

مراتب اصول اندو انسان از دائرہ ظلیت بیرون و بالا تر از ان کمتر سیر و عروج می نمایند چنانچه اکثر بزرگان در دائرہ ظلال قرار دارند و عده محدودی از بزرگان در حین حیات بمراتب اصل مشرف میگردند و بعد از وفات کافه اولیاء کرام بلکه جمله مومنان به شہود مراتب اصل قرار مراتب شان مشرف میشوند۔

فضیلت کہ انسان را بر ملک است این است کہ پر تو اصل جز قلب انسان کامل میگردند و آن پر تو بقا پیدا می کند بعد از حصول بقا به دعوت خلق اشتغال می نماید ولی ملائک مانند انسان نبوده و پر تو عالم و حجب جز بدن آنها نمی گردد و این بقا به تجلی عالم و حجب خاصہ انسان است و ملائک از ان بے بهره اند و این افضلیت از برکت جز خاکی انسان می باشد۔ بیت

قدسیاں را عشق ہست در نیست در دہم آزادی در خورد نیست

تبصرہ: ایمان عارف اگرچہ در وقت عروج شہودی بودہ اما در وقت نزول برائے دعوت ارشاد دیگران ایمان شہودی او بہ غیبی تبدیل می گردد اما چون وقت ارشاد عارف با انجام بر دار قضاے خداوندی فوت شود در ان وقت عارف بشہود اصل مشرف میگردند۔

سوال: از فرمودہ فوق کہ انسان در ظلیت است معلوم میشود کہ انسان باصل نمی رسد۔

جواب: بعد از ان کہ انسان باصل می رسد در وقت نزول منظر اصل می گردد و این ظہور اصل ظل اصل می باشد نہ خود اصل۔

حضرت امام مہدی باید چون انسان بعد از تمامی مدت رجوع و بعد از الضلع بہ صیغ اصل رجوع باصل نماید و متوجہ بجناب قدس گردد اختصاصی و انبساطی کہ اورا آنجا میسر شود یقین است کہ دیگرے را نشود زیرا کہ اس عارف در حیات این جهان در اصل فانی گشتہ و بقا باصل پیدا کردہ و دیگرے را چہ مجال کہ بہ او برابری جوید و دعوی ہم سری نماید الخ یعنی اگرچہ انسان مشاہد اصل می باشد اما چیزے کہ در بدن او جای میگیرد ظل آن اصل است نہ خود اصل و بقا بہ ظل اصل پیدا می کند زیرا کہ اصل در وجود او نمی آید و بقاے انسان بہ ظل اصل است بعد از رسیدن باصل بظل

آن باقی می شود نہ آنکہ باصل نمی رسد۔

سوال: حضرت امام این مراتب مقدسہ و این مقامات را خاصہ انبیاء عظام گفته اند آیا انبیاء عظام در ابتداء کمالات نبوت شان باین مراتب مقدسہ رسیدہ خواہند بود و یا کم و زیاد۔
جواب: در کمالات نبوت نیز ابتدا و وسط و انتہا موجود است چنانچہ کمالات ہدایت و نہایت نبوت انبیاء عظام در احادیث شریف بسیار دیدہ میشود۔

در مشکوٰۃ شریف وارد است کہ آنحضرتؐ بہ جنازہ یک طفل انصاری تشریف بردہ بودند بعد از تشریف آوردن شان حضرت صدیقہ بی بی عائشہؓ مادر مومنین فرمودند کہ آن طفل گنجشک است از گنجشک ہائے جنت۔ آنحضرتؐ فرمودند کہ توجہ خبر داری کہ اگر این طور نبودہ باشد شاید کہ درین وقت آنحضرتؐ معلوم نبودہ کہ اطفال مسلمانان بہشتی میباشند یا خیر۔ در ثانی با آنحضرتؐ معلوم شد کہ اطفال مسلمین بہشتی اند بنا بر دلائل متذکرہ نبوت نیز در اے کمالات ابتدائی و وسط و انتہائی می باشد اما نبوت معارف ظلیہ ندارد بقیہ این بحث در آخر مکتوب نمبر ۱۴، این حصہ ملاحظہ شود۔

مکتوب سیزدہم

حضرت امام میفرماید کہ نصیب علمائے ظواہر علم شرائع و احکام است الخ یعنی علمائے ظواہر اگرچہ دارے علم و عمل بودہ اما از معارف ذات و صفات بہرہ ندارند۔ صوفیہ کرام بر علاوہ آنچه کہ علماء دارند دارے احوال و مواجید نیز می باشند و نیز میفرماید کہ نصیب علمائے راسخین کہ ورثہ انبیاء اند۔ آنچه علمائے ظواہر دارند و با آنچه صوفیہ بآن ممتاز اند اسرار و دقائق است کہ در تشاہدات قرآنی و مرواشارات بآن رفتہ است الخ یعنی علمائے ظواہر علم و عمل دارند و صوفیہ کرام با وجود علم و عمل دارے تجلیات و معارف و کشفات اند و علمائے راسخین بر علاوہ اینکہ کمالات ہر دو طائفہ را دارا ہستند از اسرار تشاہدات قرآنی نیز با خبر اند زیرا کہ آہنہا بر سبیل تبعیت و وراثت بدولت کمالات انبیاء مشرف و خادم حضرات آہنہا و محرم بارگاہ اند و تشاہدات قرآنی اسرار و

حضرات انبیاء و علماء را سچین خادبان خاص انبیاء مانند بنابر آن از اسرار محمد و یان آگاہ و وارثان کامل اند و دیگران وارث کامل نمی باشند۔

مکتوب چہارم

حضرت امام میفرماید کہ ہفتاد ہزار بار پر حائیت الخ چون در مرض طاعون حضرت خواجہ محمد صادق پسر کلان حضرت امام و ہمیشہ محترمہ و مرحوم گردیدہ بودند بنا بر آن حضرت امام بحضرت شیخ احمد برکی توصیه میفرماید کہ ثواب کلمہ مبارکہ را ہفتاد ہزار بار بہ ارولح شان بخشش نماید۔
تبصرہ: در کتاب جامع صغیر و یاد در کتاب بدور سافرہ سایر کتب احادیث دیدہ شدہ کہ آنحضرت بخواندن کلمہ نفی و اثبات امر کردہ اند و فرمودہ اند کہ این کلمہ شریف ہفتاد ہزار بار خواندہ شود حضرت امانت بہ تعمیل آن حدیث شریف ہفتاد ہزار بار امر کردہ است۔

حضرت امام میفرماید کہ قطب الاقطاب صاحب علم است الخ یعنی در ہر عصر و زمان دو قطب موجود است یکے قطب ارشاد و دیگرے قطب ہدایت قطب ارشاد ہر حلقہ ارشاد و ہدایت است قطب ہدایت ہر حلقہ امدادات غیبی است و اولیاء دیگرے نیز تحت اثر این قطب ارشاد و ہدایت قرار دارند و ہر کدام شان در حصہ خود امدادات غیبیہ را بہ عہدہ دارند چنانچہ کشتی ہارا از غرق شدن و یا کسانیکہ در صحرا یا بہ چنگال درندہ میافتد و غیرہ خطرات دیگر یکہ انسانہا بآن مواجہ و روبرو میگرددند چنانچہ اشخاصیکہ در رشتہا گمراہ میشوند بآن ہار ہیری می نمایند این طائفہ بزرگان بہ نجات آہنہا سہم دارند و وظائف امدادات غیبی را بہ عہدہ دارند و قطب ہدایت یکہ امدادات غیبیہ را بہ عہدہ دارند صاحب کشف میباشند و اولیاء کہ زیر دست او میباشند بعض آہنہا صاحب کشف پودہ و برخی آہنہا داراے کشف نمی باشند باز ہم امدادات غیبی خود را بہ عہدہ داشتہ و یکمک دوستان رسیدہ و بہ ہدایت قطب ہدایت کار می کنند علم بہ معنای کشف است۔

سوال اولیاء کہ داراے کشف نمی باشند و ہدایت خود معلومات نداشتہ باشند

بدون داشتن معلومات و کشف بدگیران چگونه ممکن خواهند نمود و آہنہارا از خطرات عایدہ چہ طور نجات خواهند بخشید؟

جواب: امدادات غیبی در حقیقت از جانب حق تعالی است کہ یک مخلوق خود را از خطرات عائدہ نجات می بخشد ولی بر سبیل عادت تمثال و عکس و نمونہ این دوستان خود را نشان دادہ سبب رفع خطرات میگرداند یعنی در این عمل خود عارف کہ داراے کشف ہم نباشد و ازین موضوع آگاہ ہم نباشد حق تعالی تمثال و صورت آہنہارا طایر ساختہ خطرات را بوسیلہ او مرفوع می گرداند و یا این کہ قطب مدار آہنہارا می فرستد حضرت امام در مکتوبے از حضرت خواجہ نقل میفرماید: عارفی گفتہ کہ مردے از حج آمدہ میگوید کہ ترا در عرفات دیدم و یاد در فلان و فلان جا ہا دیدم در حالیکہ من در بیچ جانز قنہ ام و در خانہ قرار دارم یعنی حق تعالی تمثال دوستان خود را گاہے در عرفات و یاد را ما کن دیگر نشان میدہد اما خود عارف گاہے ازین معاملات آگاہ می شود و گاہے آگاہ نمیشود۔ مصرع از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

حضرت امام میفرماید: حق سبحانہ ہمہ را علم احوال نمی بخشد الخ یعنی لازم نیست کہ ہر ولی داراے کشف بودہ باشد و نیز کشف سبب بلندی درجہ و مراتب نمی باشد چنانچہ بعض عرفا اگر چہ داراے کشف ہم نباشند از بعضی اولیائے صاحبان کشف عالی تر خواهند بود خلاصہ اینکہ قرب چیز دیگر است و کشف چیز دیگر، اما کشف سبب بصیرت مقامات می باشد۔

تبصرہ: اگر قرب عارف در خیال او منتقش گشت آن عارف داراے کشف است و اگر قرب او بخمال او منتقش نگردد داراے کشف نمی باشد پس کثرت عروج و کثرت قرب چیز دیگر است و کشف چیز دیگر اگر چہ کشف سبب فضیلت نہ بودہ اما کشف سبب بصیرت مقامات است و صاحب آن بہ تفصیل مراتب عروج خوب تر می فہمید۔

مکتوب پانزدہم

درین مکتوب شریف حضرت امام عالی این بلده راسرزنش میفرماید و برائے شان بنویسد کہ خطیب آنجا در خطبہ از خلفائے راشدین نام نبرده است چرا آنرا تهدید و ملامت نکرده اند یعنی اگر چه یاد کردن نامہائے مبارک خلفائے راشدین از شرائط خطبہ نیست مگر از شعار اہل سنت می باشد و آنچه میفرماید کہ جامعہ مہدیہ یعنی در ہندوستان شخصے بود نام سید محمد جون پوری کہ کہ بعض مردم اورا مہدی آخر زمان می پنداشتند مرده است قبر او در یکے از ولایات افغانستان یعنی در فراه می باشد مقصد حضرت امام این است کہ مردمان این شہر تبلیغات تابعان اورا نزدیک نماید تا سبب گمراہی نشود و ثابت است کہ آن شخص مہدی نبوده است۔ در حال ہم تابعان آن شخص از ہندوستان بولایت فراه افغانستان می روند و قبر او را آباد کردہ و احترام می کنند۔ شنیدہ ام کہ نواب پالان پور نیز بآن عقیدہ بودہ و اورا مہدی موعود دانستہ۔

مکتوب شانزدہم

حضرت امام در این مکتوب شریف از فضیلت مرگ طاعون و عجائب قبر بیان میفرماید و میگوید کہ مرگ طاعون شہادت است و در قبر ترقی مقامات نیز موجود است یعنی مردگان توجہ مرشدان و مابدون توجہ در قبر نیز ارتقائی یابند و درک این معاملہ از عقل عوام بلند است کشف و مشاہدات ہیچو احوال کار اولیا است نہ اشخاص دیگر۔ حضرت مولانا گوید۔ بیت
در نیابد حال پختہ، بیج خام پس سخن کوتاہ باید و السلام

مکتوب ہفتم

در این مکتوب حضرت امام بحوالہ حضرت میرزا حام الدین کہ بعد وفات حضرت خواجہ محمد صادق تعزیت نامہ نوشتہ بودند چنین تذکر میدہند و میفرمایند کہ مخدوم زادہ کلان کہ درین مرض طاعون انتقال کردہ است دارائے حالات عجیبہ و غریبہ میباشد کہ فقیر در قبر او مشاہدہ می کند یعنی

حق تعالیٰ در حق او و این اموات مرض طاعون مہربانی ہائے زیاد کردہ است و می کند۔

مکتوب ہشتم

حضرت امام میفرماید کہ شریعت را صورتی است و حقیقتی الٰہی یعنی صورت شریعت بہ محکمت کتاب و سنت تعلق دارد و حقیقت شریعت بہ تشابہات کتاب و سنت تعلق دارد و این ہر دو علم نصیب علمائے راسخین می باشد و علمائے راسخین کسانے اند کہ از اسرار تشابہات و مقطعات قرآنی آگاہی دارند و صورت شریعت را با حقیقت شریعت جمع ساختہ اند علمائے طواہر ازین مرتبایہ نصیب اند صرف بصورت شریعت اکتفا کردہ و از حقیقت آن غافل اند بلکہ بعضی آنہا منکر حقیقت شریعت بودہ مردم را از اں باز می دارند و من زین لہ سوء عملہ فراہ حسنا۔ و طائفہ از صوفیہ تا رسیدہ نیز شریعت را منحصر با حکام و استدلال دانستہ و از حقیقت شریعت بے خبر اند و این طائفہ حقیقت را سوائے شریعت می پذیرند بگاہ علت آن اینست کہ این طائفہ در مراتب ظلال قرار داشتہ و از حقایق شریعت معلوماتی ندارند و اگر بمراتب اصل می رسیدند و مصداقات مسائل شرعی از روی کشف مشاہدہ میفرمودند آنگاہ چنین چیز پانمی گفتند یعنی حقیقت را جدا از شریعت نمی پذیرد اشتند۔

تبصرہ: حقیقت ولایت دیگر است و حقیقت شریعت دیگر یعنی حقیقت ولایت صغریٰ رسیدن بظلال صفات است و حقیقت شریعت رسیدن بہ صفت الکلام و شان الکلام است۔ کسانیکہ بہ حقیقت ولایت رسیدہ و بہ حقیقت شریعت نہ رسیدہ اند این طور میگویند اما اگر بہ حقیقت شریعت برسند میدانند کہ حقیقت ما ظل حقیقت شریعت است۔

حضرت امام میفرماید پیری و مریدی در طریقہ عالیہ نقشبندیہ بہ تعلیم و تعلم طریقہ است الٰہی یعنی در طریقہ نقشبندیہ تعلیم ذکر است و صحبت شیخ و صرف بکلاہ دادن و شجرہ گرفتن کاری شود در این طریقہ عالیہ نہایت دیگران کہ جذبہ است در بدایت ایشان درج است نظر و صحبت پیران

این طریق عالیہ شفا دہندہ امراض قلبیہ است چنانچہ توجہ ایشان کہ ورت ہائے قلبیہ را معدوم
و از بین می برد و سالک را بہ فنا و بقا مشرف می گرداند۔
مکتوب نوزدیم حاجت بہ شرح ندارد۔

مکتوب ہفتم

درین مکتوب شریف حاصل فرمودہ حضرت امام این است کہ صفرائیان شیرینی شکر را
نمی فهمند و وجود صفرائی مانع احساس شیرینی شکر میگردد و سودائیان شیرینی شکر را می فهمند یعنی
طبقہ عوام مانند صفرائیان میباشند کہ از اسرار عروج و کمالات صلوٰۃ معلوماتی ندارند ولی طبقہ خواص
از اسرار و مراتب عروج خبر دارند بنابر آن این طائفہ عوام و خواص با ہم قابل مقایسہ نیست حضرت
امام انہارامی فہماند کہ بخواص مقابلہ کنید۔ خلاصہ حقیقت صلوٰۃ عبارت از تجلی حق تعالی است
کہ بصورت ارکان صلوٰۃ یعنی مانند قیام رکوع و سجۃ متمثل میگردد حضرت عروۃ الوثقی در بارہ
حقیقت صلوٰۃ میفرماید۔ بیت۔

چکد مشک ترا ز دستم گران گیسو بد افتد دم صبح از گریہ نام گران مہ در کنار آید
و نیز میفرماید کہ کسی کہ آن حقیقت رعترا را شاہدہ نگردہ باشد قدر این ارکان را نمی فہمد۔

مکتوب ہشتم و یکم

در این مکتوب شریف حضرت امام راجع بہ بیان قلب تذکراتی داردہ اند یعنی قلب بدو
معنی اطلاق میشود۔ (۱) قلب نوری کہ از عالم امر است و عالم امر چون لامکانی است لہذا
دارای وسعت می باشد بروئے ہمیں وسعت قلب نوری است کہ حضرت جنید و حضرت بایزید
آتر از عرش بزرگتر پیدا شدہ اند۔ (۲) قلب مضغہ کہ عبارت از پارچہ گوشت می باشد کہ بطرف چپ
سینہ بایں دوش و قبرغہ قرار داشتہ مانند صنوبر می باشد اما استعداد ازین پارچہ گوشت از استعداد

قلب نوری بلندتر است یعنی در قلب نوری ظهور یک تجلی از تجلیات است۔ اما در قلب صنوبری ظهور ذات اوتعالی است۔ بنا بر آن کمال قلب نوری اگر چه از کمالات ظهورات عرشی پایین تر اما ظهور قلب صنوبری از ظهور عرشی فاضل تر است زیرا کہ در عرش ظهور ذات مسجّم صفات می باشد و در قلب صنوبری تنها ظهور ذات اوتعالی است۔ بیت

عشق تو چنان کرد مرا زیر و زبر کز خال و خط و زلف تو ام نیست خبر
رو بر در دل بنشین آن دلیر خراپی وقت سحری آید و یانیم شب آمد

تبصره: اگر چه صفات از ذات اوتعالی جدائی ندارند اما در قلب عارف که عاشق ذات اوتعالی است ظهور ذات مقدس بدون صفات است۔ اما این یک فضیلت جزئی است و فضیلت کلی مرعش راست۔ خلاصه اینکه درجائے که حضرت امام ظهور قلب را کمتر از ظهور عرشی گفتہ مقصد شان قلب نوری بوده نہ قلب صنوبری و آنچه در حدیث شریف وارد است مراد از قلب قلب مضغہ و صنوبری می باشد نہ قلب نوری و اکثر اولیائے کرام از کمالات قلب صنوبری معلوماتی ندارند و صرف بہ کمالات قلب نوری رسیده اند، کمالات قلب صنوبری کمالات انبیائے عظام است کمالات قلب نوری کمالات اولیائے کرام اند کہ در ظلال قرار دارند ناگفته نباید گذاشت زحانی کہ قلب صنوبری بکمال برسد تمام لطائف عارف اجزائے او میگردد اما جزو اکمل او مختصر خاکی است عرفائے کہ بہ کمالات قلب صنوبری نایل آتند کمالات نبوت مشرف گردیده اند۔

حضرت امام میفرماید کہ قلب نوری چون بکمال برسد بہ کرمتی میشود و متجوہر بہ ذکر میگردد یعنی از ذکر اوتعالی انعکاس میگیرد و ذکر ملک و یادداشت او میگردد و در این مرحلہ هیچ گاہ غفلت دست نمیدہد و قلب مضغہ اگر بکمال برسد منظر عین مطلوب میگردد، برعکس قلب نوری کہ اگر بکمال برسد منظر ظل مطلوب میگردد۔ پس در بین قلب نوری و صنوبری فرق آنست کہ ظهور در ہر دو قلب ظهور ظل است اما ظاہر در قلب صنوبری اصل است و در قلب نوری ظاہر ہم ظل می باشد۔

حضرت امام میفرماید عجائب کار و بار است الخ یعنی این قلب صنوبری کہ منظر ذات او تعالیٰ است بعد رجوع و نزول بدعوت خلق بہ ظلمت و تیرگی مواجه میگردد چنانچہ در حین نزول آن حضور قبلی کہ داشت تغییری یابد و حضور بہ غیبت تبدیل میشود ازین سبب آنحضرت ہمیشہ استغفار می نمودند۔ حاصل کلام حضرت امام اینکہ قلب صنوبری جو نفیس است کہ خزان و اسرار عالم خلق دروے تہادہ شدہ است و ہکذا کمالات خفیہ عالم امر نیز در وی مکنون گردیدہ بالآخرہ ہیئت و صرانی پیدا کردہ است۔ قلب عوام اگرچہ دارے اجزائے عشرہ یعنی دارے لطائف عالم امر و عالم خلق میباشد اما چون این اجزائے شان بکمال نرسیدہ اند و ہیئت و صرانی پیدا نہ کردہ اند و ہر کدام شان بصورت جداگانہ افتادہ است بنابران کمال قلب عارف را ندارند حضرت امام میفرماید لے برادر این ہمہ کمالات الخ یعنی مقام قاب قوسین دیگر است و مقام اودانی دیگر۔

تبصرہ: قلب مظہر است حق تعالیٰ دران ظاہر در مقام قاب قوسین در ظاہر رنگی از منظر تا اندازہ متوسم و نمایاں میگردد و منظر ہنوز کامل در ظاہر فنا نگردیدہ است و از وجود بشری او یک اندازہ اثرے باقی ماندہ است و در مقام اودانی وجود بشری عارف فتلے کامل یافتہ است۔ نام و نشانے از عارف باقی نماندہ است، پس مقام قاب قوسین دارے دو قوس می باشد یکے قوس جوی است و دیگرے قوس امکانی کہ عبارت از وجود بشری عارف است کہ در مقام قوسین وجود بشری ہنوز باقی و قوسین موجود است۔ و در مقام اودانی کہ دارے یک قوس می باشد قوس امکانی بہ کلی فانی گردیدہ دران وقت از وجود بشری عارف ہیچ اثرے باقی نمی ماند و وجود موہوبی بہ عوض آن عارف گردیدہ است۔ ناگفتہ نباید گذاشت کہ مقام قاب قوسین دارے چند مراحل می باشد۔

(۱) مرحلہ شہود صفات اضافی است کہ در این مرتبہ عارف در مراتب و جوی بہ کلی فانی نگردیدہ و قوس امکانی او ہنوز قرار دارد پس دو قوس در اینجا عبارت از وجود بشری عارف و صفات اضافی است۔
(۲) فتلے عارف در صفات ثبوتیہ است کہ در این مرتبہ دو قوس عبارت از قوس عارف و قوس صفات ثبوتیہ او تعالیٰ است و فتلے این مرتبہ از فتلے مرتبہ اول اتم و کامل تر میباشد۔

(۳) فناے عارف در شیوات ذاتیہ است در این جائیز دو قوس است یکے قوس عارف است و دیگرے قوس شیوات -

(۴) فناے عارف در مقام اعتبارات ذاتیہ است در این جائیز دو قوس است یکے قوس عارف و دیگرے قوس اعتبارات -

(۵) فناے عارف در مقام تجلی ذاتیہ است کہ بلندترین فنا ہا ہمیں فنا است کہ در اینجا عارف بمقام اودانی مشرف میگردد و از قوسین اثری باقی نمی ماند صرف قوس وجوب بحال خود می ماند کہ در این مکتوب شریف از ان تذکرات داده شدہ است -

بقرار فوق عارف در ہر مرتبہ از مراتب وجوبی بوجود موہوبی آن مرتبہ مشرف میگردد و وجود موہوبی کہ در مقام اودانی بعارف عنایت میشود اکمل ترین وجودات موہوبی عارف است کہ از مرتبہ تجلی ذات مقدس بہ او عنایت میشود -

تبصرہ: فنا دو نوع است یکی فناے شہودی است و در این فنا سالک ممکنات را فراموش و بہ شہود مراتب وجوب مشرف میشود - دیگر فناے وجودی است کہ در این مقام وجود بشری عارف حکم یک پوشین وجہ پیدامی کند و تجلیات عالم وجوب ذات عارف میگردد باین طور کہ باطنی او تجلیات ذاتیہ و ظاہر او تجلیات صفاتیہ گردیدہ و وجود بشری سابق عارف بمنزلہ لباس او میگردد -

تبصرہ: در وقت نزول صاحب این قلب کامل ہم بہ استدلال محتاج میگردد چیزے را کہ در عروج دیرہ بود در نزول مفقود گردیدہ و عارف محتاج استدلالی گردیدہ -

مکتوب بست دوم

حضرت امام در این مکتوب شریف از شرافت سرسند شریف بیان و میفرمایند کہ چاہ عمیق راصفہ بلند ساختہ اند و توری در ان نہادہ شدہ کہ ما خود از نور بے صفتی و بے کیفی است الخ یعنی چنانچہ کہ در بیت اللہ شریف نور ذات بحت او تعالی است در این جائیز آن نور مقدس ظاہر است -

مراد از بلندی آنست که زمین سرسبز منظر انوار عالیہ می باشد۔

حضرت امام میفرماید که پیش از آنکه حال فرزندی عظمی مرحومی به این درویش ظاهر ساخته بودند و در گوشه سکونت فقیر توری نشان داده بودند که گردی از صفات و شیونات بوی راه نیافته بود و آن یعنی نور ذات بخت او تعالی بمشاهده می رسید و حضرت امام بعد از مشاهده این حال باین فکر بودند که شاید محل آن نور زمین دفن خودشان خواهد بود، در نتیجه آن زمین دفن حضرت مخدوم زاده کلاں گردید بالآخره بعد از مدتی بحضرت امام ظاهر شده که آن نور یک تجلی از انوار قلبیہ حضرت شان بوده مانند چراغیکه از مشعل بزرگ انشعاب و جدا شود و مرقد مبارک حضرت امام هم در آنجائی باشد حضرت امام میفرماید که تمام این انوار از نزد حق تعالی است و تجلی قلب فقیر هم از عنایت او تعالی است۔ تبصره: لباس و محل نشین عارف بمالات عارف منعکس میگردد و چون سرسبز محل تجلیات قدسیہ گردیده ازین سبب میفرماید که چاه عمیق را بلند ساخته اند۔

مکتوب بسنت و رسوم

تبصره: در این مکتوب شریف خلاصه و حاصل فرمایش حضرت امام این است که بدعت حسنه وجود ندارد و تمام اقسام بدعتها سببه می باشد بعضی علماء و یا صوفیہ کرام که بدعت را حسنه گفته اند دلیل آن این است که نور سنت را در بدعت دیده اند و گمان کرده اند که این نور از خود بدعت خواهد بود و حال آنکه آن نور در حقیقت پرتوی از سنت بوده و در بدعت منعکس گردیده بود و اکنون چون مردم تارک سنت گردیده اند و سنت ضعیف گشته انعکاس آن نور در بدعت دیده نمی شود و نور سنت کم شده و خود بدعت قطعاً نور نداشته و تمام بدعت ها سببه و ظلمانی می باشد در بدعت هیچ حسن نیست۔ بنابراین می باید صوفیہ کرام که بعض بدعت ها را از قبیل سماع و نغمه که در طریقه شان رواج ساخته اند از آنها پیروی و تقلید نکنند و بدعت باشد چه در این وقت و وقت ضعف سنت بوده باید عوض بدعت سنت را پیروی کرده و بدعت را ترک نمایند۔ و نیز علماء کرام که بعض افراد بدعت را

حسن گفته اند از گفتار خود منصرف گردند و تمام افراد بدعت را ظلمانی بدانند و سر دارد و عالم تمام بدعت را ضلالت فرموده -

حضرت امام در حق مرشدان خود دعا میکنند و میفرمایند که آنها بدون سنت عمل نکرده اند لاجرم کارخانه این بزرگواران بلند است مشهور دیگران در نزد این بزرگواران داخل ماسوی است یعنی چیزی را که دیگران مقصد و مطلوب پنداشته اند این بزرگواران آنرا داخل ماسوی می دانند دیگران نفی و اثبات را برای آن میکنند که تمام عالم را بعنوان حقیقت و به عنوان وجوب بینند برعکس این بزرگواران مقصودشان از تکرار نفی و اثبات وسعت دائره نفی است تا تمام شهودات و مکشوفات را داخل نفی بسازند تا بران ذکر نفی و اثبات در طرق دیگر مناسب حال بتدیان دانسته شده بعد از آن تکرار اسم ذات یعنی الله که کلمه اثبات محض است می پردازند تا مکشوفاتی که بواسطه تکرار اسم ذات حاصل میگردد استقرار و ثبات یابد -

اما کار این بزرگواران برعکس طرق دیگر میباشد چنانچه اسم ذات را در ابتدا تکرار میکنند بعد از آن به نفی و اثبات می پردازند مقصودشان این است که ظلال مرانب و خوب که از تکرار اسم ذات مشهودشان گردیده بود به تکرار نفی و اثبات نفی گردد تا از ظلال به اصل برسند یعنی دیگران ظلال را استقرار می بخشند و این بزرگواران اصل را میخواهند و ظلال را نفی میکنند حضرت امام میفرماید که اگر ناقص سوال کنند حاصل جواب حضرت امام اینکه اثبات دیگران در نزد این بزرگواران حاصل می باشد چون اثبات دیگران ظلال است لهذا این بزرگواران آنرا نفی می کنند و اگر این بزرگان از اثبات خود بنیان کنند خواص بعوام ملحق گردد یعنی کسانی که با ثبات و استقرار ظلال خود را خواص می پنداشتند بمقابل معرفت عالی این بزرگان خود را عوام خواهند دانست -

حضرت امام میفرمایند از اسم و صفت جز ذات نمیخواهند یعنی بزرگان نقشبندیه که تکرار اسم ذات می نمایند مقصودشان ازین تکرار خواص اسمانی باشد بلکه مقصودشان ازین تکرار اسم ذات رسیدن به مسمی آن اسم می باشد خواص اسماء آنچه میفرماید طریق این اکابر طریق اصحاب کرام است

یعنی استفادہ اصحاب کرام از حضور آنحضرت صرف بواسطہ صحبت آنحضرت بوده نہ بواسطہ ریاضات شاقہ وفاقہ شدیدہ۔ استفادہ طالبان این طریق نیز مربوط بہ صحبت شیخ مقتدا است نہ بواسطہ ریاضات شاقہ و این معاملہ نشانہ خاص مناسبت نقشبندیہ است باصحاب کرام و در طرق دیگر این امر موجود نیست و ترقیات آنہام مربوط بر ریاضات شاقہ است۔ حضرت امام میفرمایند فی الحقیقت اخیر باول از وسط نزدیک تر است یعنی الف ثانی اگرچہ نسبت بہ اوسط از الف اول دوزیر است اما در حقیقت یا اول نسبت بوسط نزدیک تر است زیرا کہ آنحضرت فرمودہ اند کہ امت من مانند باران اند معلوم نمی شود کہ برکت در اول آن است و یا در اخیر آن۔ آنحضرت در این قرابیش شان آخر را بہ اول مشابہ دیدہ اند و وسط را بہ اول مشابہ ندانستہ اند۔

خلاصہ حق تعالی حضرت امام را بدرجات عالی مشرف ساختہ و بہ منصب مجددیت الف ثانی مفتخر فرمودہ و وسیلہ ہدایت عالم ساختہ است کہ امروز خلفائے حضرت امام در ہر نقطہ ممالک اسلامی رہتمانی عالم اسلام و مبلغان ظاہر و باطن شریعت اند از ملاحظہ بعض کتب رسائل نیز چنین استنباط میگردد کہ نسبت و برکت حضرت شاہ نقشبند و حضرت امام تاجہ حضرت ہمدی موعود میرسد و حضرت ہمدی ہم مروج این نسبت شریفہ خواہد بود۔

مکتوب بست چہارم

حضرت امام میفرمایند نسبت رابطہ شمار با صاحب رابطہ میدارد یعنی رابطہ واسطہ جزا کمالات مرشد است شکرانہ حصول رابطہ را بجا باید آورد۔

تنبصرہ: رابطہ عبارت از تصور شیخ مقتدا است و این رابطہ چند قسم میباشد۔

(۱) طالب تصور نماید کہ شیخ مقتداے او در مقابل او نشستہ است از قلب او قلب طالب فیض میرسد۔

(۲) طالب تصور میکند کہ شیخ مقتداے او در قلب او جا دارد و از قلب مرشد بہ قلب او فیض میرسد۔

(۳) طالب در حین وظیفہ خود را عین شیخ مقتدا تصور می نماید رابطہ فوائد بسیار داشتہ طالبانیکہ

رابطہ حاصل گردد و تصور شیخ بہ سہولت میسر شود در ان صورت طالب شیخ مقتداے خود را در ہر جایا خود
می بیند چنانچہ حضرت یوسف و قتیکہ بہ ہمت مبتلا می شد رابطہ حضرت یعقوب نیز از اسباب
نجات او گردیدہ است۔ لہذا حضرت امام میفرماید کہ نسبت رابطہ شمار ایا صاحب رابطہ می دارد۔
و آنچه میفرماید قبض و بسط ہر دو بازوے طیران این راہ اند یعنی سالک و قتیکہ منعکس بہ تجلیات
صفات میگردد گاہے خود را منظر صفات جلال و گاہے منظر صفات جمال می یابد بنا بر ان جلال سبب
قبض و جمال سبب بسط او می باشد۔ حضرت امام میفرماید آرزوے آن نموده بودند کہ در جمیع ذرات
مشاہدہ جمال لایزال میسر شود انہو یعنی این خواہش شما از قصور نظر است ذرات عالم طاقت ظہور آن
جمال را ندارند و آن جمالیکہ در ممکنات دیدہ میشود یک ظل از ظلال بے نہایت آن جمال بے نہایت است
کہ در ممکنات یک ظل از ظلال بعیدہ او نمایاں گردیدہ است و ممکنات طاقت ظہور خود آن جمال ندارند
و نسبت شما فوق آرزوے شماست، چوں آن نسبت بہ تنزیہ صرف از تباط دارد در درک شمانی گنجد
بنا بر ان شما خود را بے نسبت می دانید۔

مکتوب بست و پنجم

حضرت امام میفرماید ذکر عبارت از طرد غفلت است یعنی و قتیکہ در خرید و فروش مراعات
اوامر و نواہی شرع شریف صورت گیر خود این عمل نیز در حقیقت ذکر و یاد خدا است، اما ذکر یکہ در
طریقہ خواجگان نقشبندیہ است مربوط بہ باطن می باشد کہ وسیلہ وصول بمطلوب است ذکر اول
نیز گاہے سبب وصول میگردد مگر راہ متعارف راہ مشارخ است و اگر ذکر ظاہری نیز مطابق توصیہ ہا
مشارخ عملی گردد نتیجہ موثر خواہد داشت۔

مکتوب بست و ششم

تبصرہ: حضرت شیخ المشارخ خواجہ باقی باللہ صاحب در حین وفات شان توصیہ کردہ بودند کہ

فرزند آن شان یعنی خواجہ عبید اللہ و خواجہ عبداللہ تخت تربیہ حضرت امام قرار گیرند زبانی کہ مخدوم زادہ
 بہ سن رشد رسیدہ بودند و می بایست با ساس توصیہ حضرت شیخ المشائخ تحت تربیہ حضرت امام قرار
 میگرفتند در این اثناء میرزا حسام الدین احمد کہ بہ تربیہ ظاہری مخدوم زادہ اشتغال داشت بحضور حضرت
 امام مکتوبے می نویسد کہ خواجہ زادہ کلاں و خواجہ جمال الدین حسین فرزند میرزا حسام الدین احمد
 از شیخ اللہ داد و طبقہ گرفتہ اند زبانی بران از جبار بحضور حضرت امام مشرف شدہ نمی توانست
 حضرت امام بجواب آن میفرماید کہ ازین روش وضع مباحث و مخالفت مفہوم می شود یعنی شما
 چگونہ راضی شدہ اید کہ این طور بشود و میان شیخ اللہ داد تیز با وجود احترام بہ پیر خود چہ خلاف توصیہ
 پیر خود این عمل جرات نمودہ است و میفرماید کہ وصول با و تعالی بجز تلقین نمیشود مرشد راہ بین و
 رہنما در کار است صرف تلقین بمنزلہ تعلیم الف و باست کہ بہ صبیان دارہ میشود راہ وصول دیگر است
 و میان شیخ اللہ داد از ان راہ بے خبر است اما میداند کہ وصیت حضرت خواجہ بے حکمت نخواہد بود
 و امید است کہ عاقبت محمود گردد و مخدوم زادگان بکمال برسند و نیز میفرماید مکتوبیکہ مخدوم زادہ کلاں
 بدست برادر خود ارسال داشتہ بود متضمن کمال تواضع بودہ جنون طلب و عشق و اشتیاق صحبت من
 از ان ہویدا بود امید است کہ وصیت حضرت خواجہ موثر گردد و مخدوم زادگان بکمال برسند الخ ناگفتہ ماند
 کہ در حین وفات حضرت شیخ المشائخ مخدوم زادگان بسن شیرخوارگی بودند کہ حضرت خواجہ ہر دوے
 شان را بحضور خود خواستہ و حضرت امام امر کردند کہ بمخدوم زادگان توجہ کنند حضرت امام در حضور حضرت
 خواجہ ہر دوے شان توجہ فرمودند و اثر توجہ مبارک در ظاہر بدن مخدوم زادگان نیز ظاہر شد و نیز حضرت
 خواجہ بحضور امام ہدایت دادند کہ بوالدہ ہائے مخدوم زادگان نیز غائبانہ توجہ نمایند زبانی بران غائبانہ
 توجہ کردہ باشند اما در اخیر ہر دو مخدوم زادگان بحضور حضرت امام مشرف و بدرجات عالی رسیدہ اند
 خواجہ عبداللہ کہ فرزند دوم حضرت شیخ المشائخ اند با نوازہ علمیت داشتہ اند کہ پیر شاہ ولی اللہ
 دہلوی یعنی شاہ عبدالرحیم صاحب از شاگردان شان بودہ اند۔

مکتوب ہست و مقسم

حضرت امام میفرماید: آنجا اندراج یافتہ بود کہ اگر حقایق ممکنات عدوات باشند الخ یعنی شیخ عبدالعزیز چون پوری اعتراض کردہ بود کہ اگر حقایق ممکنات عدوات باشند لازم می آید حصول آن عدوات در ذات و علم او تعالی زیرا کہ معلوم در علم عالم داخل می باشد پس عدوات در ذات و صفات او تعالی داخل خواہد شد حضرت امام این اعتراض را اعتراض عالمانہ ندانستہ و در جواب آن میفرماید کہ عجیب شبہ است۔ ای شیخ عبدالعزیز میدانید کہ حق سبحانہ اشیائے شریفہ و کثیفہ را میدانند و هیچ کدام اینہا را در ذات و صفات او تعالی حصولی نیست یعنی تعلق علم او تعالی بمعلومات یک تعلق بے کیف است ظرفیت و مطروفت در آن نیست و نیز شیخ عبدالعزیز نوشتہ کہ حقایق ممکنات باید کہ وجودی و ثبوتی باشند نہ عدمی کہ حقایق عبارت از ارواح و نفوس ممکنات است حضرت امام در جواب آن می نویسند کہ درست است حقایق ممکنات وجود و ثبوت علمی دارند اما وجود خارجی در کار نیست حضرت امام نوشتہ ہاے شیخ عبدالعزیز را تعجب اور پیدا شدہ میفرماید عجب کار است اینجا حقایق را عبارت از ارواح و نفوس ممکنات دانستہ و اعیان ثابتہ و معلومات اللہ را گذاشتہ یعنی شیخ عبدالعزیز در گفتار خود از راہ تناقض پیش آمدہ چنانچہ یک مرتبہ حقایق ممکنات را اعیان ثابتہ و معلومات اللہ گفتہ و باز حقایق ممکنات را ارواح و نفوس ممکنات پنداشتہ است۔

و نیز حضرت امام علاوہ میکند کہ شیخ عبدالعزیز باید کہ اعتراض خود را اول بر شیخ محی الدین بکت کہ او گفتہ است کہ اعیان یعنی حقایق ممکنات بوی وجود انشیمہ است و حالانکہ شیخ عبدالعزیز مخلص شیخ محی الدین بن عربی است۔

تبصرہ: حضرت امام حقایق ممکنات را عبارت از عدوات و پرتو تجلیات صفات او تعالی میدانند شیخ عبدالعزیز بقرایش حضرت امام اعتراض نمودہ بینوسند کہ اگر حقایق ممکنات عدوات باشند شرافت و کرامت از ممکنات مسلوب میگردد و حالانکہ حضرات انبیاء نیز از جملہ ممکنات می باشند۔

حضرت امام در جواب او میفرماید که چرا شرافت و کرامت از ممکنات مسلوب گردد کما و تعالی
 بحکمت بالغه و قدرت کامله خود آن عباد را بحسن تربیت خود منظر عکوس و تجلیات اسما و صفات خود
 ساخته و شرف نبوت و ولایت مشرف گردانیده است یعنی اگر چه ذات ممکنات عدم است لاکن
 خداوند کریم بحسن تربیت خود آن عدم را بدرجات عالی رسانیده و منظر تجلیات خود ساخته است چنانچه
 انسان را از یک قطره آب منی خلق کرده و باز بدرجات بلند تامل گردانیده است شیخ عبد العزیز چون از
 اہل توحید و جودی بپرسید بنابران حضرت امام در جواب او میفرماید عجب است که شرافت و کرامت انسان
 را در نظر آورده و تنزیہ و تقدیس و عظمت و جلال و جمال او تعالی را فراموش گردانیده همه و ست میگویند
 و انشیاء خبیثہ و زلیلہ را عین حق میدانند و انسان را حقیقت عدمی نمیدانند خداوند شمار انصاف
 دہد کہ عظمت و قدسیت و جلال و جمال او تعالی را فراموش نکرده باشد و نیز شیخ عبد العزیز اعتراض کرده
 بود سخن اجماعی را بہ سخن ساختگی شما ارتقاع نمی توان نمود یعنی شیخ عبد العزیز گفته است کہ سخن اجماعی
 آن است کہ ہمہ اوست گفته شود حقایق ممکنات را عدم نیاید دانست در جواب او حضرت امام میفرماید
 کہ سخن ابداعی و اختراعی سخن ہمہ اوست است و کلام من ہمہ ازوست می باشد کہ کلام اتفاقی است
 علمائے شریعت بآن اجماع کرده اند و آیات و حدیث بر آن دلالت میکنند سخن من ابداعی و اختراعی
 نمی باشد شما میدانید کہ شیخ اکبر را کہ مردم ملامت میدادند سبب ملامتی او این است کہ ہمہ اوست
 گفته است یعنی تمام اشیا را حق دانسته است و حاصل معارف فقیر ہمہ ازوست می باشد یعنی ہمہ مخلوق
 او تعالی است و معارف من مقبول شرع و عقل است و بکشف و الہام تا بید گردیده است پس
 سخن ابداعی مقولہ ہمہ اوست می باشد و مقولہ ہمہ ازوست مقبول شرع و عقل است۔

حضرت امام میفرماید کہ شیخ مشار الیہ بعد از ذکر اعتراضات در مقام شفقت آیدہ نوشته است
 کہ اگر حقایق ممکنات را ارواح انسانی بدانیم موافق جمہور است۔

حضرت امام در جواب او میفرماید کہ شما کدام طائفہ را جمہور میدانید تا این زبان شنیدہ نشدہ
 کہ کسے حقایق ممکنات را ارواح انسانی دانستہ باشد تعجب است بسیار تعجب است شیخ عبد العزیز

خیال می کند که هر کس سخنی را بقیاس و تخمین می گوید و بفکر خود سخن بانی می کند نه چنان است معارفیکه بدون کشف و الهام و بدون شهود و مشاهده در تحریر و تقریر آید بهتان و افترا است علی الخصوص که مخالف قوم یعنی مخالف صوفیه وجودیه بوده باشد۔

حضرت امام میفرماید که شیخ مشارالیه چه اعتقاد داشته باشد و این معارف را از کدام قسم دانسته باشد یعنی کلام من را قیاسی و تخمینی و سخن بانی میداند و یا معارف مرا کشف و الهام و شهود و مشاهده میداند و حالانکه معارف من و تحریر من بدون کشف و الهام و شهود و مشاهده نمی باشد بمن لکشف شده است که حقیقت ممکنات عداوت است بایر تو تجلی اسماء و صفات او تعالی تفصیل مقام قرار ذیل است۔ صفات ثمانیه او تعالی یعنی حیات، علم، قدرت، اراده، سمع، بصر، کلام و تکوین که صفات ذاتیه او تعالی اند و این صفات هشت گانه دارای عداوت متقابل می باشد چنانچه در مقابل علم عدم علم در مقابل قدرت عدم قدرت علی هذا القیاس الخ پس این صفات ثمانیه او تعالی در عداوت متقابل خود پر تو انداخته بعد از آن صفت تخلیق او تعالی آن عداوت متقابل را موجود ساخته زید و عمر و بکر و غیره را بوجود آورده است۔

خلاصه اینکه این عداوت متقابل در آن وقت وجود علمی داشته و در علم او تعالی موجود بوده ولی وجود خارجی نداشته اند یعنی پر تو صفات بآن عداوت ممتزجه در علم او تعالی رسیده بوده ولی وجود خارجی نداشتند بعد از آن توسط صفت تخلیق بآن عداوت متقابل وجود خارجی بخشیده شده است۔ حاصل فرموده حضرت امام این است که حقایق ممکنات عداوت متقابل صفات می باشد بایر تو صفات او تعالی یعنی در نزد صوفیه محققین حقایق ممکنات عداوت متقابل است و در نزد صوفیه وجودیه حقایق ممکنات وجودات منزله و ظهورات و اعیان ثابت می باشد چنانچه این طائفه میگویند که حق تعالی به پنج مراتب تنزل فرموده است۔

(۱) بصورت علم اجمالی۔

(۲) بصورت علم تفصیلی۔

(۳) بصورت عالم ارواح -

(۴) بصورت عالم مثال -

(۵) بصورت عالم اجساد -

پس نزد صوفیہ وجودیہ ممکنات بواجب تعالیٰ مناسبت دارند و ظہورات او تعالیٰ می باشد
لہذا حمل ممکن را بر واجب جائز میدانند و صوفیہ محققین بندگی را عجز و انکسار دانستہ و حقایق ممکنات
را عداوت می پندارند و میگویند کہ ممکنات بحق سبحانہ هیچ مناسبت ندارند گفتار وجودیہ معکوس
فرمایشات صوفیہ محققین بودہ اما چون این طائفہ در حال سکرند معذور اند لہذا ملامت پنداشتن نمیشود
اما گفتارشان خلاف حقیقت است چنانچہ در این بارہ قبلاً نیز در چند مکاتیب دیگر تذکرات تفصیلات
داده شدہ است کہ گفتار وجودیہ قابل تقلید نیست اما خودشان معذور اند۔

مکتوب بست و ششم

حضرت امام میفرماید سعی نمایند کہ این حمل بہ تکلف ہم میسر نشود الخ یعنی چون ذات او
تعالیٰ از صفات برتر است باید کہ صفات را در آنجا حمل نکنند بدلیل اینکه در حمل می باید کہ درین موضوع
و محمول اتحاد موجود بودہ باشد و درین ذات او تعالیٰ و صفات مقدسہ مغایرت مفہومی و صدیقی
موجود است۔ بنا بران حمل صفات بر ذات او تعالیٰ مجاز نیست یعنی صفات را عین ذات نباید دانست۔
انچہ میفرماید کہ روح او را نیز دخل داده باشند الخ یعنی در کتاب رشحات دیدہ شدہ است کہ از بابا ابتر
نقل گردیدہ کہ گفتہ است "وقتیکہ ملائکہ گل حضرت آدم را می سرشتند من نیز دران گل آب می انداختم"
حاصل فرمایش حضرت امام اینست کہ ارواح کاہلین بصورت اجسادشان تشکیل گردیدہ در بسے
اوقات بہ دوستان خود امدادی نمایند و دشمنان دین را بہ شکست مواجه میازند ناگفتہ نباید گذاشت
کہ این تشکیل شدن ارواح بزرگان بصورت اجساد ناسخ تصور نگردد۔ زیرا کہ تناسخ آنست کہ
روح یک بدن در بدن دیگر حلول نمودہ آن را حیات بدہد و در این جا این چنین نبودہ بلکہ روح

یک جسد بعین شکل ہماں جسد متمثل گردیدہ است و بابہ عبارت دیگر ارواح بزرگان بہ شکل اجساد شان متمثل و بہ دوستان خود کمک می نمایند چنانچہ بعد از کمال لطائف عشرہ انسانی نیز ہر کدام از لطائف عشرہ بہ شکل عارف متمثل میگرددند۔

لے عزیز محققین و محدثین حضرت خضر اوقات می دانند اگرچہ جمہور بخلاف آہنا است باز ہم بعد از وفات حضرت خضر در ہر جاے دیدہ می شود معلوم است کہ روح بزرگان بصورت اجساد متمثل می گردد۔

مکتوب بست و ہم

در این مکتوب شریف کہ جناب شیخ عبدالحق دہلوی بعد از وفات مخدوم زادہ کلان یعنی خواجہ محمد صادق بحضور حضرت امام نعریت نامہ فرستادہ حضرت امام بجواب شان می نویسد کہ بہترین متاع دنیا حزن و اندوہ است یعنی حزن دنیاوی وسیلہ فرحت ہاے اخروی میگردد و الم نفس سبب لذت روح و الم روح سبب لذت نفس می باشد و این ہر دو در ذات خود نقیض یک دیگر اند و نیز چون ایلام و انعام ہر دو افعال محبوب اند بتایران ہر دو حال بعارف کدام کدورتی رخ نمیدہد و عارف ہر دو را یکسان می بیند بلکہ ایلام را بہ نسبت انعام خوش دارند۔ بیت

ناصر اگر گشت مارا دوست دایم دوست	و یقتل من رضاے اوست دایم دوست	بیت
قہر او عین رضا و مہر او عین مراد	لے عزیزان این چہ گفتگوست دایم دوست	بیت
غرض ز عشق تو ام چاشنی درد و غم است	ورنہ زیر فلک عیش و تنعم چہ کم است	

مکتوب سی ام

خواجہ محمد اشرف بحضور حضرت امام عرض نمودہ است کہ بواسطہ غلبہ رابطہ در نماز شد خود را مسجوری یا بد آیا اینگونہ معاملہ و احوال معصیت و گناہ خواہد بود یا خیر؟ حضرت امام بجواب

آن میفرماید کہ حصول رابطہ بہ این طور دولت بزرگ و آرزوے طالبان است و شاید کہ این طور مرید بیک صحبت تمام کمالات شیخ مقتدر را جذب نماید و این طور رابطہ علامت بلندی استعداد طالب است و مخالفت شرعی در آن نیست و مرشد در این حال مسجد الیہ میباشند مسجد لہ چنانچہ محراب ہا مسجد الیہ میباشند مسجد لہ معلوم است کہ در وقت نماز طالب متوجہ رابطہ نمی باشد و آنچہ خود بخود پیدا شدہ است عیب ندارد حضرت امام در بارہ مولانا حاجی محمد میفرماید کہ فتور در او را دوظائف باک ندارد اگر در دو چیز فتور واقع نشود یعنی اول از نزد عارف متابعت آنحضرت ترک نشود۔ دوم در محبت و اخلاص شیخ خود دستی پیدانہ کند با این دو چیز اگر ہزاران کدورت ہلے دیگر عارض گردد رہا کی نداشتہ و بالاخرہ خوب خواہ شد۔

مکتوب سی و یکم

حضرت امام میفرماید خواب خرگوش محفوظ نباشد بالغ یعنی سالک مانند خرگوش نباشد کہ چشم او بیدار و خود او در خواب است راحت بلکہ سالک راہ حقیقت را می یابد کہ بیدار بودہ اوقات گراہیہا خود را بہ غفلت و سہل انگاری سپری نہ نمودہ و بہ لذت ہلے نفس و ہوس ہلے لا یعنی فریقہ نشود و در وقت بیداری خواب آسودہ نباشد کہ این لذائذ نفسی و استراحت طلبی یک چیز زود گذر بودہ و بہ لذائذ روحی و معنوی قابل مقایسہ نیست بدلیل اینکہ لذت ہلے روحی از تجلیات اسماء و صفات حق تعالی سرچشمہ میگیرد و لذت ہلے نفسی از مادیات دنیاوی سرچشمہ میگیرد کہ ہمہ خواستہ ہلے نفس امارہ است شتان بینہما لے عزیز لذت ہلے اسماء و تعالی را بہ لذت ہلے عادات قیاس نہ کنید۔

دوق این مے شناسی بخدا تا بخشی

مصرع

مرغ آتش خوارہ کے لذت شناسد دانہ را

مصرع

خرگوش چشم خود را در خواب نمی پوشاند۔ ازین سبب غافلان را بخواب خرگوش تشبیہ

می فرمایند۔

مکتوب سی و دوم

میرزا قلیچ اللہ بخضر حضرت امام قاتحہ نامہ فرستادہ حضرت امام بجواب شان چنین میفرماید کہ ما بقضائے او تعالیٰ راضی شدیم شما ہم راضی باشید و در حق مرحومین دعا بکنید و بکذا میفرماید کہ خبر خلاصی شما باعث فرحت گشت الخ شاید کہ میرزا قلیچ اللہ در وقت حبس پریشان شدہ از جمعیت باطن شکایت کردہ بود حضرت امام در جواب او میفرماید کہ پریشانی ظاہری در پریشانی باطنی تاثیر میکند و کدورت پیدامی شود بلا فی آنرا بہ توبہ و استغفار بکنید و اگر یک صورت ہولناک ظاہر شود بہ کلمہ تمجید آنرا دفع کنید یعنی لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و این صورت موحش از تصرفات شیطانی می باشد۔

مکتوب سی و سوم

تبصرہ: در این مکتوب شریف حاصل فرمایش حضرت امام این است کہ محبوب یعنی حق تعالیٰ در نظر محب بلکہ در نفس الامر ہمیشہ محبوب است ایلام و انعام در نزد عاشق و محب حق در ہمہ احوال یکسان می باشد بلکہ در نزد بعض عاشقان لذت ایلام از انعام بیشتر می باشد بدلیل اینکہ در انعام مراد نفس شریک است و در ایلام لذت روحی و خالص مراد محبوب است بنابر آن عاشق واقعی لذت نفس را نمی خواهد۔ باید دانست کہ مرتبت حمد بشکر از ہمین سبب است کہ در حمد انعام ملحوظ نیست و شکر در مقابل انعام است چنانچہ در حمد ثناء حق تعالیٰ در انعام و غیر انعام ادامی شود و شکر تنہا مربوط بہ نعمت است تا گفتہ تماند کہ حمد بیان صفات کمال او تعالیٰ است بحصول نعمت کہ لام ارتباطی ندارد و شکر در مقابل نعمت است پس شکر بہ مرتبہ حمد نمی رسد آنچہ میفرماید۔

سوال: تو در بعضی مکتوبات خود نوشتہ فی الخ یعنی حضرت امام در بعض مکتوبات شان مقام

رضا را فوق مقام محبت گفته اند و در این مکتوب مقام محبت را فوق مقام رضا میدانند علت آن چه خواهد بود۔

جواب: مقام حب و مقام محبت که در این مکتوب شریف تذکار یافته است غیر آن مقام محبت و مقام حب است که در سایر مکاتیب ذکر گردیده است بدلیل اینکه در اینجا مراد از محبت و حب صرف محبت ذات او تعالی است که اسما و صفات و شیون و اعتبارات در آن ملحوظ نیست و مقام محبت که در سایر مکاتیب ذکر شده خالی از صفات و شیونات نیست یعنی مقام محبت ذات دیگر است و مقام محبت صفات دیگر و آنچه میفرمایید که کرامیت ظاہر انسانی سبب عدم رضای باطن نیست یعنی عارفانیکه مقام رضا مشرف شده باشند در باطن از ایلام او تعالی کرامیت ندارند و اگر در ظاهر آنها کدام علایم کرامیت بملاحظه برسد دلیل آن هم این است که چون ظاہر شان از باطن شان مجزا گردیده است بنابراین بروز کرامیت ظاہری در رضای باطن شان کدام تاثیر ندارد و نیز ناگفته نماند که ظاہر عارف کامل در صورت ماندن ظاہر عوام می باشد و قریبکه در بین این دو صورت ظاہری موجود است این است که ظاہر عارف کامل مانند یک لباس ظاہری است بر وجود عارف و ظاہر غیر عارف جز حقیقت و شخص اوست پس در بین دو ظاہر فرق زیاد موجود است و اگر عوام ازین دقائق آگاهی میداشتند کفار در حصه انبیاء عظام نمی گفتند که "این چه طور پیغمبر است که نان میخورد و در بازار میگردد" ازین جاست که اولیای کرام گفته اند که بزرگان انان اند "کسانے که ایشان را بروی ظواهر شان شناسند زبان کار میگردند و کسانیکه ایشان را بروی باطن ایشان شناسند رشتکار و کامیاب اند۔"

مکتوب سی و چهارم

حضرت امام میفرماید حضرت حق سبحانه چنانچه داخل عالم نیست خارج عالم هم نیست یعنی نسبت واجب و ممکن مانند نقطه حواله و دائره موهومہ است چنانچه که نقطه حواله نه داخل

دائرہ است و نہ خارج دائرہ، و وجود ممکنات مانند دائرہ و وجود حق سبحانہ تعالیٰ بمنزلہ نقطہ پیداشدہ میشود و معلوم است کہ نقطہ نہ داخل دائرہ است و نہ خارج دائرہ۔

تبصرہ: وجود ممکنات اگرچہ مہموم است اما مہموم سوفطائی نیست زیرا کہ طائفہ سوفطائتہ عالم را تابع و ہم میداند و در این جامہ از و ہم و ہم متفق است کہ حق تعالیٰ وجود ہی ممکنات را ثبات و رسوخ بخشیدہ است کہ معاملہ ثواب و عذاب دائمی آخرت بآن ارتباط دارد۔ خلاصہ اینکه وجود ممکن و ہم بار رسوخ و متفق است یعنی اگرچہ دائرہ مہمومہ کہ از نقطہ حوالہ نمودار میگردد یک امر و ہی می باشد اما حق تعالیٰ قدرت دارد کہ این دائرہ مہموم را ثبات بخشد و وجود عالم از ہمیں نوع و ہم است نہ و ہم سوفسطائی بنا بر آن وجود واجب را محدود ساختہ نمی تواند۔ حضرت امام باین شخص توصیہ می نمایند کہ اگر صفت دخول و خروج و اتصال و انفصال در کشف شمایطاهر شدہ باشد این ہمہ مراتب طلال اند و در مرتبہ اصل این نسبت ہا گنجایش ندارند۔ نسبت حق تعالیٰ بعالم یک نسبت بلا کیف است و از نوع نسبت ہاے متذکرہ چارگانہ مبرا است و این اتصال و انفصال و غیرہ در طلال صفات او تعالیٰ است۔

مکتوب سی و نهم

حضرت امام میفرمایند از شمول نسبت حضور اندراج یافتہ بود الخ یعنی مراد ازین حضور حضور قلب سالک است و حضور عبارت از ظہور احوال تجلیات عالم و جوب است کہ در عالم امکان می رسد و خود این سالک ہنوز بمراتب و جوب نرسیدہ است بسبب این فرمایش حضرت امام این است کہ وقتی کہ مخدوم زادہ ہا بخد مت حضرت امام توشہ اند کہ پیشگاہ توحید ظہور کردن گرفتہ است حضرت امام در جواب می نویسند کہ مشہود محب کثرت است لیکن بعنوان وحدت یعنی این سالک در مرتبہ علم البیقین می باشد و ہنوز بمرتبہ عین البیقین نہ رسیدہ است بلکہ او ممکنات را بہ عنوان وجوب دیدہ است۔ آنچه میفرماید حقیقت فتاویٰ متحقق شود الخ یعنی فتاویٰ چند قسم است یکے فتاویٰ ابتدائی است

و دیگرے فناے انتہائی و درین فناہے بسیار است چنانچہ فنا در صفات ثبوتیہ و شیونات و اعتبارات ذاتیہ -
(۱) فناے ابتدائی آنست کہ سالک از شہود ممکنات گذشتہ و بہ شہود ظلال صفات یعنی
صفات اصنافیہ برسد۔

(۲) فناے انتہائی آنست کہ سالک از مرتبہ اسما و صفات و شیونات و اعتبارات ذاتیہ و تعالیٰ
نیز بگذرد و این فنا فناء اکل است زیرا کہ عارف از مراتب ظلال و جوی گذشتہ و باصل الاصل
یعنی بذات مقدس او تعالیٰ رسیدہ است و این مرتبہ فنا بہ عین الیقین تعبیر می گردد۔

تبصرہ: اصل عبارت از صفات و اصل عبارت از مرتبہ ذات مقدس است -
و آنچه میفرماید مخدوم زادہ میخواستند کہ آن عین در علم گنج الخ یعنی عین الیقین در تعبیر نمی گنج معاملہ عین الیقین
کہ عبارت از رسیدن بذات او تعالیٰ است یک معاملہ بلا کیف است تا نرسی نیابی یعنی تا کہ از ممکنات
نگذری نمی یابی۔ مصرع

ذوق این مے شناسی بخدا تا نہ چستی

و آنچه میفرماید علم تاویل متشابهات الخ یعنی تاویل متشابهات کنایاتی است از معاملات
خداوند تعالیٰ کہ با پیغمبر ان خود دارند امتان دران معاملات اشتراک ندارند مگر بعض اقل قلیل از
اولیاء کرام ازین معاملات بہرہ و راندہ با نیز متابعت انبیاء عظام بعلم این اسرار مشرف می شوند زیرا کہ
ہمچو اولیاء خادمان خاص انبیاء عظام اند و خادمان خاص از اسرار مخدومان باخبری باشند
و آنچه میفرماید جائز است کہ تاویل متشابهات حاصل آن بعض بود الخ یعنی عارفان بدو نوع اند۔ یکی
اولیاء صاحب کشف اند و دیگرے کشف۔

در عرفاء صاحب کشف این اسرار کشف معلوم میگردد و در عرفاء بدون کشف
ازینکہ کشف ندارند از احوال و مقامات خود بہ خبر اند اگر چه در اے قرب و مرتبہ عالی ہم باشند و
بمقام قرب اسرار متشابهات ہم رسیدہ باشند مگر از تعبیر آن عاجز اند و مقام وقوف اسرار متشابهات
ولایت کبری و کمالات نبوت است صاحبان ولایت صغری بہ علم متشابهات نہ رسیدہ اند۔

مکتوب سی و ششم: این مکتوب شریف بعلم ظاہری ارتباط دارد و نکات تصوفی در آن کمتر است بنابراین حاجت به تشریح ندارد۔

مکتوب سی و ہفتم

حضرت امام میفرماید مجموعہ این دو کلمہ جامع کمالات ولایت و نبوت است یعنی تکرار این کلمہ طیبہ ولایت را از ظلال صفات بخود صفات مقدسہ و براتب مافوق صفات کہ عبارت از شہوتات و اعتبارات و مرتبہ ذات او تعالیٰ است میرساند یعنی ولایت داراے ظہور معارف ظلیہ بودہ و بواسطہ تکرار این کلمہ سالک مراتب ظلال را طے نمودہ و بمرتبہ اصل میرسد ولی نبوت داراے معارف ظلیہ نبودہ بنابراین تکرار این کلمہ مقدسہ کمالات نبوت را بمراتب عالی تری تا بل میگرداند۔

حضرت امام میفرماید در آن موطن جز سپاہ کلمہ طیبہ الخ یعنی عارف بہ تکرار این کلمہ از خود و از نفس خود دور و بعالم وجوب مشرف میگردد و در مراتب وجوبی نیز بواسطہ تکرار آن از مراتب ظلال و صفات و اعتبارات گذشتہ باصل ذات مقدس بلا کیف مشرف میگردد خلاصہ اینکہ عالم امکان داراے انتہا و محدودیت است ولی مراتب وجوب غیر تنہای و غیر محدود است و بیک گفتن این کلمہ مقدسہ مسافہ بیشتر از دائرہ امکان را قطع می نمایند و آنچه میفرماید ظہور عظمت این کلمہ طیبہ باعتبار درجہ گویندہ است الخ یعنی ہر قدر کہ مرتبہ عارف بلندتر باشد ظہور کمالات این کلمہ نیز در حق او پیمانہ عالی تر و زیادہ تر است۔ صاحبان ظلال بہ گفتن این کلمہ بہ خود صفات میرسند و رسیدگان صفات بہ تکرار این کلمہ بذات مقدس میرسند۔ مصرع

بقدر آئینہ حسن تومی نماید روی

بیت

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گل چین بہار تو ز دامان گلہ دارد

یعنی عارف ہر قدر داراے استعداد و عروج بلند باشد ظہور کمالات این کلمہ مقدسہ نیز در حق او بیشتر خواہد بود۔

مکتوب سی و ہشتم

حضرت امام میفرماید، معرفت خدا جل سلطانہ بر آن کس حرام است کہ برابر خوردہ در باطن او محبت دنیا پودہ باشد انہ

تبصرہ: ظاہر عبارت از لطائف عالم خلق و باطن عبارت از لطائف عالم امر انسان است و این لطائف ظاہر و باطن در وجود عوام متمیز بودہ ولی در وجود عارف این لطائف از ہم جدا گردیدہ است و ہر کدام بہ فنا و بقا مشرف شدہ اند چون در وجود عارف این لطائف از ہم مجزا می باشند بنا بر این باطن عارف کہ مشاہد مراتب و جوب باشد و ظاہر او با مورد دنیاوی اشتغال نماید شغل ظاہری او کدام تاثری در باطن ندارد اگرچہ در نزد عوام راغب و مشغول دنیا معلوم میشود اعادہ حقیقت این طائفہ دست بہ کار و دل بیارند و بکنار انجمن در خلوت اند و عوام بیچارہ چون معرفت ندارند بنا بر آن ازین اسرار چہ خبر دارند چنانچہ حضرت مولانا روم میفرماید

در نیابد حال پختہ، بیج خام پس سخن کوتاہ باید و السلام
از برون در میان بازارم و ز درون خلوتے است بایام

مکتوب سی و نهم

حضرت امام میفرماید اصحاب شمال اصحاب حجب ظلماتی اند انہ یعنی انسان ہا بہ سہ نوع آیتقلند

(۱) طبقہ عوام -

(۲) سوفیانیکہ در ظلال قرار دارند -

(۳) عارفانیکہ از مراتب ظلال و خود صفات گذشتہ اند آنرا سابقان می نامند -

در بین طبقہ عوام و در بین مراتب و جوب حجاب ہائے ظلماتی و کدورت ہائے قلبی و نفسی موجود است عرفائے کہ در ظلال قرار داشتہ و ہنوز از صفات نگذشتہ اند در بین آہنہا و ذات اول تعالیٰ

حجاب ہائے نورانی قرار دارد و حجب نورانی عبارت از صفات و ظلال صفات او تعالیٰ می باشد۔
 سابقان عبارت از ان اولیا و عرفاے است کہ از مراتب حجب ظلمانی و نورانی گذشتہ
 و بوصول بلا کیف بذات او تعالیٰ رسیدہ اند و ایشان را سابقان نامند۔ زیرا کہ از مرتبہ ظلال و نیز از
 خود صفات بمرتبہ ذات مقدس سبقت کردہ اند کفرہ و مشرکین نیز از اصحاب شمال اند بکرا اصحاب شمال
 متفاوت اند حضرت امام میفرماید، این شخص نیز از زمرہ اصحاب است الخ یعنی سابقان بالاصالہ
 حضرات انبیاء عظام می باشند و صحابہ کرام نیز بتبعیت و وراثت ایشان بہ کمالات سبقت مشرف اند
 و بعد از صحابہ عرہ از اولیاء کرام نیز بواسطہ متابعت باین کمالات مشرف شدہ اند چنانچہ
 حضرت امام کہ بقیۃ السلف و حجتہ الخلف می باشد و آنچہ میفرماید کہ فاروق اعظم بتوسل او بدولت
 افضلیت مشرف گشتہ است الخ یعنی حضرت فاروق اعظم بہ خلیفہ اول کہ صدیق اکبر است
 محبت مفقود داشتند۔ بنا بران کمالات او مشرف شدہ اند زیرا کہ افادہ و استفادہ مربوط بہ محبت است
 و محبت سبب جذب کمالات محبوب است۔ بیت

بیار دیدہ ام کہ یکے را دو کرد تیغ قربان تیغ عشق دو کس ریکے کند

تبصرہ: در بعض رسائل تصوف دیدہ شدہ است کہ خلفاے راشدین یکے شاگرد دیگر شدہ
 بودہ اند چنانچہ فاروق اعظم از حضرت خلیفہ اول استفادہ کردہ اند و بکذا حضرت عثمان ذوالنورین
 از حضرت فاروق اعظم استفادہ کردہ اند و حضرت امیر از حضرت ذی النورین استفادہ نمودہ اند
 بدلیل اینکہ بیعت آہنابیک دیگر شان صرف برائے انتظام امور دنیاوی نبودہ بلکہ منافع اخروی و
 درجات معنوی نیز در نظر شان بودہ است و ازین عبارت حضرت امام کہ فرمودہ اند کہ فاروق اعظم
 بتوسل او بدولت افضلیت مشرف گشتہ است نیز استفادہ یکی از دیگر شان بخوبی معلوم می شود

حضرت امام میفرماید، کتاب شان و رلے کتاب ارباب بہیمین و کتاب ارباب شمال است الخ
 در مکتوبات قدسی آیات حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم مجددی کہ خلیفہ اکمل و فرزند ارشد حضرت
 امام اند دیدہ شدہ است کہ میفرماید، اعمال حسنہ بعض اشخاص بقدرت حق تعالیٰ تحریر میشود و حاجت

بہ تحریر یا لکھ نہی باشد و فرمود کہ قبض روح بعض خواص نیز بہ قدرت حق مربوط بوده ملائک در آن دخل ندارند یعنی سابقان آن بزرگان اند کہ اصحاب یمن مثل اصحاب شمال از اسرارشان خبر ندارند و کتابت اعمال شان بہ قدرت خداوند است کراما کا تبین آنرا نوشتہ نمی کنند۔

تبصرہ: اصحاب شمال بدو معنی اطلاق میگردد: اول اصحاب شمال عبارت از ان مسلمانان اند کہ بہ سلوک مشرف نشدہ اند و از مراتب امکانی نگزشتہ اند، و حجاب ہائے نورانی و ظلمانی در بین دارند۔ دوم اصحاب شمال عبارت از اہل کفری باشند کہ بواسطہ حجب ہائے قلبی و نفسی تصدیق قلبی و ایمان نیز مشرف نشدہ اند و سابقان انانند کہ از تمام حجب ظلمانی و نورانی گزشتہ اند۔

مکتوب چہم

حضرت امام میفرماید: حرق حجب اسماء و صفات دو قسم است یعنی ازالہ حجاب دو نوع است۔ اول ازالہ حجاب بہ اعتبار وجود است، دوم ازالہ حجاب بہ اعتبار شہودی باشد۔
(۱) حجب ظلمانی عبارت از کدورت ہائے عالم امکان است تا کدورت ہائے قلبی و نفسی از بین نہ رود و عالم امکان از شہود سالک نہر آید و وصول بمراتب و حجب صورت نمی گیرد پس در کدورت بشری ازالہ وجودی و در مراتب و حجب ازالہ شہودی است۔ باید دانست کہ فراموشی و از خاطر بردن عالم امکان را فنا گویند و فنا بمنزلہ طہارت بودہ وصول بعالم و حجب بنمانند نمازی باشد تا طہارت صحیح نباشد نماز درست نیست۔

(۲) ازالہ حجاب با اعتبار شہودی یعنی در این جا حرق حجاب ہائے نورانی کہ عبارت از صفات او تعالی باشد صرف با اعتبار شہود عارف است نہ با اعتبار وجود، زیرا کہ حجاب ہائے نورانی کہ صفات او تعالی اند از بین نمی روند بلکہ از شہود عارف می برآید و آنچه در حدیث شریف وارد است کہ حجاب ہائے نورانی از بین نمی رود مراد ازالہ وجودی و صفات او تعالی است نہ شہودی و ازالہ وجودی صفات مقدسہ امکان پذیر نیست۔

خلاصہ این حجاب ہاے نورانی او تعالیٰ کہ عبارت از صفات انداز حیث وجود از بین نہی رود و خرق آن صرف باعتبار شہود عارف است و این عارف بہ فناے مطلق مشرف شدہ است کہ از شہود صفات ہم گذشتہ است۔ حضرت مولاناے روم میفرماید
بے فناے مطلق و جذب قوی کے حریم وصل را محرم شوی

مکتوب چہل و یکم

حضرت امام میفرماید در وقت عروج بمراتب نہایت مرتبہ پیش می آید الخ یعنی بعد از رسیدن بعالم وجوب یک نقطہ سیر آنجا بیشتر از چند ہا عالم امکان است۔
تبصرہ: اگر مراد از نہایت نہایت صفات ذاتیہ بودہ باشد فرمایش حضرت امام بجا است زیرا کہ خود نہایت وصول است بظال صفات کہ نہایت اکثر اولیاء کرام است و نہایت نہایت عبارت از خود صفات او تعالیٰ است کہ غیر تنہا ہی است و اگر نہایت را عبارت از خود صفات و نہایت نہایت را عبارت از مرتبہ ذات مقدس او تعالیٰ بدانیم ہم بجا است زیرا کہ حق تعالیٰ چنانچہ کہ بسیط است و ترکیب ندارد داراے وسعت نیز میباشد کہ آن وسعت یک وسعت بلا کیف است و رسیدن بآن مرتبہ نیز بے کیف است و این نکته از فہم عوام بعید است عرفاے کہ باین مقام مقدسہ مشرف شدہ باشند این دقائق را می فہمند اما اقل قلیل اند۔ و آنچه میفرماید کہ دائرہ امکان را نسبت بمراتب وجوب الخ یعنی مراتب وجوب عبارت از ظلال صفات او تعالیٰ و خود صفات او تعالیٰ و شیوات اعتبارات است مرتبہ فوق آن عبارت از ذات مقدس او تعالیٰ است آنچه میفرماید بقوت پلے خویش بکوے دوست نتوان رسید الخ یعنی رسیدن بآن مرتبہ مقدسہ مربوط بوجہ مہوہی است نہ وجود بشری زیرا کہ وجود بشری در انجاء ندارد و شتران پادشاہ عبارت از وجود مہوہی است کہ بعد از فنا عارف عنایت میگرد۔

مکتوب چہل و دوم

حضرت امام میفرماید بگوش ہوش بشنوائی یعنی حضرت امام سیرانتہا در مراحل آفاق و
انفس منحصر و محدود تمیز اند بلیل اینکه در آفاق و انفس مراتب و حجب ظہور نمی نماید بلکه یک ظلی از
ظلال صفات او تعالی ظہور می کند و تا کہ سالک از مراحل سیر آفاقی و انفسی نگذر د فنا دست
نمی دہد و بقا بعد از فنا یابد بعض صوفیان کرام کہ سیر آفاقی را انتہائی سیر الی اللہ و سیر انفسی را
سیر فی اللہ و بقا ب اللہ و سیر معشوق در عاشق گفته اند در حقیقت اشتباه کرده اند و از تارسانی خود
ظلال را اصل پنداشته اند چہ ہنوز فنا در پیش است و بہ مرتبہ بقا کہ بعد از فناست نرسیدہ اند چنانچہ
حضرت امام میفرماید چون لطایف سالک در سیر اول الخ یعنی در سیر آفاقی بواسطہ قابلیت فی الجملہ
کہ سالک پیدا کردہ است ظلال پر تو اسم جامع کہ رب اوست بروی نمایاں میگردد بعد از تصفیہ
لطائف و ظلال تجلیات مراتب و حجب در نفس سالک منعکس میگردد و آنرا سیر انفسی میگویند یعنی
صوفیہ کرام ہمیں مراحل سیر انفسی را کہ ظہور ظلال پر تو اسم جامع کہ مربی آنهاست در نفس آنها ظہور کردہ
است آنرا فتائی اللہ و بقا ب اللہ و یا سیر معشوق در عاشق پنداشته اند در حالی کہ عاشق ہنوز بہ مراتب
و حجب مشرف نگشتہ و در پر تو ظلی از ظلال مراتب و حجب قرار دارد۔ بنا بران از اشتباه و تارسانی خود
چنین گمان کردہ اند۔ مانند کسانی کہ صورت معشوق را در آئینہ ظاہری دیدہ اند از اصل معشوق تصور
نمایند پوشیدہ تماند اگر چہ آئینہ بجای خود نصب بودہ و در نزد معشوق ترفیع است ولی بواسطہ صفائی
کہ دارد پر تو صورت معشوق دروے نمایاں گردیدہ است در سیر انفسی نیز سالک ہنوز از سیر اشیا نگذشتہ
و در عالم امکان قرار دارد ولی فی الجملہ صفائی لطائف نصیب او گردیدہ لہذا پر تو ظلی از تجلیات
مراتب و حجب دروے منعکس گشتہ و آنرا از تارسانی خود سیر معشوق در عاشق و مرتبہ فتائی اللہ و بقا
ب اللہ دانستہ است۔

خلاصہ اینکه فنا فراموش نمودن آفاق و انفس است و بقا بعد ازین مراحل دست میدہد
بنا بران این بزرگان ہنوز بہ مراتب فنا نرسیدہ اند و از مرتبہ بقا گفتگو دارند یعنی بہ مرتبہ کہ ہنوز بآن
نایل نشدہ اند از خصوصیات آن بحث می نمایند و ہم ناگفتہ نباید کہ این طائفہ بزرگان سیر انفسی را

بی نہایت گفتہ اند و میگویند کہ اوصاف محبوب نہایت ندارد بنا بران در آئینہ وجود سالک ہمیشہ صفی
از صفات او تعالیٰ ظهور میکند یعنی آہنہا سیرا نفسی را بے نہایت تصور نموده و ظهور ظلال و عکوس
تجلیات مراتب و حجب را بقا با شہر میدارند و بعد از ان بسیر رجوعی گمان برده اند و حالانکہ این ہا
نہمیدہ اند کہ ہنوز سیر عروجی با انجام نرسیدہ و سیر خود اسما و صفات و شہونات و اعتبارات ہنوز در پیش
است و این ہا سیر تمام مراتب و حجب را در سیرا نفسی تکمیل پنداشتہ اند و این گفتار از قصور و نارسائی
آہنہا است کہ ظلال صفات را خود صفات دانستہ اند۔

حضرت امام سیر و سلوک خود را اظہار کردہ و میفرمایند کہ حضرت حق سبحانہ کہ بچون و بچگون
است چنانچہ و راے آفاق است و راے نفس است نیز پس سیر آفاقی را سیر الی اللہ گفتن و سیر نفسی
را سیر فی اللہ نامیدن معنی ندارد۔ و میفرماید چہ بلا شد نفس را بکدام اعتبار حق گفتہ اند و نیز
میفرمایند، ظہور اسما و صفات واجبہ در مراتب سالک کہ درین سیرا نفسی قرار دادہ اند این
ظہیت اسما و صفات نیز بیرون آفاق و نفس است یعنی وقتی کہ سالک از سیر آفاق و نفس
بگذرد بہ صفات اصافیہ و فعلیہ میرسد و صفات فعلیہ ظلال صفات ثبوتیہ می باشد و صفات فعلیہ
نیز بیرون آفاق و نفس است و در آفاق و نفس صرف تجلی و انوار صفات فعلیہ رسیدہ است و خود
صفات فعلیہ و ثبوتیہ ہنوز در پیش بودہ و در سیرا قربیت است خلاصہ اینکہ آہنہا بہ ظلال ہم نہ رسیدہ اند
بلکہ بہ اثر ظلال رسیدہ اند۔

حضرت امام میفرمایند کہ این بزرگان بہ انواع تربیت مراتب ترتیب کردہ اند یعنی من با ستادی
و بزرگی شان احترام دارم ولی چون بحث از صفات و ذات او تعالیٰ میشود و چیزیکہ شایان جناب قدس
او نباشد در ان جا سکوت مانند ان از دین و دنیانت دور است و چیزیکہ لائق قدسیت مراتب و حجب
نباشد می باید آنرا ترک دید نمایم۔ زیرا کہ حقوق خدا و تد تعالیٰ از ہمہ حقوق برتر و بالاتر است و آنچہ
میفرماید خلاف علماء و مشائخ از راہ نظر و استدلال است و خلاف این فقیر با ایشان از روی
کشف و شہود می باشد یعنی این فقیر بکشفات این بزرگان لا بد نمی گوید زیرا کہ گفتارشان بر روی

احوال است و از خود چیز نمی گویند بلکه این فقیر میگوید که ازین مرحله باید گذشت و برانتب عالی تری ارتقا باید نمود اما شیخ علاءالدوله همچو مکشوفات را تقبیح می کند یعنی مکشوفات وجودیه را که ظلمات شرع است تقبیح می نماید و این فقیر میگوید که این بندگان در مکشوفات خود معذور اند و بدون اختیارشان بآنها مکشوف شده لهذا اداست نمی باشد بلکه فقیر میگوید گذشتن ازین احوال مراتب از ضروریات این راه بوده و فنا بآن مربوط است۔ آنچه میفرماید، آنچه در خرق حجب گفته اند که در سیر آفاقی حجب ظلمانی و نورانی مرتفع میگردد محل خدشه است الخ یعنی حجب ظلمانی بمراحل آفاق و انفس ارتباط دارد که این مرحله در مراتب امکان است و تا از آفاق و انفس نگذرد حجب ظلمانی ازین نمی رود و خرق حجب نورانی مربوط به سیر اسماء و صفات مراتب و جوبی است یعنی بعد از سیر اسماء و صفات و شیون و اعتبارات حجب نورانی مرتفع میگردد بنا بر آن آنها که خرق حجب نورانی را در آفاق و انفس گفته اند خلاف حقیقت است۔

و آنچه میفرماید در حجب ظلمانی مراتب متفاوت اند که سبب اشتباه میگردد یعنی بندگان کمال حجب نفس را حجب ظلمانی و حجب قلبی را حجب نورانی گفته اند در حالی که هر دو این حجابات ظلمانی اند و آنچه میفرماید طریقی که این فقیر را به تسلیک آن مشرف ساخته اند را به است که جامع جذب و سلوک است و تخلیه و تحلیه یعنی سلوک که تخلیه است به خائے معجمه و جذب که تحلیه است آنجا با هم جمع اند لیکن تقدم ذاتی بر تخلیه و جذب راست بر تحلیه و سلوک۔ و جذب را بر تزکیه سبقت ذاتی است و ملحوظ نظر انفس است نه آفاق پس ناچار در این طریق راه اقرب گشته و بوصول نزدیک تر شده یعنی در ضمن جذب و سیر انفسی سیر آفاق و سلوک نیز طے میگردد و سلوک را علیحدہ طے نمی نماید بواسطه اینکه سلوک خالص بدون جذب سبب توقف سیر میگردد و جذب بدون سلوک و ریاضت نیز موصول نیست۔ بنا بر آن حضرت امام میفرماید که در سیر فقیر جذب و سلوک با هم جمع اند و آنچه میفرماید این طریق است که شاه را انبیا راست الخ یعنی در عروج حضرات انبیا عظام جذب و سلوک هر دو موجود بوده ولی جذب و اجتناب انبیا عظام غیر از جذب بای مرتب

ظلال است و جذبہ ہائے متعارفہ ظلی مخصوص مقامات و مراتب ظلی است و اجتنابے انبیاء عظام بمقامات ظلیہ ارتباطی ندارد و آنچه میفرماید این معنی فراختر فہم ہر مجذوب سالک و سالک مجذوب نیست یعنی بزرگانیکہ در مراتب ولایت صغری قرار دارند و در سیر انفس می باشند بنا بران این بزرگان صورت خود را بعنوان حق می بینند و این بزرگان کہ در مرحلہ آفاق و انفس قرار دارند دو قسم اند: یک قسمت ایشان گفتہ اند کہ عالم وجوب را در مرتبہ امکان می بینیم و برخی آنہا گفتہ اند کہ سالک تمثال عالم وجوب را بصورت امکان می بینند۔ خلاصہ ہر دو طائفہ این دستہ بزرگان در سیر انفسی قرار دارند و ازین مرحلہ نگزشتہ اند۔

حضرت امام مدوح مرشدین خود را چنین تذکر میدہند کہ نسبت انجذاب بہ ہمت قیومیت از ایشان اخذ نمودہ ام الخ یعنی انجذاب چند قسم اند۔
اول آنست کہ قیومیت حق تعالی بعارف جلوہ گر شود و بہ آن طرف جذب گردد و آن را جذبہ قیومیت می نامند۔

دوم جذبہ معیت است کہ معیت حق تعالی بعارف جلوہ گر شود۔

سوم جذبہ محبت است کہ در این جذبہ محبت حق تعالی بعارف مستولی گردیدہ و بآن طرف جذب گردد و جذبہ حضرت خواجہ احرار جذبہ دیگر است کہ سالک را بذات بخت او تعالی میرساند۔ تذکرہ: محشی مکتوبات قدسی آیات جذبہ قیومیت را قیوم شدن عارف ترجمہ نمودہ درین مورد اشتباہ کردہ است بلکہ جذبہ قیومیت عبارت از جذبہ الیست کہ فوقاتذکار یافت۔ و آنچه میفرماید در طریق این بزرگواران راہ اقرب است یعنی طریق این بزرگواران طریقہ است کہ جذبہ وسلوک و سیر آفاقی و انفسی دران جمع اند چنانچہ در ضمن جذبہ سلوک و در ضمن سیر انفسی سیر آفاقی نیز یکجا طے میگردد و در سیر سالک توقف رخ نمی دہد در سائر طرق برعکس آنست یعنی سلوک و جذبہ سیر آفاقی و انفسی ہر کدام را بصورت جداگانہ طے می نماید و آنہا جذبہ برداشت ندارند و آنچه میفرماید حضور و آگاہی ایشان فوق آگاہی ہائے اکثرشان است یعنی

حضور این بزرگواران دائمی است و آنچه میفرماید چون در مآورای آفاق و انفس ولایت را قدم گاهی نیست الخ یعنی ولایت اولیاء در ظلال قرار داشته و از آفاق و انفس نگذشته است زیرا کہ مقولہ این بزرگان است کہ گفتہ اند "اہل اللہ بعد از فنا و بقا ہر چہ می بینند و ہر چہ می شناسند در خودی شناسند و حیرت ایشان در وجود خود است" اما ولایت انبیاء عظام از مآورای آفاق و انفس پورہ کہ بخود صفات ثمانیہ تعلق دارد و آنرا ولایت کبری گویند حضرت امام میفرماید نفی غیرت دیگر است و انتفاء غیرت دیگر یعنی ازین فرمایش حضرت امام معلوم میشود کہ بزرگان دو نوع اند بعضی شان از مرحلہ سیر انفسی گذشتہ اند و بعضی آنہا ازین مرحلہ نگذشتہ اند و بانتفاء غیرت نرسیدہ اند اما گرفتار انفس ہم نمیند۔

تبصرہ: نفی در مقام طریقت است و انتقاد در مقام حقیقت و این بزرگان اگر چہ از انفس نگذشتہ مگر گرفتار انفس ہم نبودہ متوجہ سیر اقربیت اند۔ خلاصہ نفی ازین بردن است کہ ہنوز نرفتہ باشد و انتقاد ازین رفتن است کہ اغیار بیچ در شہود نماندہ باشد۔ و آنچه میفرماید کہ مآورای این ارکان اربعہ ولایت الخ یعنی جذبہ و سلوک و سیر آفاقی و انفسی کہ بظلال ارتباط دارند مقام آن کہ کمالات نبوت نہ رسیدہ اند و کمالات لایت انبیاء عظام و کمالات نبوت انبیاء عظام مآورای این مقام است یعنی باصل و اصل الاصل تعلق دارد و آنچه میفرماید باین راہ جامع جذبہ و سلوک قطع منازل نمودہ و در مآورای سلوک و جذبہ قدم نہادہ اند الخ

سوال: در اینجا فرمایش حضرت امام تناقض دیدہ میشود چہ یک مرتبہ فرمودہ اند کہ براہ جامع جذبہ و سلوک و باز میفرماید کہ در مآورای جذبہ و سلوک قدم نہادہ اند علت این تناقض چہ خواہد بود؟

جواب: در فرمایشات حضرت امام تناقض موجود نیست بدلیل اینکه جذبہ دو نوع است یکے جذبہ ایست کہ بمراتب ظلیہ ارتباط دارد و دیگرے جذبہ ایست کہ بمراتب اصلیہ تعلق دارد جذبہ ظلیہ بمراتب ولایت اولیاء مربوط است و این فرمایش شان کہ گفتہ اند در مآورای سلوک و جذبہ

قدم نہادہ اند، این جذبہ مقام ولایت اولیاء مربوط است کہ در ظلال است و فرمایش دیگرے حضرت امام کہ فرمودہ اند باین راہ جامع جذبہ و سلوک این نوع جذبہ بمقام ولایت انبیاء مربوط است کہ ماورای جذبہ و سلوک مقامات اولیاء است و باصل ارتباط دارد و آنرا جذبہ واجتہاء انبیاء عظام میگویند و این جذبہ بمقامات اصلیہ متعلق است کہ عبارت از صفات و شیونات و اعتبارات است۔ و آنچه میفرمایید کار این بزرگواران جذب و محبت است۔ یعنی این محبت یک لطف و عنایت الہی است آنچه کہ بہ سیر آفاقی و انفسی ارتباط داشتند در ضمن این جذبہ بانجام می رسد ناگفتہ نماند در حدیث شریف وارد است کہ "محب ہمارے محبوب است" محبوب چون ورای آفاق و انفس است بنابراین محب نیز از آفاق و انفس می گذرد۔

تبصرہ: مخلص بہ فتح لام شخصی است کہ اخلاص کامل و دائمی نصیب او گردیدہ و بہ تزکیہ نفس مشرف شدہ است و مخلص کسیر لام آنست کہ اخلاص تکلفی داشتہ اما ہنوز از خواہشات نفس رہائی نیافتہ است چنانچہ عوام و علمائے ظواہر کہ اخلاص شان تکلفی است۔ و آنچه میفرمایید از سیر انفسی چارہ نبود الخ یعنی سیر انفسی کہ عبارت از اصلاح و تبدیل اخلاق سالک است و از سیئہ بہ حسنہ رفتن ^{است} یک امر ضروری این راہ است سیر آفاقی عبارت از قطع علاقہ سالک است از ماسوی، و این قطع علاقہ از اغیار در ضمن اصلاح و تبدیل اخلاق سالک و از سیئہ بہ حسنہ رفتن خود بخود میسر میگردد یعنی سیر آفاقی در ضمن سیر انفسی طے می گردد۔ و آنچه میفرمایید بشنو ظہور اسماء و صفات واجبی در مراتب سالک کہ در سیر انفسی گفتہ اند الخ یعنی آہنگمان کردہ اند کہ در سیر انفسی اسماء و صفات واجبی ظاہر شدہ است و حالانکہ این چنین نبودہ بلکہ در انفس ظلی از ظلال اسماء و صفات ظہور نمودہ است کہ محصل تخلیہ میباشد و تخلیہ بہ حالے مہملہ ہنوز در پیش است۔

تبصرہ: حاصل فرمایش حضرت امام این است کہ در مراتب عارف در مرتبہ اول ظہور ظلی از ظلال مطلوب صورت می گیرد تا بواسطہ این ظہورات ظلی کہ در مرتبہ سالک

از بین برود و نتیجہ بصورت تدریجی ظہورات مراتب واجبی صورت میگیرد، یعنی این ظہورات ظلی در مراتب آفاق و انفس صورت میگیرد تا حجب ظلمانی مرتفع گردد بعد از انجام سیر آفاق و انفس سیر مراتب واجبی آغاز می یابد که سیر اقربیت بوده و سبب ارتفاع حجب نورانی می باشد۔

ناگفته نماند که بزرگان در مسائل پیوستن و گسستن اختلاف نظر دارند بعض بزرگان پیوستن را مقدم میدانند و بعض دیگرشان گسستن را مقدم می پندارند، یعنی عده ازین بزرگان پیوستن بجز را مقدم دانسته و برخی دیگر ازین بزرگان ترک و فراموشی ماسوی را مقدم پنداشته اند۔ و در نزد حضرت امام پیوستن دو نوع است یک پیوستن ظلی است و دیگر صلی، پیوستن ظلی قبل از گسستن است و پیوستن صلی بعد از گسستن دست میدهد و اینکه پیوستن ظلی مقدم است ازان سبب است که سبقت از طرف محبوب است یعنی در مرتبه اول ظهور ظلال مطلوب در وجود طالب منعکس گردیده و طالب را از ماسوی و اغیار بابتدیه بعد آن ظهور صلی که ما وراء آفاق و انفس است آغاز می یابد پس پیوستن ظلی قبل از گسستن است و پیوستن صلی بعد از گسستن دست میدهد غلاصه از فرمایش حضرت امام معلوم میشود که علم الیقین دارای سه شرط میباشد۔

اول۔ سیر آفاقی که یک شرط علم الیقین است۔

دوم۔ سیر انفسی که شرط دوم علم الیقین است۔

سوم۔ سیر اسماء و صفات که سیر اقربیت است شرط سوم علم الیقین است زیرا که صفات نیز از اندر ذات او تعالی بوده است و عین ذات نمی باشد پس سیر آنها نیز در علم الیقین داخل است یعنی صوفیہ کرام سیر آفاقی را علم الیقین و سیر انفسی را عین الیقین و حق الیقین گفته اند و از شرط سوم علم الیقین که سیر اقربیت است قطعات ذکره نداده اند۔ حضرت امام در مکتوب دیگر میفرماید که از عین الیقین و حق الیقین چه گفته شود و اگر گوید که فهم کند و چه فهم کند و که در باب بدو چه در باب یعنی اکثر اولیاء کرام بعین الیقین نرسیده اند و حق الیقین هنوز کجاست۔ از فرمایش حضرت امام معلوم است که عین الیقین و حق الیقین هم حاصل میشود اما نادیده است۔

مکتوب چہل و سوم

حضرت امام میفرماید: این سخن مناسب مقام اندراج نہایت در بدایت است کہ موطن جذبہ خاص این بزرگواران است الخ یعنی جذبہ بدایت کہ جذبہ نقشبندیان است بہ طریق دیگر وجود ندارد و درین طریق عالمیہ نمونہ از نہایت در بدایت گنجائزہ شرہ است تا برائے سالک در جذبہ بدایت نمونہ از ذوق یافت پیدا شود۔ اگر چہ یافت خاصہ منتہیان است مگر بواسطہ ذوق و محبت نمونہ از یافت در جذبہ بدایت نیز در وجود سالک بتدریج پیدا می شود و این غایت از برکت شاہ نقشبند می باشد و آنچه میفرماید و چون معاملہ از جذبہ بیرون رود الخ یعنی وقتیکہ جذبہ بدایت کہ خاصہ نقشبندیان است با انجام برسد و معاملہ بہ توسط بکشد ذوق یافت در رنگ یافت نیز مفقود گردد یعنی در ابتداء ہم یافت نبوده است صرف بواسطہ جذبہ بدایت ذوق یافت پیدا شدہ بود و آن ہم با جذبہ بدایت یکجا مفقود گردید و چون جذبہ بدایت کہ سبب شہود ظلال بودہ معدوم شد ذوق یافت نیز معدوم گردید۔

سوال: توسط کدام وقت را گویند و سالک متوسط کدام سالک خواہد بود۔

جواب: سالک متوسط شخصی را گویند کہ از عالم امکان اعراض نمودہ ولی ہنوز بعالم وجوب نرسیدہ و در ظلال است و در حق این طائفہ نہ یافتہ است و نہ ذوق یافت برعکس بتدریان نقشبندیہ اگر چہ یافت ندارند مگر ذوق یافت برائے شان بیسر است۔

و آنچه میفرماید چون کار بہ نہایت رسید یافت میسر میگردد و ذوق یافت مفقود بود یعنی بعد از رسیدن بہ مراتب وجوبی با وجود یافت ذوق یافت از بین می رود۔ بدلیل اینکہ ذوق فرع ادراک است و در این وقت چون مراتب وجوبی در ادراک عارف نمی گنجد تا بران آن ذوق قبلی کہ در مرتبہ ابتداء دست دادہ بود در این مرتبہ از بین می رود خلاصہ چون ادراک نیست ذوق ہم نمی باشد اگر چہ یافت موجود است و آنچه میفرماید دولت یافت نصیب باطن منتہی است کہ

بعد از انقطاع تعلق او کہ بطاہر خود داشت باین دولت مشرف گشته است یعنی یافت نصیب باطن منتہی می باشد و بعد از رسیدن بانتہا لطائف عارف تفریق می یابد بنا بران ظاہر عارف از یافت باطن آگاہی نمی یابد بنا بران ذوق او معدوم می گردد پوشیدہ نمازد وفتیکہ عارف بہ مبرا فیض خود رسید لطائف او متفرق و از ہم جدا میگردد یعنی روح او در عروج و نفس او نزول میکند و در این مرحلہ چوں لطائف تفریق وجدانی پیدا کردہ است بتا بران ظاہر عارف آریافت باطن او آگاہ نمی گردد بنا بران ذوق یافت نمی باشد یعنی اسباب فقدان ذوق روچہ است اول عدم ادراک مراتب و حجب دوم تفریق لطائف عارف کہ ظاہر او باطن او خبر ندارد۔

سوال: ازین فرمایش حضرت امام معلوم میشود کہ وصول بانتہا نصیب باطن بودہ کہ عبارت از عالم امر است و حالانکہ وصول بذات بحت مقدس او تعالی خاصہ ظاہر انسان است بالخاصہ این افتخار نصیب عنصر خاکی است این فرمایش حضرت امام چگونہ خواہد بود ؟

جواب: در این جامر از انتہا وصول بہ صفات است نہ وصول بذات بحت او تعالی زیرا انتہی عارفی را گویند کہ باسم مربی خود رسیدہ باشد و وصول بذات بحت او تعالی بالا صالہ خاصہ انبیاء عظام است و از بکت متابعت بعض اکابر بزرگان را نیز میسر میگردد و ہر شتہی باین مرتبہ نمیرسد و یا اینکه مراد از انتہا انتہای لطائف عالم امر است نہ انتہای عارف و انتہای عالم خلق او مراد نیست۔

نہ ہر کہ سر بر ترا شد قلندری داند نہ ہر کہ آیینہ سازد سکندری داند

و آنچه میفرماید ازین جاست کہ سماع و رقص و صیہ و اضطراب نزد ایشان عزیز الوجود است الخ یعنی چون آنہا از ذوق باطن بے نصیب اند بنا بران ولایت را عبارت ازین چیز یاد دانستہ اند و آنچه میفرماید پس نظر بہ ظاہر توان گفت کہ منتہی را یافت میسر است اما ذوق یافت مفقود باقی ماند باطن منتہی کہ ہم یافت دارد و ہم ذوق یافت اما چون آن ذوق دارا بے یحوظی است بنا بران بدرک ظاہر عارف نمی گنجد خلاصہ اینکه باطن منتہی ہم دارا یافت است و ہم دارا ذوق

یافت اما ذوق این یافت بچون است لهذا با دراک ظاہر گنجایش ندارد زیرا کہ ظاہر از باطن جدا گردیده است و از یافت باطن آگاہی نمی یابد و در بتدی چون لطایف سالک با ہم متمنجز بوده ازین سبب ظاہر و از معاملہ باطن او آگاہ میگردد و آنچه میفرماید بعض از مشائخ سلاسل دیگر از سخن اندراج نہایت فی البدایت کہ ازین بزرگواران صادر شدہ است در اشتباہ اندازہ یعنی مشائخ دیگر بتدیان باین طریقہ را مساوی شتہیان طرق دیگر میخوانند و در حیرت و اشتباہ می افتند کہ بتدی این طرق چگونہ مساوی شتہی طرق دیگر است۔

حضرت امام میفرماید عجب است مساوات بتدی این طرق را با شتہی طرق دیگر از کجا ہمیدہ اند یعنی مشائخ طرق نقشبندیہ میفرمایند کہ در این طرق نہایت در بدایت درج است و این فرمایش مشائخ نقشبندیہ مفہوم آنرا نمی دہد کہ تمام کمالات و قرب نہایت در بدایت این طرق موجود است بلکہ ازین فرمایش مقصدشان این است کہ نمونہ از نہایت در بدایت این طرق درج است کہ عبارت از جذبہ بتدی است و طرق دیگر داراے این جذبہ نمی باشند۔ چنانچہ حضرت امام میفرماید بتدی این طرق ہر چند حکم شتہی ندارد اما از دولت نہایت بے نصیب است و این سخن دلالت بر مساوات ندارد۔ و نیز میفرماید آن ذرہ نمک کلیت اورا بلیغ و نمکین خواہد ساخت یعنی محبت شیخ و ذکر و تعالیٰ حضور یا نند است کہ دانہ از تخم صالح بزین مستعد انداختہ شود۔ خود بخود نمونہ و بتدیان این طرق نیز چون نمونہ از کمال نہایت در وجودشان موجود است لهذا از کمال انتہائی بے بہرہ نمیشوند و این امتیاز خاصہ بتدیان نقشبندیان است و بس و اگر بتدی این طرق عالی قوت شود و بہ انتہا نہ رسد از فیض انتہا بے نصیب نخواہد بود و آن نمک نہایت اورا بلیغ خواہد ساخت۔

و آنچه میفرماید باید دانست کہ میان شتہیان این طرق و طرق دیگر ہمیں قدر فرق است یعنی برائے شتہیان این طرق وصل عریان است و برائے شتہیان طرق دیگر مطلق وصل شتہان مابینہما و بکذا حضرت امام میفرماید از تجلیات اعراض نمودہ متجلی را می جویم و ظہورات را

واپس گذاشتہ ظاہر را در لطن بطون میخواستیم انحراف یعنی بعض منتہیان تجلیات و ظہورات تماثلات را انتہا پنداشتہ اند ولی منتہیان این طریق بہ ظلال میدان نداشتہ و بآنها گرفتار نمی شوند بلکه خود متجلی را میخواستند چنانچہ بظلال صفات و ظہورات خود صفات قناعت نکرده اصل ذات او تعالی را میجویند و ذات او تعالی با وجود ساطت دارے وسعت نیز می باشد این بزرگان بقوت یحوی درال وسعت نیز سیر می نمایند۔

مکتوب چہل و چہارم

در این مکتوب شریف حضرت امام اقوال صوفیہ و جودیه و علمائے کرام را مقایسہ و تطبیق میفرمایند چنانچہ علمائے کرام عالم را مخلوقات او تعالی میدانند و صوفیہ و جودیه آنرا ظہورات حق میگویند و صوفیہ و جودیه عالم را معدوم خارجی گفته و بظہور خارجی آن قابل اند و علمائے کرام عالم را موجود خارجی میدانند ناگفته نماند کہ وجود خارجی دیگر است و ظہور خارجی دیگر چنانچہ صورتیکہ در آئینہ نمودار است دارے ظہور خارجی بودہ و وجود خارجی ندارد۔

حضرت امام میفرمایند صوفیہ و جودیه ہر چند عالم را معدوم خارجی میدانند اما در خارج وجود و ہمی آنرا اثبات می نمایند انحراف یعنی این وجود و ہمی را مثل اوہام و خیالات سفسطائی ہانمی دانند چنانچہ کہ سفسطائی ہا عالم را اوہام و خیالات گفته اند بلکه صوفیہ و جودیه این وجود و ہمی و نمود خیالی را کہ چون مخلوق حق است از زوال محفوظ و از خلل مصون یعنی بعد از آن معدوم ابدی نمی گردد و بہ ثبات و استقرار آن قابل اند و بکذا معاملہ دنیا و آخرت را کہ محلد و موجد است بآن وجود مربوط میدانند پس در نزد این ہر دو فرقہ وجود ممکنات در خارج ثابت گشت و ظہور خارجی نیز بکنوع وجود خارجی می باشد پس نزاع شان نزاع لفظی است۔

حضرت امام میفرمایند کہ غایت مافی الباب صوفیہ کہ آن وجود را و ہمی میگویند بواسطہ اینکہ در وقت عروج از نظر ایشان مختفی میگردد یعنی چون در وقت عروج اشیاء اندیدہ اند و وجود

اشیاء را وہی گفته اند و علماء چون آنرا ہمیشہ می بینند بنا بر آنرا موجود خارجی می دانند۔

تبصرہ : وہم دو نوع است : یکے وہم متقن و ثابت است و دیگرے وہم مخترع و غیر ثابت و موموم متقن موجود نفس الامری است و صوفیہ کرام عالم را وہم متقن گفته اند و فسطائی ہا کہ عالم را وہم گفته اند مقصدشان وہم مخترع است کہ صرف اختراع وہم است ۔

حضرت امام میفرماید در رنگ اینکه شعبہ بازی چہائے غیر واقع را واقع نماید یک چیز را دہ چیز دانا ندان دہ چیز را حصول نیست مگر در حس و وہم و در نفس امر جزیک چیز موجود نیست و این دہ چیز را کہ نموده است اگر بقدرت کاملہ خداوندی ثبات و استقرار پیدا کند نفس الامری میگردند الخ یعنی وحدت وجود مطلقاً نفس الامری است و تعدد وجود بہ اعتبار وہم نفس الامری گشتہ بتایران آنرا عالم حقیقت و این را عالم مجاز گویند چون حق تعالی وجود موموم عالم را ثبات و استقرار بخشیدہ است نفس الامری گردیدہ چنانچہ کہ حضرت امام قصہ شعبہ بازان بلاد ہندوستان را بیان فرمودہ است و حق تعالی قادر است کہ یک چیز وہی را ثبات و استقرار بخشد چنانچہ حضرت امام میفرماید پس در صورت تنازع فیہ حضرت حق سبحانہ و تعالی کہ جز او صفات او در خارج و نفس امر موجودی نیست بقدرت کاملہ خود کمالات اسمائی و صفاتی خود را در پردہ صور ممکنات در مرتبہ حس و وہم ظاہر ساخت و بوجہ وہی و ثبوت خیالی آن کمالات را در محالی اشیاء جلوہ گر گردانیدہ الخ یعنی اشیاء را بر طبق آن کمالات در مرتبہ حس و وہم ایجاد فرمودہ و عالم را در مرتبہ نمود بے بود ایجاد کرد و این نمود بے بود را اتقائی و استقرار و ثبات کرامت فرمودہ چنانچہ شعبہ بازان کہ یک چیز را دہ چیز دانا ندان و این دہ چیز صرف نمود بے بود است مگر حق تعالی قادر است کہ آن نمود بے بود را ثبات و استقرار بخشد چنانچہ بخشیدہ است پس در بین اقوال صوفیہ و علمائے کرام ہیچگونہ مخالفی موجود نیست، صوفیہ کہ بوحثت قائل اند مرادشان وجود خارجی و حقیقی و نفس امری می باشد و علماء کہ بکثرت قائل اند مرادشان وجود مشہود و محسوس است کہ این ہمہ کثرت و تعدد وجود بالمشاہدہ ثابت می باشد و صوفیہ کرام

نیز ازین امر انکار نمی ورزند مگر منظورشان حقیقت است و در حقیقت وجود واحد است و وجود عالم وجود حقیقی نبوده بلکه وجودشان یک و هم متقن است که معامله دنیا و آخرت بدان مربوط است پس نزاع این دو طائفه نزاع لفظی می باشد بدلیل اینکه صوفیه نمی گویند که عالم محسوس و مشهود نیست و علمائیزباین نظریه نمی باشد که عالم را مانند وجود واجب تعالی وجود حقیقی بدانند یعنی علمای کرام وجود عالم را وجود ضعیف دانسته اند و صوفیه کرام و هم متقن گفته اند بنا بر گفتار متذکره در بین این دو فرقه کدام نزاع معنوی دیده نمی شود و مغایرت اقوال شان صرف جنبه لفظی و ظاهری و مناظره شان نزاع لفظی می باشد و وجود ضعیف و موهم متقن هر دو در حکم یک چیز است۔

مکتوب چهل و پنجم

حضرت امام میفرماید باید دانست که عالم مجالی و مظاہر اسما و صفات واجب است یعنی علم ممکن منظر و نمونه علم او تعالی قدرت بنده نمونه قدرت او تعالی است و علی هذا القیاس۔ خلاصه عالم منظر تجلی صفات او تعالی است نه منظر ذات مقدس او تعالی چنانچه حضرت امام میفرماید ذات او تعالی را در عالم منظر نمیست و لهذا میفرماید بخلاف ذات که ممکن ازان دولت به نصیب است الخ یعنی ممکنات دارای ذات نبوده و تنها نمونه صفات او تعالی می باشند نه نمونه ذات او تعالی ازین سبب ممکنات اعراض بوده جوهر نمی باشند و علمای معقول که ممکن را به عرض و جوهر تقسیم نموده اند از ظاہر بینی شان است و از حقیقت به خبر اند بدلیل اینکه جوهر بذات خود قائم می باشد در صورتیکه ممکن اصلاً دارای ذات نمی باشد و در حقیقت قیام او به صفات او تعالی است قیام یک ممکن به ممکن دیگر قیام است بطوات قیام سرعت به حرکت قیام عرض است بعض دیگر در حقیقت قیام این هر دو به صفات او تعالی و قیام صفات بذات واجب تعالی است یعنی قیام ممکنات به صفات او تعالی بوده و قیام صفات بذات او تعالی است پس ممکنات جوهر نمی باشند تا گفته تماند که اگر ممکنات جوهر می بودند بواسطه عرض از بین نمی رفتند و بحال خود باقی می بودند و حالانکه صد اسرار فیل

کہ یک نوع عرض است تمام عالم بواسطہ آن فنا گردیدہ و از بین میرود و ازین و صنعت معلوم و ہویا است کہ عالم عرض بودہ و جوہر نمی باشد خلاصہ اینکه ممکنات مظہر صفات او تعالیٰ بودہ و مظہرات مقدس نمی باشند بنا بر آن اعراض اندہ جوہر زیرا کہ صفات واجبہ ہم بمنزلہ اعراض میباشد حضرت امام میفرماید این معارف غامضہ را کوتاہ نظران با معارف توحید و جود خلط نہ کنند الخ یعنی این معارف غامضہ بمعارف توحید و جود قابل مقایسہ نیست بدلیل آنکہ در توحید و جود عالم را موجود نمی دانند و ہمہ را ظہور حق می پندارند ولی در نزد حضرت امام عالم موجود بودہ اما دارائے قابلیت اشارت حسن نمی باشد زیرا کہ حقیقت ممکنات همان اعراض مجتمعه است کہ قابل اشارت حسی نمی باشد و ممکنات مظہرات واجبہ نہ بودہ - و آنچه میفرماید عجیب عالمہ است اناے ممکن الخ یعنی اناے ممکن بواجب تعالیٰ راجع شود و ممکن بحال خود ممکن بودہ واجب نباشد یعنی اشارہ ممکن بواجب تعالیٰ باین معنی است کہ قیام جمیع اشیا بذات اوست یعنی مقوم ممکنات اوست و ممکن قابل اشارت حسی نیست و بآن معنی نیست کہ ممکن عین واجب است چنانچہ وجودیہ گفتہ اند خلاصہ اینکه ممکن بواسطہ عرضیت خود قابل اشارت حسی نہ بودہ بنا بران اناے او بواجب راجع میگردد آنکہ ممکن واجب است چنانچہ وجودیہ گفتہ اند۔

مکتوب چہل و ششم

حضرت امام میفرماید: کلمہ طیبہ متضمن طریقت و حقیقت و شریعت است یعنی کما نیکہ تکرار نفی و اثبات استعال نمایند بمراتب طریقت حقیقت و شریعت می رسد۔ و آنچه میفرماید تازانیکہ سالک در مقام نفی است و در مقام طریقت است الخ - یعنی تازانیکہ ماسوی از نظر سالک فراوانی تانی نشدہ است سالک در مقام طریقت است و وقتی کہ ماسوی فراوانی گردد سالک بمرتبہ فنا مشرف و بمقام حقیقت میرسد۔ بعد از آن کہ حقیقت شریعت سرفراز میگردد۔ آنچه میفرماید و چون بعد از نفی در مقام اثبات آید و از سلوک بجزیہ گراید الخ یعنی بعد از فنا ماسوی سالک بسیر فی اللہ

میرسد کہ مقام جذبہ است و در این مرتبہ سالک بحقیقت رسیدہ و بہ بقا باللہ مشرف میگردد و بقا عبارت از قبول انعکاس تجلی صفات او تعالیٰ است در وجود عارف۔ ناگفتہ نباید گذاشت کہ در مرتبہ بقا باللہ عارف متخلق باخلاق اللہ گردیدہ و نفس او نزول می کند و روح او بہ کمک جذبہ در مراتب وجوبی و عروجی می نماید۔ خلاصہ کسانیکہ باین مراتب مشرف گردند و نفس شان از امارگی باطمینان برسد نام ولایت و بزرگی بآنها صادق می آید و سیر فی اللہ مقام جذبہ است در تمام طرق اربعہ۔ و آنچه میفرماید پس کمالات ولایت مربوط بہ جز اول این کلمہ طیبہ گشت کہ نفی و اثبات است باقی ماندہ جز دوم این کلمہ مقدسہ کہ مثبت رسالت خاتم الرسل است این جز را خیر محصل و مکمل شریعت است یعنی آنچه در مقام نفی حاصل شدہ بود صورت شریعت بودہ و حصول حقیقت شریعت بعد از وصول بمرتبہ ولایت دست میدہد کہ مقام اثبات است تا کہ سالک از مایہ نگذرند در مقام نفی بودہ و قتیکہ بمراتب وجوب برسد بہ مقام اثبات میرسد۔

و آنچه میفرماید طریقت و حقیقت کہ محصلان ولایت اندگو یا شرائط انداز برای تحصیل و رسیدن بہ حقیقت شریعت یعنی حقیقت ولایت عبارت از رسیدن بہ ظلال مراتب وجوبی بودہ و حقیقت شریعت عبارت از کمالات ولایت نبوت است کہ رسیدن بصل مراتب وجوب است و باین اساس کسانیکہ بمراتب ظلال مراتب وجوبی برسند گمان نکنند کہ شریعت پوست است و حقیقت منزعزیر کہ حقیقت آنها عبارت از شہود ظلال مراتب وجوبی است و حقیقت شریعت عبارت از کمالات ولایت نبوت است و رسیدن بخود مراتب وجوب است و مراتب وجوب عبارت از صفات و شیونات و اعتبارات و مرتبہ ذات بخت او تعالیٰ است۔ و حقیقت این اشخاص ظل از ظلال حقیقت شریعت است نہ حقیقت شریعت۔

و آنچه میفرماید در طریقت گویا از الہ نجاسات حقیقیہ است و در حقیقت از الہ نجاسات حکمیہ یعنی نجاسات حقیقیہ عبارت از گرفتاری ممکنات است و گرفتاری ظلال شبیہ نجاسات حکمیہ است و قتیکہ سالک از گرفتاری ممکنات و نیز از گرفتاری بہ ظلال کاملارہائی یابد آنگاہ ایاق

آزما پیدا می کند که احکام شرعی را به طور کامل تعمیل نماید و از اسرار قرآنی با خبر گردد۔ بیت
 عروس معنای قرآن حجاب انگه بر اندازد که دارالملک پیمان مجرد بیند از غوغا
 دارالملک قلب انسان است یعنی زمانی که سالک از گرفتاری های ماسوی و بکذا از گرفتاری های
 مراتب ظلال مراتب و جوی خلاصی یافت و بمراتب اصل مشرف گردید آن وقت اسرار قرآنی را
 درک نموده و هم نمازیکه ادا می نماید حقیقت نماز خواهد بود چه قبل ازین مراتب فوق صلوٰۃ سالک
 صورت صلوٰۃ بوده و بعد از وصول بمرتبہ مقدسه فوق صلوٰۃ او بحقیقت صلوٰۃ تبدیل می یابد یعنی
 نماز معراج او می گردد و در این مرحله عارف در نماز مظهر تجلیات مراتب و جوی می گردد۔

و آنچه میفرماید جزو آخرین کلمه مقدسه را دریای یافتن که جز اول در جنب آن قطره بنمود
 یعنی کمالات ولایت را در جنب کمالات نبوت هیچ مقداری نیست به تکرار نفی و اثبات سالک
 بمرتبہ ولایت میرسد و انبیاء عظام نیز بواسطه تکرار این کلمه مقدسه بمدارج عالی و بمراتب بلندتری
 مشرف میگردند چنانچه تفصیل آن قبلاً بمکاتب دیگری توضیح یافت است۔ و آنچه میفرماید
 علی الخصوص که باین تخلص مامور شود الخ یعنی حضرات انبیاء که به تبلیغ و ارشاد خلق و نیز
 مشایخ کرام که بمراتب عروج و نزول مشرف میگردند هر دو حقوق را ادا می نمایند یعنی حقوق خالق
 و مخلوق را ادا می نمایند و مامور به تبلیغ و ارشاد گردیده اند۔ و آنچه میفرماید ذکر یکبار اسم و صفت تذکر
 واقع شود سریع التاثر است الخ یعنی ذکر و توح است یکی یاد کردن نام مبارک او تعالی است
 دیگرے تعمیل او امر شرعی است بدون دوام ذکر۔ ذکر اولی سبب جذب و محبت میگردد و اکثر
 عرفای کرام ازین راه به وصول بلاکیف مشرف شده اند، و ذکر ثانی که تعمیل او امر است اگر چه
 در این خواص نیست با وجود آن بر سبیل ندرت سبب وصول میگردد۔

چنانچه حضرت خواجہ بزرگ یعنی شاه نقشبند فرموده اند که مولانا زین الدین نای بادی بدو
 سلوک از راه علم شریعت بخدا رسیده است۔

سوال: تعمیل او امر چرا سبب وصول نیست۔

جواب: بیعت وصحبت نیز از حبلہ و امر است۔

و آنچه میفرماید: ذکر یکہ باسم و صفت واقع شود و وسیلہ الیست کہ الخ یعنی مراعات حدود شرعیہ بدون محبت بصاحب شرح و بدون ذکر نام او تعالیٰ میسر نمی شود بواسطہ اینکہ بدون تکرار اسم ذات او تعالیٰ کہ سبب تزکیہ است مراعات حدود شرعیہ مشکل پیدا شود و بعد از ذکر کہ سبب محبت است مراعات حدود شرعیہ آسان می گردد۔

و آنچه میفرماید: و رای این معاملہ سہ گانہ طریقت و حقیقت و شریعت معاملہ دیگر نیست و کار و بار دیگر و آن معاملہ وراثت انبیاء اولوالعزم است کہ نصیب اقل قلیل است الخ یعنی این مرتبہ محض بہ فضل و احسان او تعالیٰ مربوط است و بس و بہ تعمیل او امر مربوط نیست زیرا کہ تمام انبیاء تعمیل او امر دارند و لو العزم نشدہ اند۔

تبصرہ: تمام انبیاء عظام تعمیل او امر شرعیہ را بجا آورده اند ولی باین مرتبہ اولوالعزمی مشرف نشدہ اند باین وصول باین مرتبہ مقدسہ صرف بہ لطف و احسان حق تعالیٰ مربوط است و بس اما حضرات انبیاء عظام دیگرہ طفیل انبیاء اولوالعزم و بعض اولیاء کرام بہ متابعت ایشان نیز باین مقام عالی مشرف میشوند۔ خلاصہ مراتب و جوی متفاوت بوده و حق تعالیٰ ہر کس از دوستان خود را علی قدر استعدادشان بآن مراتب مقدسہ سرفراز ساختہ است۔ و آنچه میفرماید کہ نصیب اقل قلیل است الخ یعنی چون تمام انبیاء عظام اصالتاً باین مقام مشرف نشدہ اند و اولوالعزم نگشتہ اند لهذا از اولیاء کرام نیز اقل قلیل باین دولت مشرف خواہند گشت۔

و آنچه میفرماید: ازین معارف لازم می آید الخ یعنی شریعت عبارت از تعمیل او امر شرعیہ است و این معاملہ بہ باطن ارتباط دارد زیرا کہ عروجات این مرتبہ در این دنیا خاصہ باطن است ولی در آخرت بظاہر نیز ارتباط میگیرد و این فرمایش حضرت امام قبل از رسیدن بہ کمالات عالم خلق بوده و در ثانی فرمودہ اند کہ معارف اصلیہ نصیب عالم خلق است و یا مراد ازین تہا بہایت عالم امر است نہ مطلق بہایت۔ خلاصہ فرمایش حضرت امام این است کہ وصول

یابن مرتبہ مقدسہ بواسطہ تعمیل اوامر شرعیہ نبودہ مگر تعمیل اوامر شرعیہ از شرائط آن بحساب میرود چنانچہ عروجاتیکہ در نماز میسر میگردد سبب آن وضوئی باشد زیرا کہ عروجات موقوف بر نماز است و نماز موقوف بر وضوئی باشد و صدور حقیقت از شرائط عروجات نبوده است نہ سبب عروجات همچنان بلای رسیدن بمرتبہ اولوالعزمی نیز تعمیل اوامر شرعیہ سبب آن نبوده بلکه از شرائط وصول می باشد یعنی عروجات انبیاء و العزم یابن مرتبہ مقدسہ اولوالعزمی بحض فضل و احسان او تعالی است و تعمیل اوامر شرعیہ از شرائط آن است و نہ سبب آن و اگر تعمیل اوامر و امتناع از منافی سبب علت این کمال می بود بیانیست ہر نبی بمرتبہ اولوالعزمی مشرف می گردید و آنچه میفرمایند کہ توجہ بخلق عین توجہ بحق است نہ یابن معنی کہ ممکن عین واجب است الخ یعنی این توجہ بخلق چون بامر و تعالی است لہذا مانند عین توجہ بحق می باشد و توجہ بخلق را عین توجہ بحق دانستن و ممکن را واجب دانستن حال صوفیہ وجودیہ است و معرفت حضرت امام بمراتب از اعلیٰ تر است۔

و آنچه میفرمایند توان گفت کہ واجب تعالی مرات ممکن است الخ یعنی عارف در وقت ابتداء عروج و نیز در وقت ابتداء نزول ممکنات را در مرات واجب مشاهده میکند و در کمال عروج ممکنات مشہود او نمی باشد و در وقت کمال نزول نیز واجب دیدہ نمی شود و آنچه میفرمایند چنانچہ آن صور را در مرات صورت حلولی نیست الخ یعنی صور تہائے کہ در آئینہ دیدہ میشود هیچ حلول و انضمام بہ آئینہ ندارند و ہکذا صور ممکنات کہ در مرات واجب تعالی دیدہ میشوند قطعاً حلول و انضمام بہ آن مرات مقدس نیست بلکہ یک معاملہ بلا کیف است۔

و آنچه میفرمایند در مراتب نزول کہ موطن ثبوت اسماء و صفات است الخ یعنی ممکنات را آئینہ ظهور و تمثال اسماء و صفات او تعالی میتوان گفت زیرا کہ سمع و بصر و علم و قدرت بندہ مرات سمع و بصر و علم و قدرت او تعالی است اما ممکنات لایق آن نیست کہ آئینہ و منظر ذات او تعالی شدہ نتوانند مگر قیوم وقت کہ منظر ذات مقدس او تعالی میگردد مجرد الف بہ نسبت قیوم ہم

بلند تر است۔ و آنچه میفرماید این صورت را نه توان گفت که آئینه قرب اوست و نیز نتوان گفت که آئینه محیط آن صورت است الخ یعنی این قرب و احاطه یک قرب و احاطه بے کیف است چنانچه یقین داریم که حق تعالی بپا از ما قریب تر است و محیط است اما کیفیت این قرب و احاطه را نمی دانیم بلکه از جمله تشابهات است که ادراک آن از فهم قاصر ما بلند است۔ بیت

یا نزدیک تر از من بمن است این عجب تر که من ازوے دوم

غفلت ما سبب بعد ما شده ورنه حق سبحانه به نسبت ما بماند نزدیک تر است مصرع

تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

مکتوب چهل و هفتم

حضرت امام میفرماید که این دولت اثر قرب صحبت است یعنی این حرارت طلب که در باطن شما پیدا شده است اثر صحبت فقیر است و آنچه میفرماید صحبت بر شما درست شده است الخ یعنی فوائد صحبت فقرا را فهمیده مگر آنرا ترک کرده اید بنا بر آن زبان عذر شما بسته است۔ و آنچه میفرماید جوهر استعداد شما نفیس است الخ یعنی بزرگان بواسطه فراست که حق تعالی بآنها داده است استعداد طالیان را می فهمند و شب دیگر عبارت از حیات این جهان است زیرا که فائده خوبی و ضرر بدی محسوس نمی شود۔

مکتوب چهل و هشتم

حضرت امام میفرماید، جائے آنست که حجاب از فعل محبوبان لذت بگیرند و عیش تمام یعنی قوت فرزند شما فعل او تعالی است لهذا می باید از آن لذت گرفت و این فعل او تعالی را می باید دانست بلکه آنرا فعل معشوق دانسته و از آن لذت باید گرفت چه در نزد عاشق انعام ایلام محبوب همه یکسان بوده و همه را فعل معشوق دانسته و از آن متلذذ میگردد۔ عاشق متفقط

شہود فعل معشوق است خصوصیت ایلام و انعام از نظر او بر فائز است۔

مکتوب چہل و نہم

حضرت امام میفرماید نصیحتی کہ باخوی خواجہ محمد گدا نموده می آید بعد تصحیح عقاید کلامیہ و بعد اتیان احکام فقہیہ دوام ذکر الہی است برہمی کہ یاد گرفته اند باید کہ ذکر آفقدراستیلا یا بد کہ غیر تذکور را در باطن نگذارند یعنی بآن اندازہ بزرگ مشغول شود کہ بہ فنا و نسیان ماسوی مشرف و بمنزبہ بقا باشد برسد۔ حضرت امام خواجہ محمد گدا را بہ فنا و قلب اشارہ میفرماید و توصیہ میفرماید کہ باید قلب شما فانی گردیدہ و بہ نسیان ماسوی مشرف شدہ باشد زیرا کہ فنا قدم اول ولایت است و بقا مترتب بر فنا است الخ یعنی اول نسیان ماسوی است و باز مرتبہ بقا عبارت از متخلق شدن یا خلاق خداوند است و یا بعبارة دیگر متصف شدن عارف است بہ پر تو انعکاس صفات او تعالیٰ۔

خلاصہ فنا و بقا ہر دو یکی آن دور کن ولایت اند فنا بمنزلہ وضو و بقا بمنزلہ نماز است تا سالک فانی نگردد قرب او تعالیٰ نصیب وی نمیگردد و قبل از نسیان ماسوی متخلق یا خلاق وجود نمیگردد۔ حضرت مولانا میفرمایند

ہیچ کس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بار گاہ کبریا

بے فنا و مطلق و جذب قوی کے حریم وصل را محرم شوی

در مکتوبات حضرت عروۃ الوثقیٰ مذکور است "تا دشمن را از دل بیرون نکشی دوست نمی آید بعد از برآوردن دشمن دوست خود بخود می آید۔ بیت

مراد بگر بجائے من نہ بینی چو جان آئی بجائے من نشینی

توئی از ہر د عالم آرزویم ترا چون یافتم از خود چہ گویم

مکتوب پنجاہم

حضرت امام میفرماید شریعت را صورت است و حقیقت الہ یعنی تاثر یا نیکہ نفس سالکانہ
انارگی رہائی نیابد ایمان او صورت ایمان است و نماز او صورت نماز است حاصل فرمایش حضرت
امام اینکہ ایمان دو نوع است یکے ایمان قلبی است و دیگرے ایمان نفسی۔

(۱) ایمان قلبی برائے ہر فرد مسلمان حاصل است۔

(۲) ایمان نفسی کہ بعد از تزکیہ نفس حاصل میگردد خاصہ اولیائے کرام است۔

تبصرہ: کسانی کہ دارائے ایمان قلبی اند اگرچہ داخل جنت میشوند اما حصول مراتب عالی
بہ تزکیہ نفس و بایمان نفسی ارتباط دارد چنانچہ حضرت امام فرمودہ است کہ جنت را صورت است
حقیقت یعنی کسانی کہ بہ تزکیہ نفس مشرف اند از حقیقت جنت و کسانی کہ فقط ایمان قلبی دارند از
صورت جنت برخوردار خواهند بود و در جنت ہر کس بہ اندازہ کمال معرفت خود محظوظ میگردد بنابراین
از لاج مطہرات آنحضرت اگرچہ در جنت آنحضرت اند اما حظ و تمتع حضرات شیخین در جنت ہائے خود
شان نسبت بہ آہنہا بیشتر می باشد در حدیث شریف وارد است کہ ”ثمرات جنت نتیجہ تسبیحات است“
یعنی ہر کس کہ تسبیح او حقیقی بودہ باشد محظوظیت او بیشتر است و نیز از سیاق و سباق کلام حضرت
امام معلوم می شود کہ میوہ جنت بمنزلہ تسبیحات این جہان است بنابراین شاید کہ سبب ترقیات
روزمرہ بہشتیان بودہ باشد ناگفتہ نباید گذشت کہ در جنت قرب بہشتیان با و تعالی در لایعہ ماکولات
جنتہ بیشتر میگردد زیرا کہ ماکولات جنت نتیجہ تسبیحات این جہان است بنابراین کسانی کہ در
جنت غذا و قاکہ میخورند مانند آنست کہ در دنیا تسبیح میگویند لذا قرب شان روز بروز بیشتر
میگردد چنانچہ در این جہان پیشرفت معرفت و قرب او تعالی بواسطہ تسبیحات است
در جنت بواسطہ ماکوت۔ زیرا کہ ماکولات آنجا نتیجہ تسبیحات این جہان است۔ این معنی را
بندہ از سیاق و سباق مکتوبات قدسی آیات ہمیدہ ام شاید کہ ہمیں طور بودہ باشد۔

سوال: درباره ایمان قلبی در شریعت مقدس تذکرات داده شدہ ولی درباره ایمان
دماغ کہ یک عضو حساس انسانی بودہ و ہمہ کارہا با و مربوط است شریعت مقدس از ان کلام

ذکر ی بعمل بیاورده علت آن چه خواهد بود یعنی شریعت مقدس از ایمان دماغ پیچ بحث نکرده است؟

جواب: چون دماغ جز نفس انسانی بوده و همه مردم یا ایمان نفس مکلف نگریده زیرا که رحمت عامه حق تعالی مقتضی آنست که اکثر مردم مرحوم و اہل جنت بوده باشند و اگر ایمان نفس و دماغ فرض عین می گشت بدون اولیای کرام سایر مردم مومن نمی بودند و این امر خلاف مقتضی رحمت عامه است و رحمت عامه مقتضی آنست که تنہا ایمان قلبی بدون ایمان نفس و دماغ سبب دخول جنت بوده باشد و ایمان نفس سبب درجات عالیہ می باشد۔ خلاصہ صاحبان ایمان صورت بصورت شریعت عامل اند و صاحبان ایمان حقیقی بہ حقیقت شریعت رسیده اند یعنی صورت شریعت عباد از بجا آوردن احکام و ادام شرعیہ است و این عمل قبیل از تزکیہ نفس بہ تکلف صورت میگیرد و حقیقت شریعت آنست کہ عارف بہ سبب تزکیہ نفس از تعمیل ادام شرعیہ محظوظ گردد۔ خلاصہ اینکه اگر ایمان نفس فرض عین می گشت بدون اولیای کرام دیگر اشخاص مومن نمی بودند و این خلاف مقتضی رحمت عامه است۔ اما ایمان نفس کہ بہ تزکیہ نفس مربوط است سبب درجات عالیہ است شامی دانید کہ مقررین دیگر و برابر دیگر است۔

حضرت امام میفرماید کمالات ولایت نتائج صورت شریعت است و کمالات نبوت ثمرات حقیقت شریعت میباشد الخ یعنی کمالات ولایت رسیدن بہ ظلال صفات واجب است کہ سالک بواسطہ تعمیل ادام شرعیہ بان نایل میگردد و بہ شہود ظلال صفات او تعالی مشرف میشود اما کمالات ولایت نبوت کہ حقیقت شریعت است وصول بخود صفات مقدسہ ات او تعالی میباشد۔ تبصرہ: کمالات انبیای عظام دو نوع اند یکے کمالات ولایت نبی است و دیگرے کمالات نبوت نبی کمالات ولایت نبی عبارت از معارف صفات او تعالی است کہ حقیقت شریعت اند و کمالات نبوت نبی عبارت از معارف ذات بحت او تعالی است کہ فوق صفات است و از حقیقت شریعت بلند بوده مگر ثمرہ آنست۔

حضرت امام در مکتوبی میفرماید که حقیقت شریعت از روح و سر نمیگذارد یعنی حقیقت شریعت که عبارت از صفت الکلام و شان العلم است از روح و بلند نمی باشد زیرا که مبدأ فیض روح صفات ذاتیه و مبدأ سر شیونات ذاتیه می باشد و خفی و اخفی از مرتبه شیونات فوق تر است زیرا که مبدأ فیض خفی صفات سلایبیه یعنی اعتبارات ذاتیه و مبدأ اخفی شان جامع است که بلند تر است۔

ازین قریبایش حضرت امام معلوم میگرد که کمالات ولایت نبی که ثمرات حقیقت شریعت است عبارت از صفات و شان الکلام و شان العلم است و کمالات رسالت رسول و کمالات اولوالعزم بذات بحت او تعالی تعلق دارد که از صفات فوقیت داشته و از ثمره حقیقت شریعت بلند تر است، لهذا این مراتب از حقیقت شریعت بالاتر است و مربوط با حسان و فضل او تعالی می باشد یعنی باینی که انبیاء عظام همه عامل شریعت اند و گر همه شان رسول و اولوالعزم نشده اند لهذا کمالات رسالت و کمالات اولوالعزمی و کمالات محبوبیت آنحضرت و کمالات خلت حضرت خلیل و کمالات محبت حضرت کلیم همه از مرتبه حقیقت شریعت بالاتر اند و به تعبیر او امر شرعی مربوط نمی باشد و گر تعبیل او امر شرعی از شرایط این مراتب است یعنی باین مراتب کسانی مشرک می شوند که به او امر شریعت عمل کرده باشند و تعبیل او امر شرعی شرط این عروجات بوده و علت آن نیست چنانچه عروجات که در نماز است صحت نماز بوجود طهارت مربوط است و بدون طهارت نماز درست نمی شود اما عروجات نماز نتیجه طهارت نیست و در این جا طهارت سبب صحت نماز و از شرائط عروج است نه علت آن چنانچه تعبیل او امر شرعی نیز شرط رسیدن به حقیقت شریعت است که مراتب صفات واجب است و بدون عمل به شریعت وصول باین مرتبه مقدسه امکان پذیر نیست و بالاتر از حقیقت خود که مراتب ذات مقدس است تعبیل شریعت سبب وصول شده نمی تواند و گر مانند وضو که از شرائط نماز است تعبیل او امر نیز از شرائط این عروج است نه سبب آن حقیقت شریعت نیز از شرائط وصول مراتب فوق بحساب می رود نه علت آن چنانچه تفصیل آن گذشت. خلاصه اینکه کمالات نبوت اگر چه از حقیقت شریعت بلند بوده مگر ثمرات شریعت است اما کمالات رسالت و اولوالعزم از ثمرات

حقیقت شریعت ہم بابت تراست حضرت امام میفرماید در طریقت ازالہ نجاسات حقیقیہ الخ یعنی گرفتاری ظلال بمنزلہ گرفتاری بہ نجاسات حکمیہ میباشد و گرفتاری ممکنات بمنزلہ نجاسات حقیقیہ است۔

تبصرہ: گرفتاری ممکنات و ماسوی را ازین سبب نجاسات حقیقیہ گفته اند تا ماسوا فراموش نگردد و فتارخ نمی دہد و قناتدم ادل ولایت است یعنی عدم نیان ماسوی مانع رسیدن بقنا است لهذا آنرا نجاسات حقیقیہ میگویند زیرا کہ گرفتاری گرفتاری ظلمات عالم امکان است کہ مثل نجاسات حقیقی است۔ دوم مرتبہ حقیقت ولایت است کہ در ظلال قرار دارد آنرا سبب ازالہ نجاسات حکمیہ گفته اند علت آن این است کہ این مرتبہ در مراتب ظلال قرار داشته و ظلال رنگ از امکان داشته و شبیہ ماسوی است لهذا آنرا نجاسات حکمیہ میگویند یعنی گرفتاری بہ ظلال در حکم گرفتاری بہ ماسوی است و تا سالک از این اشتغال و گرفتاری بہ ماسوی حکمی رہائی نیابد بمراتب اصل نمی رسد۔

حضرت امام در مکتوبی میفرماید جزو آخر این کلمہ مقدسہ را دریائے یافتہ یعنی کمالات نبوت نسبت بہ کمالات ولایت مانند دریا بوده و کمالات ولایت بمنزلہ قطرہ ازین دریا است زیرا کہ کمالات ولایت در مراتب ظلال صفات بوده و کمالات ولایت نبوت در مراتب اصل است و کمالات نبوت ہی بہ مرتبہ ذات مقدس است۔ حضرت امام میفرماید کہ اینقدر فرق است الخ یعنی در وقت کمالات عارف در مراتب ظلال قرار داشته روح او متوجہ حق و نفس او متوجہ خلق است و عارف بہ تمام قوای ظاہری و باطنی خود متوجہ بخلق نبوده صرف بیک قوہ ظاہری کہ عبارت از نفس است متوجہ بخلق است۔ اما در کمالات نبوت چون مراتب اصل طے شدہ لهذا قوای ظاہری و باطنی یعنی روح و نفس عبارت یکجا متوجہ بخلق می باشد و ظلال بہ نسبت اصل بمنزلہ قطرہ ہم نیست بہ نسبت دریا۔ و باین سبب کمالات نبوت مانند دریائے عظیم و کمالات ولایت نسبت بآن بہ منزلہ قطرہ ناچیز می باشد زیرا کہ ظل بہ نسبت اصل در حکم قطرہ بہ مقابل دریائے بیکران است۔

حضرت امام میفرماید مراد از جہاد اکبر جہاد قالب است یعنی اطمینان و تزکیہ نفس دو نوع است یک تزکیہ نفس در مراتب ظلال و ولایت صغری است و دیگرے تزکیہ و اطمینان نفس

در مراتب اصل و ولایت کبری است کہ خاصہ انبیاء است۔ در ولایت صغری یعنی در مراتب ظلال نفس تا اندازہ تزکیہ می یابد، ولی در مراتب اصل بہ تزکیہ کامل می رسد و در نفس چنان مخالفت نمی ماند و این مرتبہ در ولایت کبری است کہ خاصہ انبیل عظام است و همچنان کمال نفس بعد از تزکیہ عناصر است کہ بکمالات بتوت مربوط است۔

تبصرہ: بعد از اطمینان نفس جہاد عناصر آغاز می یابد و ہر کدام تا ہیک مرتبہ از مراتب و جوی می رسند یعنی عناصر ثلاثہ تا بہ اسم باطن می رسند۔ اما جہاد عنصر خاکی تا وصول بذات بحت او تعالی ادامہ می یابد و رسیدن بہ آن مرتبہ مقدسہ نصیب عنصر خاک بودہ و آنجا ہم دو مرتبہ است یک مدام ادراک ذات مقدس و دیگر مرتبہ ادراک ذات مقدس او تعالی است۔

مرتبہ اول وظیفہ عنصر خاک و مرتبہ ثانی وظیفہ ہیئت و صدائی بودہ و ریاست آنجا نیز عنصر خاک راست۔ و اطمینان کامل نفس نیز بعد از کمال عناصر دست می دہد زیرا کہ نفس شیرہ و شربت عناصر است و بعد از تزکیہ عناصر کمال اطمینان نفس دستیاب می گردد در ولایت کبری اگر چہ نفس تزکیہ شدہ بود اما کمال اطمینان آن بعد از تزکیہ عناصر است در این وقت نفس خود را فدای مولای خود گردانیدہ مستغرق عشق معشوق است و می گوید بیت

بعد ازین دست من فدای دست دوست بعد ازین گوش من و حلقہ یار
مراد دیگر بجای من نہ بینی چو جان آئی بجای من نشینی
شعر افغانی

لتاد جمال پہ روی بادا رہ محرومی مکرہ دوجوب لہ جمالونہ
وصل اللہ علی سیدنا و مولانا سید المرسلین و امام النبیین و علی آلہ
و اصحابہ و علینا معہما جمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

ثُمَّ تَكَلِّمُ الَّذِينَ جُلُّوْا لَهُمْ وَقُلُوْا لَهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

شرح مکتوبات قدسی آیات

بیان عقائد اسلامی و نصوت

محبوب بجانانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی کابلی

سرسندی قدس سره السامی

حصہ ہفتم ————— دفتر دوم

شارح

مولوی نصر اللہ ہوتکی ولد مرحوم حاجی محمد شاہ خان

حافظ مضامین مکتوبات قدسی آیات

رکن ازار اکین جمعیت العلماء دولت علیہ اسلامیہ جمہوری افغانستان

محرر و مرتب و ہمکار شرح این کتاب مقدس

الحاج حفیظ اللہ خان سیرت بدشتی تالقانی ولد مرحوم صفر علی خان

بینگ باشی

و آغاے بخیری مدیر صاحب وزارت جلیلہ مطبوعات تیریا بندہ معاونت زیادہ فرمودہ است

فہرست مضامین

صفحہ	موضوع	مکتوب نمبر
۶۱۹ {	۵۱۔ حق تعالیٰ بعض اوقات بادوستان خوردیوں واسطہ ملک و بدون الہام القاء کلام می نمایند و شنیدن این کلام بہ تمام بدن عارف تعلق داشته می باشد	مکتوب ۵۱
۶۲۲	۵۲۔ محبت فقر اسبب محبت او تعالیٰ است	"
۶۲۳	۵۳۔ اگر ارتکاب عمل خلاف شریعت عجز و ندامتی رخ بدید نعمتی است عظیم۔	"
۶۲۵	۵۴۔ متابعت آنحضرت دارای ہفت درجہ است۔	"
۶۲۸	۵۵۔ بیان جامعیت قرآن مجید	"
۶۳۴	۵۶۔ ریای عارف از اخلاص مرید بہتر است	"
"	۵۷۔ ذکر گفتن بہتر است از درود و فرستادن	"
۶۳۷	۵۸۔ بیان عالم مثال و تردید تناسخ	"
۶۴۱	۵۹۔ توحید و جود بمتزلزلہ شعبہ بازی است۔	"
۶۴۲	۶۰۔ ہر کدام از صوفیہ تصور نمایند کہ بمن از برادر صوفی دیگر فیض میرسد۔	"
۶۴۳	۶۱۔ انسان بواسطہ حصول کمال ولایت از نیاز مند بہائے بشری مستغنی نمیکردد۔	"
۶۴۴	۶۲۔ اگر مرید از مرشد خود فیض گرفته تواند بدینسان دیگر مراد رجوع کند۔	"
"	۶۳۔ غمہائے دنیایے دوزخ را انداختہ بفکر آخرت باشد۔	"

- ۶۴۴ مکتوب ۶۵ - لغویات را گذاشته دنیا را بقدر ضرورت باید طلبید۔
- ۶۴۵ " ۶۶ - حضرت امام خان خانان را به توبہ و انابت ارشاد و رہنمائی می نماید۔
- ۶۴۷ " ۶۷ - معتقدات اہل سنت بطور اختصار عنوانی خان خانان۔
- ۶۴۹ { ۷۰ - تجلیات و ظہورات کہ در بیت اللہ شریف ظاہر است در قلب
انسان کامل نیز از ان ظہورات موجود است
- ۶۵۰ " ۷۱ - شیخ اکبر میگوید کہ آنحضرت جامع وجوب و امکان است۔
- ۶۵۱ { ۷۲ - قیوم بالا صالہ خود خداوند متعال بودہ عارف کامل خلیفہ و نائب
قیوم حقیقی است۔
- ۶۵۱ { ۷۳ - اعیان ثابۃ نزد شیخ اکبر صور علمیه صفات او تعالی است و صفات
بہ نزد او صرف وجود علمی دارند اما نزد حضرت امام اعیان ثابۃ
صور علمی صفات ثمانیہ است کہ دالای وجود خارجی اند۔
- ۶۵۲ { ۷۴ - انسان بصورت رحمان خلق گردیدہ است چنانچہ صفات ثمانیہ
انسان صورت صفات ثمانیہ رحمان است
- ۶۵۶ " ۷۵ - دوستان خدا از ہر دوے ایلام و انعام محظوظ میگردند۔
- ۶۵۷ " ۷۶ - بعض اولیای کرام قلب عارف را نسبت بعرش وسیع پنداشتہ اند
- ۶۵۹ " ۷۷ - شیخ حسن خیال کردہ است کہ عارف در ظاہر و باطن فنا میگردد۔
- ۶۶۰ " ۷۸ - بیان محبت و اخلاص بہ بزرگان اسلام
- ۶۶۲ " ۷۹ - اسلام و کفر ہر کدام دو تورع می باشند۔
- ۶۶۳ " ۸۰ - بیان عبارات عین القضاۃ۔
- ۶۶۴ " ۸۳ - نسبت نقشبندیہ نسبت صحابہ کرام است۔

- ۶۶۴ مکتوب ۸۵ - جذبہ متعارف در سیر آفاقی و انفسی و مقامات ظلیہ است -
- ۶۶۵ " ۸۸ - کسانیکہ بہ اطمینان نفس رسید باشند از ہر دوے ایلام و انعام
" { محفوظ میگردند -
- ۶۶۵ " ۹۱ - بعد از ولایت صغری سیر ولایت کبری دست میدہد -
- ۶۶۶ " ۹۲ - بعض بزرگان صاحب کشف و بعض آنها صاحب کشف نمی باشند -
- ۶۶۷ " ۹۳ - عالم خلق ظاہر انسان و عالم امر باطن انسان است -
- ۶۶۸ " ۹۴ - حقیقت انسان عدم است با عکس اسما و صفات او تعالی -
- ۶۶۹ " ۹۷ - مفصدا از آفرینش فقیر این بوده است کہ ملاحظت بزرگ صاحب
" { منصبی گردد -
- ۶۷۱ " ۹۸ - نسبت واجب و ممکن مثل نسبت نقطہ جوالہ است بدائرہ مہومہ -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح مکتوبات قدسی آیات

حصہ ہفتم

مکتوب پنجاہ و یکم

دفتر دوم

حضرت امام میفرماید: بدان لے برادر محب صادق کہ بتحقق کلام حق سبحانہ و تعالیٰ بابتشر
گاہے رویار و بودہ الخ یعنی حق تعالیٰ در بعض اوقات بابتدگان برگزیدہ خود از قبیل انبیاء عظام
و برخی تابعان کامل انبیاء عظام کہ عبارت از اخلاص اولیاء کرام باشند بدون واسطہ ملک و
بدون الہام القاء کلام می نمایند در این وقت تمام وجود عارف سامع آن کلام بودہ و استماع آن
تنہا بہ سماع گوش منحصر نمی باشد و این نوع کلام حق سبحانہ تعالیٰ بدون حرف و صوت و بدون رویت
متکلم صورت گرفتہ و بوجہ عارف القامی یابد بعد از ان تجلیات و دماغ انسان بصورت حرف و صوت
و کلمہ منتقل گردیدہ بالاخرہ بہ تعبیر لسانی و تحریر بہ شکل حرف و صوت و کلمہ ظہور می کند اما الہام تنہا
بہ قلب مربوط است، تعریف الہام الہام القاء خیر است در قلب بہ طریق فیض نہ بطریق کسب۔
تبصرہ: بعد از طے مراحل تصفیہ و تزکیہ و بعد از فنا و بقاے کامل وجود بشری عارف
بوجود موعود بی تبدیل گردیدہ باطن وے تجلیات ذات او تعالیٰ ظاہر دے تجلیات صفات می گردد۔
در این مرتبہ مقدسہ چون وجود عارف فی الجملہ رنگ از بیچونی گرفتہ کمال ولیاقت آنرا پیدا کردہ است
کہ تا کلام ذات بیچون حق سبحانہ را بدون رویت متکلم و بدون واسطہ ملک و بدون الہام تمام وجود
خویش بشنود۔ بیت

ذرات وجود ہمہ بر عشق تو شیدا
از وصف جمال تو زیبا تم شدہ کوتاہ
حسن تو نہ آنست کہ مجنون شدہ عاشق
حسن تو سمان مست کہ عالم شدہ شیدا

حسن تو کہ یک جلوہ نمویہ کنعان منانہ بگردانید یعقوب وزلیجا

چنانچہ اولیاء کرام یا اموات بزرگان مکالمہ و مصاحبہ میفرمایند و تمام موضوعات مورد بحث شان بدون تکلم سانی و بدون حرف و صوت بوده کہ عارف زنده بمرده و عارف مرده بہ زنده مکالمہ بنمایند صرف تلقی روحانی و اقارہ و استفادہ بمرده و حرف و صوت نمی باشد۔

ناگفته نباید گذاشت کہ سانیکہ مراحل تصفیہ و تزکیہ را طے نکرده باشند و بہ نعمت اطمینان نفس و تزکیہ عناصر نایل نشدہ باشند ازین مزایا باطنی و روحی بے بہرہ و محروم اند کہ لا محجل عطای الملک الا مطایا ہ۔ خلاصہ اینکہ انسان داراے اجزای عشرہ و سہیت و حرانی بمرده و جامعیت کہ ازین ناحیہ دارد بہ نص قطعی خلیفہ رحمان نامیہ شدہ و متحمل بار امانت گردیدہ است و بالخاصہ این فضیلت خاصہ عنصر خاکی است کہ باندترین اجزای انسانی می باشد۔

و آنچه میفرمایند و این قسم از کلام کہ بایکے از انسان ہا بکثرت واقع گرد آن کس محدث نامیدہ می شود بفتح دال، یعنی بہ سانیکہ کلام حق سبحانہ تعالی بدون واسطہ ملک و بدون الہام مکرر القا گرد آنرا محدث گویند چنانچہ در امتنان آنحضرت بحضرت عمرؓ این نوع کلام بصورت مکرر القا گردیدہ لہذا ایشان را محدث می نامند۔ سر دارد و عالم میفرماید کہ حق سبحانہ زبان عمرؓ می باشد و آنچه میفرماید این جنس کلام غیر الہام است زیرا کہ الہام تنہا بہ قلب تعلق دارد و غیر ازان کلام است کہ بالملک باشد انحرزیر کہ ملک بگوش خوابہ شنید، این نوع کلام حق سبحانہ و تعالی نصیب کسانی میگردد کہ عالم امر و عالم خالق شان تصفیہ و تزکیہ گردیدہ و نفس او از ابارگی ریا یافتہ و بمرتبہ جہاد اکبر کہ جہاد عناصر است نایل شدہ باشد و بکذا بواسطہ طے مراتب سحری عقلی معاش شان بہ عقل معاد ارتقا یافته و کمالات قرب شان بہ خیالات آہا منتقل شدہ بتوانند یعنی صاحب کشف و علم ہم بمرده باشند و بلائک جامعیت ندارند۔

و آنچه میفرماید ازین کلام لازم نمی آید کہ متکلم دیدہ شود انحر یعنی القاء کلام بدون واسطہ و بدون الہام متلزم آن نیست کہ خود متکلم بالمواجه دیدہ شود چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام

بدون رویت با حق سبحانہ و تعالیٰ مکالمہ نموده است و ناگفتہ نمائند کہ مخاطب بواسطہ غلبہ شغشغان تجلیات و ضعف بصیرت خود متکلم را دیدہ نمی تواند ولی کلام او را می شنود چنانچہ آنحضرت در مقابل سوال حضرت ام المومنین کہ اندیدن حق تعالیٰ پر سیدہ بود چنین جواب دادہ اند کہ حق جل و علا تو را چگونه اورا دیدہ می توانم ازین جواب آنحضرت معلوم میشود کہ کمالات ابتدای عظام داراے مراتب ہدایت و وسط و انتہا می باشد زیرا کہ در مراتب نہایت شغشغان تجلیات و جوی مانع شہود ذات مقدس شدہ نمی تواند چنانچہ آنحضرت در معراج مستقیما بہ شہود و رویت ذات حق سبحانہ تعالیٰ مشرف گردیدہ و مکالمہ نموده اند و معراج آنحضرت مکرر واقع شدہ است۔ سوال بی بی صاحبہ در معراج دیگر خواهد بود۔ و آنچه میفرمایید بدستی کہ در کلام شفا ہی خرق حجب شہودی است نہ وجودی الخ یعنی در کلام بدون واسطہ اگرچہ صفات مقدس او تعالیٰ کہ در خارج موجود می باشد از بین نمی رود مگر مانع شہود عارف نمی گردد۔

سوال: و قنیکہ در کلام بدون واسطہ در شہود عارف کدام حجاب و موانعی حائل نباشد پس دیدار و رویت او تعالیٰ مستحق می گردد در حالی کہ حضرت امام در فرمایشات شان تذکرہ دادہ اند کہ متکلم مرئی نمی باشد این موضوع چگونه خواهد بود۔

جواب: ضعف بصیرت بینندہ مانع رویت است و شہود مستلزم رویت نیست چنانچہ آفتاب مشہود است ولی قرص آفتاب بواسطہ غلبہ شغشغان آفتاب و ضعف بصیرت ای خوب دیدہ نمی شود۔ این است فرق شہود و دیدن کہ آفتاب مشہود است و دیدہ نمی شود۔ بتایر آن دیدن آفتاب را شہود آفتاب دانستہ و رویت گفتہ نمی توانیم۔

تبصرہ: چشم دنیا با چشم آخرت قابل مقایسہ نیست لہذا رویت آخرت معاملہ جداگانہ است کہ یا رویت این جہان قابل مقایسہ نمی باشد و نیز ناگفتہ نمائند کہ در چشم ہاے این جہان نیز تفاوت ہاے عجیبی موجود است کہ قطعاً یا یکدیگر قابل مقایسہ نیست چنانچہ چشم اسپ در شب تاریک موی را دیدہ میتواند اما چشم انسان از دیدن عاظر است۔ همچنان چشم آخرت داراے قوت

جدا گاہ است کہ چشم دنیا فاقدان است و آنچه میفرماید کہ باین معرفت کسی تکلم نکرده است الخ یعنی
مجموع معارف خاصہ مجدد الف است کہ بعد از ہزار سال بطور پیوستہ است۔

خواجہ محمد ہاشم کشتی در مدح حضرت امام فرمودہ۔ بیت

ہمین فرزند فاروق است چون اب کون نطق از زبان او کند رب

معارف حضرت امام معارف حضرات انبیاء عظام است و اکثر اولیاء کرام بآن نرسیدہ اند۔

مکتوب پنجاہ و دوم

حضرت امام میفرماید کہ حق سبحانہ ببحث این طائفہ استقامت کرامت فرماید الخ یعنی محبت
این طائفہ سبب محبت او تعالیٰ است۔ آنحضرت میفرماید "خدا یا محبت خود را بہار و زی گردان و
محبت کیسکہ ترادوست دارد بہا عنایت کن" و نیز آنحضرت میفرماید کہ شخص با کسے است کہ او را دوست
دارد۔ چون دوستان او تعالیٰ یا او تعالیٰ می باشند لہذا کسانیکہ با دوستان او تعالیٰ محبت و علاقہ
داشته باشند در حقیقت با خدا محبت داشته بآن محبت سرفرازی گردند چنانچہ عارفی در شان سرمد
دو عالم میفرماید "حب محبوب خدا حب خداست" بیت

عجب آن نیست کہ محبوب جهانی زہمہ عجب آن است کہ مہمان محبوبان اند

حضرت امام میفرماید کسیکہ بظاہر این طائفہ نظر کردنا امید و زیان کار شد و کسیکہ بہ باطن
آہنہا نظر کرد نجات یافت و کامیاب شد الخ یعنی دوستان او تعالیٰ در ظاہر مانند دیگران و در ظاہر بشر
و در معنی ملک اند بصورت در زمین و در معنی بر فلک اند چنانچہ حضرت بیدل میفرماید

بآن نشہ جمعے کہ محروم شوند ز غولے گذشتند و آدم شوند

ز آدم ملک از ملک تو پاک چنین ریشہ ہا دارد اسرار پاک

و نیز میفرماید کب پشہ زین بادہ گر تر شود بہ سمرغ و عنقا برابر شود

اگر ذرہ گردد از و کامیاب کشد آئینہ بر رخ آفتاب

بزرگے می فرماید۔ بیت

غافل متوازی سیر گریبان اینجاست کہ عنقار تہ بال است مگس را

یعنی مگس کتابیہ از انسان بودہ کہ در مراقبہ ذات مقدس را پیدامی کند۔ دوستان خدا در ظاہر مانند عوام تعدیہ می شوند و می اشامتند اما در باطن از یاد او تعالی غافل نیستند، چنانچہ لایہ ہر ہمتجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ در بارہ این طائفہ نص قطعی است۔ از حضرت امام پر سیدہ شدہ است کہ اولیاء از عبادت او تعالی معاف خواہد گشت یا خیر؟ در جواب فرمودہ اند کہ ہر گاہ اولیاء از خوابی خوراک و امراض و غیرہ عوارض بشری فارغ شود آنگاہ از عبادت او تعالی نیز معاف خواہد شد یعنی ولی از احتیاجات بشری بے نیاز شدہ نمی تواند از عبادت حق تعالی چگونہ معاف خواہد گشت مناسبت ظاہری خواص با عوام باعث آنست کہ کفار بہ حضرات انبیاء عظام ایمان نمی آوردند و میگفتند کہ چگونہ پیغمبر است کہ می خورد و می خوابد و در بارہ از میگردد و آنہا نمی دانستند کہ انبیاء عظام چون از جنس بشر بودہ در ظاہر مانند عوام و بہ عوام مناسبت جنسی دارند تا مسائل اقادہ و استفادہ بصورت کامل صورت بگیرد و اگر انبیاء عظام از جنس بشری بودند مسائل اقادہ و استفادہ بطرز کامل میسر نمی شد۔

خلاصہ علامہ ولایت ولی آنست کہ از ملاقات و صحبت او قلب انسان مائل بہ حق سبحانہ تعالی گردیدہ محبت ماسوی کم نشود نہ آنکہ او نان نخورد و مریض نہ شود۔ باید دانست کہ صحبت بزرگان کیمیا است کہ مس را طلا و غافل را ذاکر میگرداند۔ بیت
در سن قلب من اے مظهر حق کن نظری زانکہ اکسیر اثر نرگس شہلا داری
و نیز عارفی میفرماید۔

یک نظر کن تا کہ مستغنی شوم ز ابتائے حبس سگ چو شد منظور نجم الدین سگاز اسرور است
و آنچه میفرماید، تقدم ذاتی بیک اعتبار شناخت راست و بیک اعتبار یافت را الخ یعنی مختار شیخ الاسلام آنست کہ یافت او تعالی مقدم است از ہمین عارف و حضرت امام

در این مورد تحقیقات بیشتر نمود و معارف بلند حاصل نمود، میفرماید کہ پیوستن فی الجملہ مقدم است و پیوستن کامل بعد از گسستن است یعنی اول وصل فی الجملہ بہ عارف عنایت گردیدہ سبب رسیدن اومی گردد پیوستن اصل بعد رسیدن است۔

مکتوب پنجاہ و سوم

سائل از حضرت امام پرسیدہ کہ اگر عبادت میکنم نفس استغنا حاصل می شود و اگر ذلت خلاف شرع از من صادر میشود ندامت و شکستگی پیدا می شود الخ حضرت امام چنین جواب میدہد کہ در ارتکاب عمل خلاف شریعت شکست و ندامتی کہ رخ میدہد نعمتی است عظیم کیکہ از شعب توبہ است و عجیبہ کہ در ارتکاب طاعت و عبادت پیدا شود سہمی است قائل و مرضی است ہملک کہ اعمال صالحہ نیست و نابود میگردد و اندر چنانچہ آتش ہیزم را بخاکستر مبدل و نابود می سازد۔ لہذا انسان ہمیشہ حسنا خود را از قبح و نقصان معروض و خالی نداند و تصور کند کہ حسنا و قبح ندارد بلکہ اگر اندک متوجہ شود ہمہ را قبح یابد و بوی از حسن احساس نکند، اگر انسان خود دقت کند و صحت ارکان عبادت خود را ملاحظہ نماید شاید کہ عبادت خود را ناقص و اندبیت

بے گنہ نہ گذشت بر ما ساعتی با حضور دل نہ کردم طلعتی

و نیز میفرماید و چون دید قصور در اعمال پیدا شود اعمال را قیمت افزاید الخ یعنی انسان سعی نماید کہ در اعمال حسنہ برایش دید قصور پیدا شود نہ عجب و خود پسندی۔ آنچه میفرماید جمعی را کہ این دید قصور اعمال بوجہ کمال میسر گردد الخ یعنی کسانیکہ تواقص حسنا را مشاہدہ می نمایند رگمان می کنند کہ کاتب یمین آنها عاقل و بیکار است و کاتب شمال شان ہمیشہ در کار است۔

تبصرہ: و قییکہ عارف بمقام عبودیت می رسد آنگاہ بہ کنہ و حقیقت خود پی می برد کہ حقیقت او عدم محض است و عدم سراسر قباح و شرارت و نقصان است لہذا در این مرتبہ مقدسہ حسنا خود را لایق کتابت ملائک یمین نمیداند بلکہ ہمہ را لایق کتابت کاتب شمال می پندارد

و خود را از ہمہ حسنات خالی میداند بعد ازین مرتبہ عبدیت حق سبحانہ تعالیٰ دوستان خود را بدرجاتی
 نایل میگردد اندکہ از بیان بیرون و از عقل انسان خارج است۔ ناگفتہ نماند کہ قبل از مقام عبدیت
 سالک گاہے خود را مرات و منظر حق می بیند و گاہے خود را ظل حق می بیند و یا ادعای عینیت می کند۔
 یعنی قبل از مقام عبدیت از سکر خالی نمی باشد اما در مقام عبدیت چوں مقام کمال صحو است عارف
 خود را مخلوق و او تعالیٰ را خالق خود میداند و در این مرتبہ هیچ کشف عارف مخالف ظاہر شریعت
 صورت نمی گیرد و از نسبت ہائے سکر بہ بیزاری گرد و عارف عدم خود را مشاہدہ می کند کہ ظلمت محض است
 چنانچہ کہ حضرت امام عدم خود را ملاحظہ و عمل خود را نالایق می داند مقام عبدیت مقام ولایت کبری
 است کہ ولایت انبیاء عظام است۔

مکتوب پنجاہ و چہارم

حضرت امام میفرماید کہ متابعت آنحضرت دارائے ہفت درجہ می باشد۔

درجہ اول: درجہ علمائے ظواہر و عوام مسلمانان است کہ ہنود داخل طریقت نشدہ و بہ تصفیہ
 قلب و اطمینان نفس مشرف نشدہ و مصداق قضایائے شرعیہ را مشاہدہ نکرده اند اتبع ایشان
 اتبع صوری است۔

درجہ دوم: از درجات متابعت آنحضرت درجہ مردمان داخل طریقت اند کہ بمہر شیخ مقتدا
 بہ سیر الی اللہ مشغول و اکتساب تہذیب اخلاق می نمایند اما تا ہنوز بمبدأ فیض خود نہ رسیدہ اند و
 قلب شان بہ فنا و نفس شان ہنوز بہ ترکیہ مشرف نگردیدہ است۔

درجہ سوم: از متابعت آنست کہ قلب سالک بہ مبدأ فیض خود رسیدہ و نفس او تا اندازہ
 اطمینان و ترکیہ حاصل نمودہ چوں نفس او بہ کمال اطمینان ترسیدہ ترکیہ کامل ندارد لہذا اعمال او
 گاہے بہ اخلاص است و گاہے بدون اخلاص زیرا کہ این طائفہ در این وقت بہ مرتبہ ولایت صغری
 می باشد و ہنوز بہ مرتبہ ولایت کبری کہ ولایت انبیاء عظام است ترسیدہ اند و خلاصہ در ولایت صغری

تذکیہ کامل میسر نمی گردد بلکه تذکیہ فی الجملہ دستیاب می گردد۔

درجہ چهارم از اتباع؛ مخصوص بہ علماء را سچین است کہ ولایت کبری مشرف و نفس شان بکمال اطمینان رسیده است و این طبقہ بہ حقیقت شریعت و حقیقت اتباع مفتخر و تمام اعمال شان بروے اخلاص، بودہ و از اجراء حسانت محظوظ می گردند و تسلیم می شوند و می گویند۔ بیت

بعد ازین دست من و دامن دست بعد ازین گوش من و حلقہ یار

بیت بے غم و درد و صد حیف ز عمر کہ گذشت پیش ازین کاش گرفتار غمت می بودم

درجہ پنجم از متابعت کمالات آنسرو است کہ علم و عمل را در حصول آن کمالات مدخلی نیست زیرا کہ کمالات اولوالعزم فضلی است و عمل را در آن گنجایش نمی باشد حضرت امام میفرماید کہ این کمالات مخصوص بہ انبیاء اولوالعزم است و نیز میفرماید این درجہ بس عالی است یعنی کمالات ذات او تعالی است و کمال درجہ چهارم ولایت کبری و ولایت انبیاء عظام است کہ کمالات صفات او تعالی است تا گفته نماند کہ در بین کمالات نبوت کمالات رسالت و کمالات اولوالعزمی و کمالات محبوبیت و محبت فرق زیاد موجود است۔

نہضہ؛ کمالات نبوت انبیاء اگرچہ از خود حقیقت شریعت فوق بودہ اما ثمرہ حقیقت شریعت می باشد اما کمالات رسالت و اولوالعزم از ثمرہ حقیقت شریعت ہم بلندتر است۔

درجہ ششم از متابعت، اتباع کمالات آنحضرت است کہ مخصوص مقام محبوبیت سرار در عالم

است و از مقامات انبیاء عظام و رسولان کرام و مقام اولوالعزم بلندتر است و این مقام محبوبیت نیز از معارف تجلیات ذات مقدس او تعالی است اما در آن مقام اعلی تجلی ذات مقدس نیز در جہان

مقامات است یعنی درجہ رسول فوق درجہ نبی است و درجہ اولوالعزم فوق درجہ رسول است و درجہ

خلیل و کلیم فوق درجہ اولوالعزم است و درجہ محبوب فوق درجہ تمام اولوالعزم است و بعض اولیاء

نیز بہ سبب متابعت و وراثت بہ تبعیت بہ این مقام مشرف شدہ می تواند۔

درجہ ہفتم از متابعت؛ تعلق بہ نزول دارد و مراتب شش گانہ فوق غیر از درجہ اول ہمہ مقامات

عروج تعلق دارند؛ در این درجہ نزول ہم تصدیق قلب موجود است کہ در درجہ اولی پورہ و ہم تمکین قلب موجود است کہ در درجہ سوم پورہ یعنی در درجہ سوم تمکین پورہ و تزکیہ نفس بکمال نرسیدہ بود و در این درجہ نزول اطمینان نفس ہم موجود است چنانچہ در درجہ چہارم تزکیہ نفس بکمال رسیدہ بود و در این درجہ نزول اعتدال اجزائے قالب ہم موجود است کہ در کمالات نبوت انبیائے عظام بہ حصول پیوستہ است یعنی درجہ نزول جامع تمام درجات عروج است و انچہ سابق فرمودہ بود گاہ ہست کہ بے توسط فنا و بقا الخ یعنی سیرت بہ این کمال دارائے دو طریق می باشد یکے از راہ سلوک و تصوف است و راہ دوم تنہا اتباع سنت است بدون آنکہ از راہ سلوک باین کمال برسد۔

س: ازین بیان معلوم می شود طریق ارشاد طریق سنت نیست ؟

جواب: مراد حضرت امام این است کہ طریق سنت دو نوع است یکے از راہ طریقت و اتباع سنت است و دیگرے آنست کہ بدون داخل شدن بہ طریقت و رہنمائی شیخ مقتدا اتباع سنت می نماید اما صحبت ہم داخل سنت است۔

نہضہ: طریق تصوف و قائدہ صحبت در صدر اول موجود پورہ حضرات صحابہ کرام بہ صحبت آنحضرت بہ کمال می رسند یعنی بیعت و صحبت از طرق تصوف و از حبلہ سنت ہائے سردار دوعالم است نہ می بینی کہ سردار دوعالم ترک معاصی کردہ است۔

و انچہ میفرمایند عجب معاملہ است الخ یعنی عارف بہ سبب کمال متابعت آنحضرت بہ کمالی مشرف میشود کہ بدون توسط آنحضرت نیز اخذ فیض می کند و این نیز از کمالات آنحضرت است کہ تابع او از برکت متابعت او بہ این کمال مشرف شدہ می تواند کہ بدون توسط او اخذ فیض می نماید۔ و انچہ میفرمایند پیرو مقتدائے خود را غیر از ہدایہ و یزدوی ندانستہ اند الخ یعنی مقصد حضرت امام این است کہ ہدایہ و یزدوی بیان ظاہر شریعت است و از باطن شریعت بحث نمی کنند و حال آنکہ شریعت مقدس دارائے ظاہر و باطن است بنا بر آن باطن شریعت را نیز طلب باید کرد و تنہا بظاہر قناعت نباید کرد یعنی ہدایہ و یزدوی را نیز خواندہ مگر محتویات این دو کتاب را حاوی ظاہر و باطن شریعت

گمان نکند و باطن شریعت را از راه سلوک و طریقت حاصل نماید تا وارث کامل گردد و تعلیم ظاہر شریعت چیز دیگر و باطن آن دیگر است اما دعوی باطن بدون متابعت ظاہر صحت ندارد۔

مکتوب پنجاویں

در این مکتوب شریف حضرت امام از جامعیت قرآن مجید بحث و بیان نموده و میفرماید کہ قرآن جامع تمام احکام شرعیہ بودہ بلکہ جامع شرائع مآلئکم و کتب سابقہ نیز می باشد الخ یعنی احکامیکہ برای پیغمبران سابقہ نازل و در کتب و صحایف شان درج بودہ قرآن مجید حاوی آن احکام منزله سابقہ بودہ و قرآن کامل ترین کتب آسمانی است و شریعت آنحضرت جامع ترین شرائع مآلئکم است چنانچہ حق سبحانہ میفرماید و انه لفی زبر الاولین۔

سوال: آنحضرت میفرماید ہما نقدر احکامیکہ در قرآن موجود بودہ من ہمان اندازہ احکام را بیان کردہ ام۔ ازین حدیث شریف چنین استنباط میشود کہ قرآن حاوی تمام احکام نہ بودہ است بدلیل اینکه ہمان قدر احکامیکہ در قرآن بودہ ہمان اندازہ احکام از طرف آنحضرت نیز بیان گردیدہ است و اگر قرآن جامع تمامی احکام می بود احکام جداگانہ دیگر یا اندازہ احکام محتویات قرآنی از طرف آنحضرت بیان نمی گردید۔

جواب: این اعتراض را حضرت امام چنین دارہ است کہ بعض احکام قرآن از ان قبیل است کہ بدون اعلام خداوندی از قرآن ہمیدہ نمی شود و حصول این اعلام مخصوص بہ پیغمبر است یعنی چون انبیاء عظام ممثل و مبین احکام خداوندی اند تا بران ہمیدن معانی این نوع احکام غیر صریح قرآنی خاصہ حضرات انبیاء بودہ کہ آنرا بعد از اعلام خداوندی تبلیغ فرمودہ اند و بنام حدیث شہرت یافتہ پس این احکام ہم احکام قرآنی است یعنی این حدیث شریف معانی آنرا نمی دہد کہ آنحضرت بر علاوہ احکام قرآنی احکام جداگانہ دیگر را از خود بیان و تفصیل دارہ باشد اما این بیان پیغمبر است نہ می نامند و بیانات سردار دوعالم ہم تفصیل قرآن بودہ و چیز دیگر نمی باشد۔

آنچه میفرماید پیغمبر اینکه متابعت پیغمبران اولوالعزم می نمایند آن
تبصره: متابعت دو نوع است یک متابعت انبیاء عظام است که از پیغمبران اولوالعزم
متابعت می نمایند و دیگر متابعت امت است که از پیغمبر متبوع خود متابعت و پیروی می نمایند و فرقی که
در بین این دو متابعت موجود است این است۔

۱۔ پیغمبر اینکه از پیغمبران اولوالعزم متابعت می نمایند این متابعت آنها مانند متابعت امت
نیست که از سنت پیغمبر متبوع خود بیرون شده نتوانند بلکه این پیغمبران نیز از خود دارای سنت و حدیث
می باشند و تابع سنت و حدیث پیغمبر اولوالعزم نمی باشند۔ خلاصه اینکه پیغمبران در احکام صریح خود
صحیفه تابع شریعت پیغمبران اولوالعزم بود و در احکام غیر صریح تابع تاویل خود می باشند زیرا که در ک
فہم علام خداوندی خاصه کافہ انبیاء عظام است (خواہ اولوالعزم باشند یا رسل و نبی)۔

۲۔ متابعت امت آن است که تابع سنت و حدیث پیغمبر متبوع خود نیز می باشد۔ آنچه
میفرماید اجتهاد حضرت روح اللہ مطابق اجتهاد حضرت امام اعظم خواهد بود الخ یعنی حضرت امام در این
مکتوب شریف کمال حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ را بیان میفرماید۔ فرقی که در بین اجتهاد حضرت امام اعظم
و سایر مجتہدین موجود است این است که حضرت امام اعظم حدیث مرسل نیز بر اجتهاد خود مقدم میداند
برعکس مجتہدین دیگر که حدیث مرسل و قول صحابی را بر اجتهاد خود مقدم نمی دانند بلکه اجتهاد خود را نسبت
به حدیث مرسل و قول صحابی ترجیح می دهند۔ باز ہم بعض از مخالفین حضرت امام اعظم بواسطه قلت
فہم و درایت حضرت امام را صاحب رای یعنی خود را می پندارند علت بحج پندار ہائے آنها این است
که ماخذ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ تہایت دقیق و عالی است و از سوییہ فہم مخالفین بلند است و
مخالفین بواسطه کوتاہ نظری اندک آن قاصد و عاجزان را بر آن حضرت امام را بتام خود را
منہم ساخته اند و در حقیقت قرائنات حضرت امام ما خود از کتاب سنت است اما دقیق است
و از فہم مخالفین بلند است۔ مصرع

کار پا کاں را قیاس از خود مگیر

حضرت امام میفرماید الہام مثبت حل و حرمت نبود الخ یعنی کشف والہام کہ بعارفان دست میدہد این کشف والہام آنہا فرض و سنت حلال و حرام را اثبات نمی نماید زیرا کہ مثبت حل و حرمت عبارت از کتاب و سنت و قیاس و اجماع است غیر ازین ادلہ اربعہ هیچ عوامل دیگر فرض و سنت را ثابت نمی کنند و الہام بالائے دیگران حجت نیست ابارے خود صاحب الہام حجت است۔

حضرت امام میفرماید الہام ایشان راست و کلام با ایشان است الخ یعنی حق سبحانہ و تعالی بدوستان خود القاء کلام می نماید و این بزرگان نیز کلام او تعالی را بدون واسطہ می شنوند و در تمام اعمال و حرکات تابع الہام و کشفات خود اند چنانچہ این بزرگان اگر نماز نفل میخوانند یا ساس الہام است۔ خلاصہ ہر عمل خوبی را کہ انجام میدہند ہمہ مثلاً بہ الہام است، بنابراین نفل دیگران فرض ایشان است دیگران ثواب را کہ از ادائے فرض میگیرند این بزرگان آن ثواب را از ادائے نفل می بردہ زیرا کہ نفل ایشان چون بامر و الہام حق سبحانہ صورت گرفته بمنزلہ فرض گردیدہ است۔

تبصرہ: اگرچہ دوستان حق سبحانہ و تعالی بکمالات کشف والہام مشرف اند و ہمہ عمل آنہا با ساس کشف والہام است اما کشف والہام ایشان در حق خود آنہا مثبت بودہ و سبب الزام دیگران نمیکرد۔ حضرت امام میفرماید کہ حضرت خواجہ محمد پارسا کہ روحانیت حضرت خضرا در علوم لدنی متوسط دانستہ است الخ یعنی این نسبت بہ بتدری و متوسط خواهد بود و معاملہ منتہی دیگر است یعنی منتہیان بحضرت خضر احتیاجی ندارند چنانچہ کشف صریح شاہدان است و نیز حضرت خضر از محمدیان نیست پس محمدیان بہ او احتیاج ندارند چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت خضر را اسرائیلی دانستہ است و ازین عبارت معلوم است کہ حضرت خضر از محمدیان نیست از بلل سابق است۔ خلاصہ ازین فرمایش فوق معلوم می گردند کہ حضرت خضر در جہن بعثت آنحضرت حیات نداشته است و اگر در قید حیات می بود بزیارت آنحضرت مشرف و در حبلہ متابعان شان قرار میگرفتہ و از اسرائیلیت بہ محمدیت ارتقائی یافت زیرا کہ نبوت آنحضرت برائے کافہ عالم است و نیز محققین محدثین وفات حضرت خضر را تأیید نمودہ اند و آنحضرت میفرماید کہ "اگر خضر حیات می بود بہ ملاقات من

میر سید: حضرت عروۃ الوثقیٰ در بارہ وفات حضرت خضر تفصیلات زیادہ ارشاد فرمودہ اند خلاصہ
بر روی دلائل فوق معلوم می گردد کہ حضرت خضر قبل از بعثت آنحضرت چشم از جهان پوشیده بودند
و از این امت نمی باشند بنابران منتهیان محمدیان بایشان محتاج نمی باشند بیت

عجب آن نیست کہ محبوب جهانی زخمه عجب آنست کہ محبان تو محبوبان اند

سوال: بعض اشخاص حضرت خضر را می بینند و از صحبت شان فیض می برند و از نزد
شان آمد آدمی جویند ازین معلوم میشود کہ حضرت شان هنوز در قید حیات بودہ چشم از جهان پوشیدہ اند۔

جواب: دیدن حضرت خضر دلیل حیات او شدہ نمی تواند زیرا کہ لطافت عارفان
کامل اجبار و اموات بشکل و صورت خود شان متمثل شدہ و بہ دوستان شان امدادات غیبی می نمایند۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم نیز در مکتوبات قدسی آیات خود و وفات حضرت خضر را بدلائل
زیادہ تأیید فرمودہ اند و حضرت امام نیز در مکتوبی در این مورد تفصیلات مکتفی داده اند۔

آنچه میفرمایند پس محقق شد کہ علوم و معارف دیگر آنکہ اہل اندر آن مخصوص اند انحراف
یعنی بعض معارف کہ بہ بیان مرتبہ صفات و مرتبہ ذات او تعالی مربوط است کہ ظاہر شریعت مقدس
از ان ساکت است در این بارہ کشف و الہام بزرگان قابل دقت و داراے اہمیت است مصحح
مصلحت نیست کہ از پردہ بیرون افتد از

ازین قریبایش حضرت امام معلوم می شود کہ حصول ہمچو معارف عالی بواسطہ تعیل احکام
شریعت بیسر نمیگردد بلکہ بہ فضل و احسان حق سبحانہ و تعالی مربوط است اگر بدست آوردن این چنین
معارف بہ تعیل شرائع مربوط می بود می بایست تمام انبیاء عظام رسل و تمام رسولان اولوالعزم
می بودند و نیز تمام اولوالعزماں محبوب و خلیل و کلیم می بودند زیرا کہ تمامی این بزرگواران عامل شرائع
بودند پس معلوم شد کہ بعض مراتب و بعض معارف بہ شریعت مربوط نیست۔ ناگفتہ نماند کہ اساس
و بنیاد این معارف شریعت است یعنی شریعت بمنزلہ تہداب و این معارف بمنزلہ کرسی و بالا خانہ است

واگر تہداب خلل رخ دہر تمام خانہ عالی متزلزل و خراب میگردد و اگر تہداب صحیح بود در تعمیر هیچگونه خلیلی رخ نخواهد داد یعنی شریعت مقدس شرط این معارف بوده اما علت آن نمی باشد۔ و آنچه میفرماید پس رواست کہ خواص اہل اللہ الخ یعنی بزرگان اسلام بلکہ بزرگترین اولیائے کرام چنانچہ حضرت امام در معارف ذات و صفات ثمانیہ و تعالی بعض اسرار و دقائق را بیان کرده اند کہ ظاہر شریعت از ان ساکت است و آن مربوط باطن قرآن می باشد مقام بزرگان را ازین جا قیاس باید کرد۔

تبصرہ: اگرچہ تمام صفات ثمانیہ او تعالی در یک درجہ و مرتبہ قرار دارند اما در کشف اولیائے کرام بعضی فوق و بعضی تحت بمشاہدہ می رسد چنانچہ حیات و علم و قدرت در مراتب فوق و صفات دیگر در مراتب پایین تر مکشوف می گردد دلیل آن اینست کہ بعض صفات مدار صفات دیگر اند نمی بینی ذاتیکہ حیات نداشته باشد علم از کجا خواهد کرد و نیز ذاتیکہ دارای علم نباشد از قدرت خود چہ کار خواهد گرفت و نیز ذاتیکہ قدرت نداشته باشد چہ طور ارادہ خواهد کرد علی ہذا القیاس۔

اے عزیز این معارف از حبلہ اسرار شریعت بوده و ظاہر شریعت از ان ساکت است پس لازم است کہ از کمالات بزرگان انکار نہ کنی و تسلیم باشی۔ تفصیل کہ حضرت امام در بیان مراتب وجود حق داده اند در هیچ کتاب یافتہ نمی شود کہ وجود را ندانست و یا عین ذات مقدس بوده۔ و نیز ناگفتہ ماند کہ در معارف حضرت امام مکشوف شدہ است کہ کدام صفت حربی کدام پیغمبر اولوالعزم است و صفت دیگر حربی کدام پیغمبر اولوالعزم دیگر است علی ہذا القیاس و حالانکہ ظاہر شریعت از مجموع معارف باطنی تذکرے ندادہ است و این مسائل مربوط باطن شریعت است اما افسوس از بے خبری بعض ملانما کہ از تصوف و باطن شریعت انکار می وندند

و آنچه میفرماید بسیار است دیگران در بعض اوقات عبارت کنذ الخ یعنی صوفیہ کرام میفرمایند کہ برائے بتندی تکرار اسم ذات او تعالی عمل مقربین بودہ تلاوت قرآن و نماز و اقل در حق او عمل ابرار است و در حق متوسط و تنہی تکرار نفی و اثبات عمل مقربین بودہ و تکرار اسم ذات عمل ابرار است و در نہایت نہایت تلاوت قرآن کریم خصوصاً در نماز در حق او عمل مقربین بودہ و تکرار اسم ذات و نفی و اثبات عمل

ابرا راست خلاصہ اینکه ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکملے دارد۔ خلاصہ در بعض اوقات عبادت مرضی نمی باشد۔ و آنچه میفرماید، اما امور دینیہ ماورائے احکام شرعیہ بسیار است الخ یعنی تصفیہ لطائف خمسہ و تکمیل و تزکیہ اجزائے عشرہ انسانی کہ بمعارف اولیاء مربوط است ظاہر شریعت ازان ذکر بیان نیاورده است اما بزرگان اسلام بواسطہ فضل و عنایت خداوندی تمام اجزائے عشرہ خود را ذکر ساخته و ہر کدام آنرا بعروج مراتب و جوب مشرف گردانده است و در ظاہر شریعت این مسائل بیان نیامده۔

سوال: اگر معارف باطنیہ از امور شرعیہ بودہ باشد علمائے ظواہر و سایر عوام بہ ترک این معارف عاصی میگردند زیرا کہ علمائے کرام نام خفی و اخفی را نمی شناسند بنا بر آن از معارف آن چه خبر خواهند داشت۔

جواب: این معارف اگر چه از امور شرعیہ نیست و ترک آن موجب عصیان ہم نیست اما از مسائل دینیہ بحساب میرود کہ از کمالات خفیہ دین بودہ و سبب کمال ایمان است اولیائے کرام بر علاوہ تعمیل مامورات شرعیہ از تعمیل امور خفیہ دینیہ نیز غفلت نمی نمایند۔ خلاصہ اینکه مامورات شرعیہ خاص و امور دینیہ عام است و ہر امر شرعی امر دینی بودہ و ہر امر دینی مامور شرعی نیست و ظاہر شریعت بآں امر نکرده اما از اسرار شریعت است چنانچہ تفصیل صفات ثمانیہ در ظاہر شریعت نیامده و شناختن آن از امور دینیہ می باشد و این کہ کدام صفت مبداء فیض کدام پیغمبر است نیز از امور دینیہ بودہ اما در ظاہر شریعت نیامده است۔

تبصرہ: حضرت امام فرمودہ کہ از جملہ امور دینیہ بعد از ادلہ اربعہ اصل پنجم الہام اولیا است بلکہ میتوان گفت کہ بعد از کتاب و سنت اصل سوم الہام است بدلیل این کہ اجتہاد و قیاس مستند برائے است و الہام مستند بر تالیق برائے یعنی از طرف حق سبحانہ است بنا بر آن در الہام یک نوع اصالت پیدا شد کہ در اجتہاد نیست خلاصہ الہام شبیہ اعلام نبی است کہ ماخذ سنت است اینقدر فرق است کہ اعلام نبی قطعی است الہام اولیا رطبی۔

مکتوب پنجاہ و ہشتم

حضرت امام میفرماید کہ از سیئات است الخ یعنی ریاء عارف از اخلاص مرید بہتر است زیرا کہ عارف ازین سبب عبادت خود را ظاہری کند تا سبب تشویق و اقتداء دیگران گردد و گرنہ این عارف بہ مقام عبدیت رسیدہ از کبر و عجب و ریاء خلاص شدہ و با صلیت خود پے بردہ و فہمیدہ است کہ اصل او عدم است کہ سراسر ظلمت و کدورت است و داراے هیچگونہ خیریت نمی باشد و خیرتیکہ در وجود او ہویدا است پر تو صفات ثمانیہ او تعالی است بنا بران در صورت ریاء و سموہ مقصدا و خود نمائی و شہرت طلبی نیست بلکہ اظہار نعمت خداوندی است و اعلام احسان اوست کہ نسبت باین عارف مومبت شدہ است پس ریاء در حق این عارف عین اظہار حمد و شکر خداوند است کہ ذات او را از عدم بوجود و بارز رسالت بہ محبت آورده است بیت

گر بر تن من زبان شود ہر موے یک شکر نواز ہزار نتوانم کرد

بیت از ان طرف نہ پذیرد کمال او نقصان ازین طرف شرف روزگار من باشد

و نیز تعریف حقیقت انسان کہ ذات او چہ چیز است در ظاہر شریعت نبود بلکہ بہ باطن شریعت مربوط است۔

سوال: حقیقت انسان در شریعت موجود است چنانچہ کہ فرمودہ کہ نطفہ و علقہ و مضغہ بودہ۔

جواب: مرام مرند است در ظاہر شریعت نیامدہ کہ حقیقت علقہ و مضغہ از کجاست بزرگان

اسلام بہ اسرار شریعت واقف اند می فہمند کہ ذات انسان عدم است کہ ظلمت بودہ و خیریت ندارد

و ہر خیریت کہ ہست از ان طرف است، بیت

نیاردم از خانہ چیزے نخست تو داری ہمہ چیزے من چیزے تست

مکتوب پنجاہ و ہفتم

حضرت امام میفرماید: فتورے در این التزام پیدا گشت الخ یعنی حق سبحانہ تعالی دوستان خود را

می فہماند کہ در این وقت کدام عبادت سبب قرب اہناست بنا بران حضرت امام را نیز دانانیدہ است کہ در این وقت ذکر گفتن بہتر است از درود گفتن زیرا کہ در درود گفتن سوال موجود است و در ذکر گفتن بجز از یاد کردن محبوب حقیقی ہیچگونہ سوالی وجود ندارد و نیز از درود گفتن و ذکر گفتن کہ ہر دو سے آن یک عمل نیک و از جملہ عبادات است بہ آنحضرت ثواب راجع می گردد بواسطہ این کہ معلم و یانی تمامی ہجو اعمال حسنہ آنحضرت است و پس پس ثواب ذکر نیز بآن حضرت راجع میگردد۔

خلاصہ فریقہ در بین ذکر و درود موجود است این است کہ در درود گفتن سوال موجود است و در ذکر گفتن سوال نیست لہذا ذکر گفتن اولی گشت از درود گفتن و آنچه میفرماید ذکر یکہ شایان قبول است باین مرتبت مخصوص است الخ یعنی ذکر یکہ از شیخ کامل گرفتہ شدہ و یا بعد از فناے قلب و فناے نفس صورت میگیرد از درود فرستادن بہتر است بواسطہ اینکہ در این مرتبہ عارف بہ فناے قلب و نفس مشرف و بمقام عبدیت رسیدہ است لہذا ذکر او از ہرگونہ عجب و ریامبر است و ذکر او سبب وصول مقام مقربین است۔ و آنچه میفرماید این ذکر وسیلہ آن ذکر است الخ یعنی ذکر یکہ طالب بتدی از مرشد کامل میگردان ذکر ابتدائی بالآخرہ سبب رسیدن بہ ذکر انتہائی میگردد کہ خاصہ مقام عبدیت است۔ بنا بران ذکر ابتدائی سالک کہ از کامل بکمل گرفتہ است سبب آن ذکر است اما ذکر ابرارہ چنان است کہ نسبت بہ درود گفتن اولی و انسب گشتہ باشد۔

سوال: و قتیکہ عارف بہ فناے قلب و نفس مشرف گردد می باید از مردم بے گانہ و بے خبر گردد و حالانکہ این عارف ہم ہمیشہ با مردم اختلاط و آمیزش داشتہ و از خود و بیگانہ راحی شناسد پس فناے قلب و نفس در حق این عارف چہ مفہوم خواہد داشت ؟

جواب: فناے قلب و نفس در یک زبان واحد بعبارت دست نمی دہد بلکہ فناے قلب مقدم است بہ فناے نفس و قتیکہ قلب فانی گردد معاملہ عارف با مردم بواسطہ نفس است و در وقت فناے نفس ہر کار عارف با مردم بواسطہ حواس خمسہ است و در نزد صوفیہ کرام حواس خمسہ طارے ادراک اند و نیز ناگفتہ نماند کہ در وقت فناے نفس قلب عارف نزول میکند و با مردم

مخالفت پیدا می کند اما بعالم گرفتاری نمی گردد یعنی با عالم می آمیزد اما نمی گروند چنانچه بزرگان میفرمایند که عارف کامل آمیخته با عالم است و آویخته با عالم نیست۔ بیت

از درون شو آشنا و از بیرون بیگانه و ش این چنین زیبا روش کم می بود اندر جهان

و آنچه میفرماید، مشائخ طریقت بتدی را غیر از ذکر کردن انچه یعنی بزرگان برائے طالب بتدی ذکر گفتن را بهتر دانسته اند تا بواسطه تکرار اسم ذات بعالم وجوب منجذب و عروج نماید و برائے طالب متوسط تکرار نفی و اثبات را لازم دیدہ اند تا بواسطه تکرار این کلمہ مبارکہ مشہودات طلبیہ کہ از تکرار اسم ذات پیدا شدہ انتفایا بدو سالک در مراتب وجوب بہ ترقیات بلند مشرف شود و برائے متہیان کہ بہ تزکیہ نفس مشرف شدہ باشند تلاوت قرآن مجید را مناسب دیدہ اند تا از اسرار قرآنی محفوظ گردد، زیرا کہ قبل از تصفیہ قلب و تزکیہ نفس پے بردن بہ اسرار قرآنی امکان پذیر نیست چنانچہ عارفی میفرماید:

عروس معنی قرآن حجاب آنکہ یر اندازد کہ دارالملک ایمان را مجرد بیند از غوغا

دارالملک قلب انسان است و قتیکہ از گرفتاری ہائے لاطائل خلاص شود اسرار قرآنی را درک می کند یعنی ناکہ عارف از غوغائے ماسوی رہائی نیابد و بہ تزکیہ نفس مشرف نگردد حجاب معنی قرآن از بین نبرد و از اسرار قرآنی پے نمی برد و قتیکہ بہ کمال اطمینان نفس بر سر حجاب از بین می رود و ہمہ اسرار قرآنی مکشوف عارف گردیدہ و تلاوت آن وسیلہ پیش رفت و ترقی او میگردد۔ خلاصہ اینکہ ہر سخن جائے و ہر نکته مکاتے دارد۔ اے عزیز! استعداد طالب بہ یک حال نبودہ تفاوت پیدا می کند و بلند شدہ می رود۔ و آنچه میفرماید، ہیچ فردے از امت اگر چہ در کمالات بدرجہ علیا برسد بہ پیغمبر خود مساوات نکند انچه یعنی پیغمبر بر علاوہ ثواب عبادات خود بہ ثواب عبادات تمام امتان خود نیز حصہ دارد لہذا ثواب ہیچ فرد امت ہر قدر بدرجات عالی ہم رسیدہ باشد بہ ثواب پیغمبر قابل مقایسہ نیست و نیز ناگفتہ نماںد کہ پیغمبر بالاصالہ خواستہ شدہ و امتان بواسطہ پیغمبر خواستہ شدہ اند دعوت می نماید۔ شتان ما بینہما۔ و آنچه میفرماید فضل مطلق مبلغ جامع راست انچه یعنی فضیلت مطلق نصیب کسانے است کہ دارائے علوم ظاہر و معارف باطن بودہ و بہ ہر دوے آن دعوت و تبلیغ نماید و در عین

تدریس و تعلیم احکام شرعیہ از راہ سلوک نیر طالبان را تربیہ نموده و بہ تصفیہ لطایف و تزکیہ نفس
برسانند تا طالبان بر علاوہ احکام شرعیہ از اسرار و معرفت باطنی نیز بہرہ ور گردند و مبلغیکہ دارا
این اوصاف نباشد و منحصر تبلیغ ظاہر بودہ باشد مبلغ جامع گفتہ نمی شود۔ و بہ فضیلت شخص جامع
نمی رسد، سر دارد و عالم مبلغ ظاہر و باطن بودہ اند و تنہا ظاہر شریعت را تبلیغ نہ کردہ اند۔ حضرت
ابومیرزا میفرماید کہ از حضور مبارک دو نوع علم آموختہ ام۔ اما اکثر محدثین کرام از اسرار شریعت
غافل بودہ شریعت را محصور در احکام ظاہری پنداشتہ و از اسرار قاصر دانستہ اند۔ بیت
چو آن کرے کہ در سنگ نہان ست زمین و آسمان او ہمہ است

لے عزیزی! معاملہ بہ مناسبت مربوط است شخصیکہ در باطن با سرار شریعت یک گونه مناسبت
داشتہ بآن طرف مائل است و کسیکہ مناسبت ندارد منکر است۔ این اختلاف بنی بر اختلاف
استعدادات است۔ بیت

ہر کسے را بہر کارے ساختند مہر اورا دردش انداختند
انچہ میفرماید، ظاہر بے باطن ناتمام است الخ یعنی عالمیکہ تنہا داراے علم ظاہر بودہ از معارف
باطن بے بہرہ باشد آنرا عالم ناقص میگویند، عالم کامل کسے است کہ داراے علوم ظاہر و معارف
باطن باشد۔ خلاصہ اینکہ باطن بدون ظاہر ناقص و ظاہر بدون باطن ناتمام است۔ آنحضرت
میفرماید کہ "قرآن داراے ظاہر و باطن است" یعنی درک ظاہر قرآن مربوط بعلم ظاہر و درک باطن
آن مربوط بہ معارف باطنی است و نیز حضرت مولاناے روم میفرماید۔

من ز قرآن مغز را برداشتم پوست را بر دیگران بگذاشتم
در این جائز مراد از مغز باطن و مراد از پوست ظاہر قرآن است تفصیل بیشتر این موضوع در شرح
مکتوب ۵۴ ہمیں دفتر مکتوبات قدسی آیات قیلا تذکار یافتہ است۔

مکتوب پنجاہ و ہشتم

حضرت امام در این مکتوب شریف در اطراف عالم مثال و تردید تناسخ وغیرہ صحبت میفرمایند۔ آنچه میفرمایند کہ در عالم شہادت غیر از ابوالبشر حضرت آدم دیگر آدم بوجود نیامده الخ یعنی این فرمایش حضرت امام در جواب مقولہ حضرت شیخ محی الدین بن عربی است کہ در حین طواف کعبہ معظمہ جمعی را دیده کہ ہرے وے طواف می نمایند با ایشا ترا نمی شناسد در حین حال یکے ازین جماعہ حضرت شیخ را طرف خطاب قرار دادہ میگوید کہ من جد تو ام و از قوت من بیش از چہل ہزار سال میگذرد و شیخ در تعجب می افتد کہ از خلقت حضرت آدم ہفت ہزار سال نمی گذرد و این شخص کہ قوت خود را بیش از چہل ہزار سال و نمود بسیار در چگونہ خواہد بود۔

حضرت امام با ساس کشف و مشاہدات بلند خود باین مقولہ حضرت شیخ جواب دادہ و میفرمایند این ہمہ آدم ہاے کہ پیش از وجود حضرت آدم گذشتہ اند وجود حضرت آدم در عالم مثال بودہ است نہ در عالم شہادت و در عالم شہادت غیر از حضرت آدم علیہ السلام آدم دیگر بوجود نیامدہ است و این جماعہ را کہ حضرت شیخ دیدہ کہ یکے آن خود را جد ایشان و نمود ساخته است آن آدم ہا ہمہ لطائف حضرت آدم بودہ کہ قبل از تخلیق حضرت آدم بصورت آدم در عالم مثال بوجود آمدہ و بصورت آدم ظاہر گشتہ و باسم آدم مسمی شدہ اند و کار و بار اصل آدم منتظر از آنہا سرزدہ حتی مناسب آن عالم مثال توالد و تناسل نیز بطور آمدہ و توالد و تناسل آئندہ آنہا در عالم مثال ظاہر شدہ و کمالات صوری و معنوی نیز مناسب آن عالم ظہور یافتہ نمایان عذاب و ثواب گردیدہ اند، ثواب و عذاب آیندہ آنہا در عالم مثال دیدہ شدہ است۔ خلاصہ اینکه از قرآن فرمایش کشفی حضرت امام چنین معلوم میشود کہ در عالم شہادت غیر از حضرت آدم علیہ السلام آدم دیگر بوجود نیامدہ است ازینکہ آدم جامعیت داشتہ و دارای صفات تنوع و لطائف متعددہ است لهذا قبل از خلقت حضرت آدم در ہر وقتی از اوقات صفاتی از صفات بالطیفہ از لطائف او در عالم مثال بایجاد خداوندی بصورت آدم در عالم مثال بوجود آمدہ اند و گذشتہ اند و از ان حمله یکے آن خود را جد حضرت شیخ و نمود ساخته و با حضرت شیخ مکالمہ کردہ است و اگر آدم دیگر می بود

جد شیخ نمی بود۔

تبصرہ: عالم مثال عبارت از عالمی است مانند آئینہ کہ خود آن داراے اجسام و داراے ارواح نیست اما تمام اجسام و تمام ارواح در آنجا نمایاں و موجود است و معانی نیز در آنجا نمایاں است خلاصہ اینکہ در عالم مثال مخلوقات گذشتہ و آئندہ ہمہ نمایاں و ظاہر است چنانچہ آنحضرت میفرماید کہ اہل بہشت را در بہشت و اہل دوزخ را در دوزخ مشاہدہ کردم شاید کہ این شہود نیز در عالم مثال بودہ است زیرا کہ آہا ہنوز در جنت و دوزخ ترفند اند۔

ناگفتہ ماند کہ در این مکتوب شریف حضرت امام تناسخ را نیز تردیدی نمایند تناسخ آنست کہ روح یک شخص بدن اصلی خود را گذاشتہ بدن دیگر را زندہ کند و این عقیدہ کفر است بدلیل اینکہ قرار نص قطعی روح و بدن در محشر حاضری شوند در صورت تناسخ اگر روح ہمراے بدن ثانی حاضر شود بدن اول بے روح ماندہ و در محشر حاضر شدہ نمی تواند و این خلاف نص است بنا بر این عقیدہ تناسخ خلاف ہدایات قرآنی و احادیث نبوی بودہ و اعتقاد آن کفر است۔ و نیز حضرت امام از بروز و کمون شکایت میکنند کمون و بروز آنست کہ مرشد روح خود را از بدن خود کشیدہ در بدن مرید بیاندازد تا باین تربیت روح اورا تصفیہ نماید حضرت امام این قسم تربیہ مرشد را تقبیح و آزار شدہ تناسخ میدانند۔

تبصرہ: فرقہ کہ در بین تناسخ و کمون و بروز موجود است این است کہ در تناسخ روح یک شخص بدن آنرا گذاشتہ و در بدن دیگر داخل و آنرا حیات بخشد و در کمون و بروز این چنین نبودہ بلکہ مرشد را انعکاس روح خود را در بدن مرید انداختہ روح مرید را تصفیہ می نماید و مرید قبل از گرفتن انعکاس روح مرشد بروح خود زندہ بودہ است شتان ما بینہما۔ باوجودیکہ در بین تناسخ و بروز و کمون تفاوت زیاد موجود است با آن ہم حضرت امام این عمل و این چنین تربیہ مرشد را تقبیح و شبیہ تناسخ دانستہ و از آن ممانعت میفرمایند۔ و ہدایت می دہد کہ روح مرشد در بدن او بودہ اثرات آن را بے روح مرید اندازد۔

پوشیدہ ماند کہ کمون و بروز داراے معنای دیگر نیز می باشد و آن این است۔ وقتے کہ

در وجود عارف تجلیات عالم و جوب غلبہ و ظهور نماید آنرا بروز گویند و زمانیکہ این تجلی انقطاع یابد آنرا کمون می نامند و کمون و بروز در مذہب ہنود آنست کہ خداوند در مرتبہ الوہیت کمون و در بدن برہمنان و جوگیان بروز نماید از اینجا است کہ ہندوان بہ جوگیان سجدہ می کنند و این کفر صریح بودہ خداوند از آن بزرگتر است کہ در بدن جوگی داخل شود بے عقلمان اندان خداے قدوس باین اجسام خبیثہ ظلمانی مگر چرکین کہ بہ انواع معاصی و کفر محفوف است چہ مناسبت و کجا در آنہا ظہور می کند شیطان لعین است کہ اولاد حضرت آدم را با انواع کفر و معاصی رہبری و اغوا کردہ است حق سبحانہ میفرماید بعد ہم و ہمینہم و ما بعد ہم الشیطن الا غرورا۔

و نیز ناگفتہ نباید گذاشت کہ معتقدین تناسخ تناسخ را برای تکمیل روح یک امر لازمی میدانند و میگویند وقتی کہ روح در بدن اول بکمال نرسد باید در بدن ثانی انتقال یابد تا در آنجا بکمال برسد و اگر در آنجا ہم بکمال نرسد بہ بدن ثالث داخل گردد علی ہذا القیاس حضرت امام ابن عقیلہ را کفر میدانند حضرت امام در این مکتوب شریف انتقال روح را نیز تفسیح و آنرا تردیدی فسر یابند نقل روح آنست کہ روح بعد از کمال خود در یک بدن آن بدن را بواسطہ پیری و یا ضعیفی ترک نمودہ در بدن جوان دیگر داخل می شود۔ این عقیدہ نیز کفر بودہ از تناسخ ہم بزرگتر است زیرا کہ وقتی کہ روح بدن اول را بواسطہ ضعیفی گذاشتہ در بدن جوان دیگر داخل گردد بدن اول در محشر بدون روح چگونه حاضر خواہد شد؛ بنابراین این عقیدہ نیز خلاف ہدایات قرآن و حدیث نبوی است۔

حضرت امام میفرماید؛ بلکہ اعتقاد ایشان از اعتقاد فلاسفہ ہم بزرگتر است الخ یعنی فلاسفہ اگر چہ از حشر اجساد منکر اند اما بعد از روحانی قابل اند و معتقدین تناسخ از عذاب آخرت بالکل انکار دارند۔ انچہ میفرماید؛ ارواح این بزرگواران است الخ یعنی ارواح بزرگان بشان جسم متمثل میگرددند و در این معاملہ تناسخ موجود نیست و انچہ میفرماید؛ بعضی اولیاء در یک آن در امکنہ متعددہ الخ یعنی ہر کدام لطیف از لطائف و صفتی از صفات بزرگان بصورت جسد آن بزرگ متمثل می شود و بنا بر آن عرفا در یک آن در امکنہ متعددہ حاضر می شوند یعنی یک لطیفہ شان بیک جلے و لطیفہ دیگر شان

بصورت خود آن بزرگ متمثل شدہ بجائے دیگر حاضر می شوند چنانچہ حضرت غوث ثقلین و حضرت شاہ نقشبند و حضرت امام و بعض دیگر و دیگر آن در چندین جاہے مختلف تشریف بردہ و در آنجا حاضر بودہ اند و آنچه میفرماید و این تشکل گاہ در عالم شہادت بود الخ یعنی یک بزرگ زندہ در یک وقت در نقاط متعددہ حاضر و یاد عالم مثال می باشد چنانچہ آنحضرت را در یک شب ہزاران نفر بصورت ہا مختلف در خواب می بیند و آنچه میفرماید در عالم صغیر نمونہ عالم مثال خیال است الخ یعنی خیال نمونہ از عالم مثال است و عالم مثال اگرچہ وسیع ترین عوالم است باز ہم تنہا ہی است لہذا صفات و ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کہ غیر تنہا ہی است دوری کہ تنہا ہی است نگنجی را باطلال صفات در عالم مثال و خیال عارف می گنجی چنانچہ عارفان تا زمانی کہ در مراتب طلال قرار دارند بحث از معارف می نمایند اما وقتی کہ بمراتب صفات و ذات مقدس برسند اذ بیان آن عاجز اند بواسطہ اینکہ این مراتب در عالم مثال و خیال نمی گنجند و بہ تعبیر نمی آید۔ آنچه میفرماید اقلی را این دولت در این جا میسر میگردد الخ یعنی بعضی اولیاء بلند استعداد و محبوبان او تعالیٰ در زندگی خود از مرتبہ خیال میگذرند و بوصول بلا کیف بذات او تعالیٰ میرسند و بعضی اولیاء کرام بعد از مرگ از مرتبہ خیال می گذرند۔ در وقتیکہ از مرتبہ خیال بگذرند در آن وقت با دراک ذات مقدس مشرف شدہ می توانند و آن ادراک بہ عناصر بلکہ بہ عنصر خاک می باشد۔

اے عزیز! یاقوت اولیاء کرام تعجب آور بودہ از ادراک ما و شما بلند است کہ عناصر آہا در رک بودہ و بہ قرب مشرف اند بلکہ ادراک آن مرتبہ مقدسہ نصیب ہیئت وحدانی انسان است۔

مکتوب پنجاہ و نہم

حضرت امام از خواجہ عبداللہ حکایت میکند کہ گفتہ است آن شعبہ ہا بر طرف شدہ است الخ یعنی توحید و جود ہی بمنزلہ شعبہ بازی است و حقیقت ندارد از ان گذشتہ ام۔ و آن چہ میفرماید ہمت بران مصروف است الخ یعنی ہمت من آن است کہ در مرتبہ اثبات هیچ چیز محسوس نشود

زیرا کہ محسوسات و معقولات و مہیوات ہمہ داخل ماسویٰ بودہ و ظلال است۔ انچه میفرماید، اما این معنی بہ تکلف است الخ یعنی از شہود ماسویٰ بکلی خلاص نشدہ ام و نیز ماسویٰ را کہ ماسویٰ می گوئیم بنا بر تکلف است و کشف ما ثبت و خوب آنهاست۔ حضرت امام میفرماید کہ اگر نفی کردن ماسویٰ بہ تکلف است مقام طریقت است و از حجابہ علم الیقین است و اگر نفی ماسویٰ حاصل و ماسویٰ منتفی گردد بمقام حقیقت و عین الیقین و حق الیقین خواہی رسید الخ یعنی تا کہ سالک ماسویٰ را نفی میکند در مقام طریقت است و در مرتبہ علم الیقین است و وقتیکہ ماسویٰ منتفی شود بہ مقام حقیقت عین الیقین و حق الیقین میرسد و عارف میگردد۔ انچه میفرماید بحصول این نفی و اثبات الخ یعنی وقتیکہ شہود عارف از ماسویٰ بگذرد و بمراتب و جوب برسد بولایت خاصہ مشرف میشود و مقام نفی کہ عبارت از ممکنات است در مقابل اثبات کہ مرتبہ و جوب است بہ منزلقہ قطرہ است نسبت بہ دریا زیرا کہ مرتبہ و جوب غیر تنہای بودہ و مرتبہ ممکنات تنہای است و تنہای بہ نسبت غیر تنہای هیچ نسبت ندارد۔

تبصرہ: ولایت دو نوع است یکے ولایت عامہ است کہ ولایت کافہ مسلمین است چنانچہ حق تعالی میفرماید: خداوند دوست کسانی است کہ ایمان آورده اند۔ دوم ولایت خاصہ است کہ بہ معنای فنا و بقا و عروج و نزول و تزکیہ نفس مربوط است چنانچہ ولایت اولیائے کرام کہ بہ این کمالات مشرف اند و ولایت خاصہ کہ فنا و بقا و عروج و نزول است نیز دارائے خاص و عام است ولایت خاصہ ولایت آنحضرت است و بہ تبعیت آنحضرت نیز بعض اولیائے کرام را ازین مرتبہ نصیب است و ولایت عامہ ولایت انبیائے اولوالعزم دیگر است۔

مکتوب ۶۰ حاجت بشرح نیست۔

مکتوب شصت و یکم

حضرت امام میفرماید در یک دیگر فانی باشند الخ یعنی ہر کدام از صوفیان کرام تصور نمایند کہ از برادر

صوفی من بمن فیض میرسد و آنچه میفرماید طریق شیخ حسن الخ یعنی استعداد شیخ حسن مناسب استعداد مولانا است و نیز نسبتیکہ بحضرت مولانا رسیدہ بود نسبت اصلی پورہ و شیخ حسن دران شتراک دارد و شیخ حسن از طلال گذشتہ و بہ ابتداء معارف مرتبہ اصل رسیدہ است و آنچه میفرماید مبارک نفس امارہ الخ یعنی شیخ حسن ہم تا ہنوز خلیفہ مقیام پورہ و بمرتبہ خلافت مطلق مقرر نگردیدہ است۔ ناگفتہ نماز کہ شیخ یوسف برادر شیخ حسن است بنا بران احوال اورانیز بہ شیخ حسن نوشتہ اند۔

مکتوب شصت دوم

حضرت امام میفرماید خیریت و صلاح شما الخ یعنی چونکہ شما بہ برادران اسلامی معاونت می نمایند بنا بران دعائے کہ در حق شما صورت می گیرد منفعت او بہ کافہ اسلام میرسد و آنچه میفرماید اہل این سلسلہ علیہ الخ یعنی طریقہ علیہ نقشبندیہ تازہ بہ ہندوستان رسیدہ و ہنوز توسعہ نیافتہ است و بواسطہ اینکہ در این طریق علیہ التزام سنت است و در این دیار بدعت بیشتر است بنا بران بعض نقشبندیان نیز اختراع بدعت کردہ اند تا بدگران مناسبیت پیدا کنند و آنچه میفرماید در تمدن بہ بنی نوع خود محتاج است الخ یعنی انسان بواسطہ حصول کمال ولایت از احتیاجات بشری مستغنی نمیگردد و اولیائے کرام نیز مانند سایر عوام الناس بخوراک و پوشاک و مسکن و غیرہ معاملات و معاشرت حیاتی نیازمند است چنانچہ اولیائے کرام تشنہ و گشنہ میشوند و بکذا لباس می پوشند و بہ کمک دیگران محتاج اند خلاصہ اینکہ ظاہر عارف بتبار افتقار بشریت مانند عوام و در باطن مانند ملک اند و آنچه میفرماید وجود سیادت پناہ الخ یعنی وجود حضرت میرنعمان در ولایت دکن بسیار غنیمت است۔ و آنچه میفرماید ظاہر ساختہ بودند الخ یعنی حضرت میرنعمان در مکتوب خود بحضور حضرت امام نوشتہ بود کہ پادشاہ وقت بہ صوبہ داری ولایت دکن شخص دیگرے را مقرر کردہ است و خان خانان را عزل نمودہ است بنا بران از حضور حضرت امام تمنا بردہ است کہ خان خانان واپس بولایت خود مقرر شود دعا و توجہ طلب کردہ است صوبہ داری بہ معنی والی بودن است۔

مکتوب شصت و سوم

در این مکتوب شریف حضرت امام ہدایت میفرمایند کہ اگر مرد یا زمر شد خود فیضیاب نگردد
 میتواند بمرشد دیگر مراجعہ و راہ ترقی و پیش رفت خود را جستجو نماید یعنی مقصد پیر نیست بلکہ مقصد قرب
 حق سبحانہ و تعالیٰ است لهذا بواسطہ ہر کس و در ہر جا کہ این سعادت میسر گردد در رجوع ان شخص و در
 آنجا کسب سلوک نمودہ خود را بہ مقصدی رساند بیت
 اے دوست ترا بہ ہر مکان می خستم ہر دم خبرت ز این و آن می خستم

مکتوب شصت و چہارم

در این مکتوب شریف حضرت امام شہ شخص کہ شاید در اول دالائے عزت و سرایہ بودہ و
 بالآخرہ آنرا از دست دادہ است توصیہ میفرمایند کہ غمہائے دنیائے دون را گذاشتہ بفکر آخرت باشید
 دنیا چیست شغل قلب و ثقل حساب و ترک دنیا فراغ قلب و خفت حساب۔

مکتوب شصت و پنجم

در این مکتوب شریف حضرت امام مرسل الیہ را کہ گرفتاری ہائے لا طائل داشتہ و در عین
 حال قریب بعض کار ہائے نیک تیر می شدہ است توصیہ نمودہ می نویسید کہ لغویات را گذاشتہ و دنیا
 را بقدر ضرورت باید طلبید و حرمت اقارب و صاحبان حقوق را ہم نا اندازہ بجا آورده باشید و با عمل
 مقربین کہ قنات بقا و عروج و نزول است از دست ندادہ و در فکر آن باشید کہ شمر ضاع و تعالیٰ است

مکتوب شصت و ششم

در این مکتوب شریف حضرت امام خان خانان را توجیہ انابت و رع و تقویٰ ارشاد و رہنموی میفرمایند۔

تبصرہ: ورع و تقویٰ دو نوع است یکی تعمیل اوامر و دیگر ترک منہای است
 ترک منہای جز اعظم ورع و تقویٰ است اما در اکثر تقویٰ را در تعمیل اوامر و ورع را در ترک منہای
 استعمال می نمایند ناگفته نماند کہ ترک منہای نسبت بتعمیل اوامر دارای اہمیت است زیرا کہ
 در ترک منہای مخالفت نفس است از ہمیں سبب است کہ ترک منہای وسیلہ پیش رفت و ترقی
 سالک میگردد و نیز سبب مرتبت بزرگ انسان ملک ہمیں معاملہ ترک منہای است کہ
 نصیب انسان گردیدہ است یعنی چون ملک از تکاب منہای نداشته بہ ترک منہای مامور نہ گردیدند۔
 پیش رفت و ترقی نیز ندارند خلاصہ اینکہ ملائک چون دارای نفس نیستند لہذا بہ ترک منہای مامور
 نشدہ اند ازین سبب ترقیات کردہ نمیتوانند زیرا ترقیات اثر ترک منہای می باشد۔

مکتوب شصت و ہفتم

در این مکتوب شریف حضرت امام معتقدات اہل سنت و جماعت را بطریق اختصار
 عنوانی خانہ بیان توضیح می نمایند و میفرمایند کہ از دربار او تعالی استقامت این عقیدہ
 را طلب باید کرد کہ شمار بہ فضل و کرم خود باین عقیدہ ثابت داشتہ باشد الخ زیرا کہ بدون این عقیدہ
 نجات منصور نیست و نیز حضرت امام در مکتوب دیگر میفرمایند کہ بدلائل نقلی و عقلی و کشفی بہ نزد من
 ثابت شدہ کہ نجات مخصوص طائفہ تاجیہ اہل سنت است۔ انچہ میفرمایند کہ اللہ تعالی بذات قدیم
 خود موجود است الخ بیان عقاید است یعنی مخلوقات بواسطہ عرض وجود موجود گشتہ و ذات او تعالی
 بدون عرض وجود بذات خود موجود است و انچہ میفرمایند شریک ندارد الخ یعنی خداوند تعالی ہم در وجوب
 وجود واحد است و ہم در استحقاق عبادت واحد است و مشرکین کہ حق تعالی را در وجوب وجود واحد
 میدانند و در استحقاق عبادت برائے او شریک میگیرند این ہا از حقیقت انحراف کردہ جاہل اند زیرا
 ذاتیکہ وجوب وجود نداشته باشد خود او محتاج بودہ مستحق عبادت شدہ نمیتواند۔ و انچہ میفرماید
 مراد اصفا کمالہ است الخ یعنی صفات ثمانیہ او تعالی در خارج موجود بودہ و قدیم می باشند

وتعلقات صفات حادث و خود صفات قدیم اند و حدوث تعلق و حدوث متعلق بہ فتح لام مانع قدامت متعلق بکسر لام کہ صفات است شدہ نمی تواند۔ آنچه میفرمایید: او تعالیٰ از صفات و لوازم جوہر و اجسام الخ یعنی حق تعالیٰ از صفات تمکانات منزہ بودہ و نیز حق تعالیٰ زبانی و مکانی نیست زیرا کہ مکان و زبان مخلوق او تعالیٰ است۔ و آنچه میفرمایید بے خبری باشد کہ او را فوق عرش خواند الخ یعنی حق تعالیٰ مکان ندارد فوق عرش و تحت عرش نبود عرش و غیر عرش در قرب و بعد باو تعالیٰ یکساں است این قدر است کہ عظمت و کبریائی او تعالیٰ در عرش ظاہر است و عرش آئینہ عظمت خدا است زیرا کہ عرش دارای این لیاقت بودہ و غیر عرش این لیاقت ندارد۔ چنانچہ یک آئینہ و یک دیوار نسبت بہ زید نام در مقام قرب و بعد یکساں بودہ باشد اما زید در آئینہ ظاہر و در دیوار ظاہر نمیگردد این طور زید در آئینہ بواسطہ قرب آئینہ نیست بلکہ بہ نسبت لیاقت آئینہ است کہ زید در آن ظہور نمودہ و در دیوار چون این لیاقت نداشته است در آن نمایان شدہ نمی تواند۔ وجود واجب و وجود ممکن بہ منزله نقطہ و دائرہ است کہ در بین آن قویت و تخت نیست۔

نبصرہ: وجود و ظهور از ہم فرق داشتہ و ہر دو یک چیز نمی باشد چنانچہ زید در آئینہ ظاہر است و در آئینہ موجود نیست بنا بر آن عرش مجید ظرف و مکان او تعالیٰ نہ بودہ بلکہ منظر او تعالیٰ است قلب عارف نیز ظرف او تعالیٰ نبودہ بلکہ منظر او تعالیٰ است۔ کعبہ معظمہ نیز منظر عظمت جلال جمال و کبریائی او تعالیٰ است و مکان او تعالیٰ نیست حق تعالیٰ از طرف و مکان و زبان مبرا است۔ آنچه میفرمایید: بلکہ واسع است الخ یعنی وسعت حق تعالیٰ یک وسعت بے کیف است و مانند وسعت اجسام نیست و عدم محدودیت و عدم تنہائی او تعالیٰ نیز مانند صفات اجسام نبودہ احاطہ و قرب او تعالیٰ تیر بے کیف است در ادراک مانعی گنج و علمائے کرام کہ احاطہ علمی و قرب علمی گفتہ اند ان نیز یک تاویل تشابہات است حقیقت آنست کہ او تعالیٰ بما قریب و بما محیط است اما این احاطہ و قرب او تعالیٰ یک امر بے کیف و از تشابہات است و درک این امر در عقل انسان نمی گنجد۔ و آنچه میفرمایید: او تعالیٰ با هیچ چیز متحد نشود الخ یعنی حق تعالیٰ بسیط و

قدیم است و مرکب حادث نیست و غیر او تعالیٰ ہمہ حادث اند حادث با قدیم متحد نشوند حق تعالیٰ چون بسیط است تبعض و تجزی ندارد و او تعالیٰ مثل و سیال ندارد زیرا کہ تمام ماسوی حادث و فانی اند و او تعالیٰ قدیم است زوال ندارد هیچ کس فرزند او تعالیٰ شدہ نمی تواند و حق تعالیٰ بہ زن فرزند اصیل ج ندارد و صفات او تعالیٰ بے مثل و بے کیف اند مانند صفات بندگان نیستند زیرا کہ آن صفات قدیم و کامل اند و این صفات بندگان حادث و ناقص اند تصور صفات حق تعالیٰ از عقل مابلند است و تصورات حق سبحانہ و تعالیٰ از ادراک بشر بسیار بلند است۔ بیت

زاعلیٰ و بالا و بالا زبالا بلندی ہی نمی گنجد در آنجا

بیت

لے برتر از خیال و گمان و دم و از ہر چہ گفتہ اندوشنیدیم و خواندہ ایم

و آنچه میفرماید: اسماء و تعالیٰ موقوف بر سماع اند الخ یعنی ہر نامیکہ از نامہاے او تعالیٰ در شریعت مقدس تذکار یافتہ است بآن اسم حق تعالیٰ را باید یاد کرد و ہر اسمیکہ در شریعت مقدس نیامد حق تعالیٰ را بدان نام یاد نباید کرد۔ و آن اسم نام او تعالیٰ نباید دانست۔

تبصرہ: یاد کردن دو نوع است: اول آنکہ آن اسم را نام او تعالیٰ بدانید کہ در شریعت مقدس تذکار یافتہ باشد و اگر آن اسم در شریعت نیامدہ باشد آنرا نام خدا نباید دانست۔ دوم آنکہ آن اسم را نام او تعالیٰ نمیدانید مگر با و تعالیٰ اطلاق می نمایند این قسم اطلاق تعلق بر سماع شرع شریف ندارد بلکہ یک اسم کہ معنی مدح داشتہ باشد بدون نام گذاشتن با و تعالیٰ اطلاق کردہ میشود چنانچہ بزرگان اسلام حق تعالیٰ را محبوب و معشوق و دوست گفتہ اند و این قسم اطلاق بقسم نام گذاشتن و علمیت نیست بلکہ یک اطلاق است بدون اینکہ این کلمات نام او تعالیٰ بودہ باشد۔ نمی بینی کہ کلمہ خدای ہم در شریعت نیامدہ مگر چون معنای مدح داشتہ و دم ندارد با و تعالیٰ اطلاق کردہ میشود۔ و آنچه میفرماید: قرآن کلام خدا است الخ یعنی کلام حق تعالیٰ دو نوع است یکے کلام نفسی است کہ آنرا صفت الکلام میگویند و دیگر کلام لفظی است چنانچہ قرآن کریم و تورات شریف و انجیل شریف و زبور شریف و غیرہ صحائف مقدسہ کہ بر انبیاء عظام

نازل شدہ است، تمامی آنها کلام لفظی بوده کلام او تعالیٰ می باشد۔ حق تعالیٰ کلام نفسی خود را به لباس حرف و صوت در آورده به پیغمبران خود نازل گردانیده است و ہر دو قسم کلام کلام او تعالیٰ است اما صفت کلام قدیم و کتب منزلہ حادث اند و آنچه میفرمایید دیدن مومنان حضرت حق سبحانہ را حق است الخ یعنی مومنان در بہشت حق تعالیٰ را می بینند و این دیدن بے کیف است کدر این دنیا در عقل و تعبیر بشر نمی گنجید فلاسفہ و معتزلہ و دیگر فرقہ ہائے بتدعہ اندیدار حق تعالیٰ انکار کرده اند و آخرت را بدینیا و چشم آخرت را چشم دنیا قیاس کرده اند و این قیاس آنها یک قیاس غلط و بے اساس است زیرا کہ چشم آخرت ہمہ نور است و چشم دنیا کہ از عدم ساخته شدہ مرکب از نور و ظلمت بودہ و جزو عظم آن ظلمت است بنا بر آن چشم آخرت را با چشم دنیا مقایسہ کردن کار بے خبران و بے خردان است۔ خلاصہ اینکہ چشم آخرت سراسر نور بودہ و در دیدن آن نور مقابلہ و محاذات شرط نیست بلکہ آن نور جہات ستہ و چیز بے جہت را دیدہ می تواند بنا بر آن آن نور را باین ظلمت قیاس کردن قیاس مع الفارق است و قیاس لیاقت آخرت بے لیاقت این جہان فانی یک قیاس مع الفارق است۔ ناگفتہ نماند کسیکہ ایمان بقرآن آورده و قرآن اعتقاد داشتہ باشد باید تلویع قریا شات و ارشادات قرآن و سنت باشد و ہدایات قرآن و حدیث تثبت دیدار او تعالیٰ است۔

تبصرہ کہ چشم آخرت و موجودات جنت نتیجہ شیونات او تعالیٰ بودہ لیاقت آن بلند است و چشم دنیا از عدم ساخته شدہ کہ ظلمت می باشد۔

و آنچه میفرمایید از عذاب گور ضغفہ آن الخ یعنی ضغفہ در حق اشخاص صالح مانند غل کشی و ملاقات دو نفر بودہ و زمین بمثل مادر ہر بان فرزند خود را در آغوش می کشد مسلم است کہ تمام انسانا اولاد زمین اند و ضغفہ در بار اشخاص ناصالح البتہ سبب تکلیف و تعذیب است و این مضمون در کتاب شرح صدور و بدور سافرہ علامہ سیوطی تذکار یافتہ است۔

و منکر نکیر و ملکہ نا شناختہ می باشد کہ یکے آنها از میت مسلمان و دیگران از میت کافر

می پرسد یعنی از میت سوال کرده بشود کہ خدای تو کیست و دین تو کدام دین است و پیغمبر تو کدام پیغمبر است و نیز در حدیث تشریف آردہ است کہ مردہ در قبر خود آنحضرت را می بیند اگر مردہ مسلمان بودہ باشد در جواب ملک میگوید کہ این ذات مبارک پیغمبر خداست و من برسالت او ایمان دارم و اگر میت کافر باشد در جواب ملک میگوید کہ من هیچ نمی دانم و خبر ندارم۔ بعد از سوال و جواب در قبر من فرشتہ و لباس جنت آورده میشود و در قبر کافر فرشتہ آتش دوزخ آورده میشود و لباس اذنی از آتش دوزخ پوشانیدہ می شود۔

تذکرہ: در قبر مسلمان خوش خلق یک شخص توراتی تشریف فرما می شود کہ تمام قبر را منور می گردانند مردہ از آن شخص توراتی می پرسد کہ شمار نمی شناسم، آن شخص توراتی میفرماید کہ من همان خوشی می باشم کہ مراد دل یک نفر مسلمان انداختہ بودی و تا قیامت با تو می باشم۔
مکاتیب ۶۸ و ۶۹ حاجت بشرح نیست۔

مکتوب ہفتاد

حضرت امام میفرماید در انسان چنانچہ قلب و انج یعنی در انسان کامل تجلیات کہ در عرش مجید است در انسان نیز موجود است همچنان تجلیات و ظہورات کہ در بیت اللہ تشریف و کعبہ معظمہ ظاہر است در انسان کامل نیز از ان ظہورات موجود است۔ انچہ میفرماید از ہمین و شمال بیگانہ است انچہ ہمین و شمال عبارت از صفات و ظلال صفات بودہ، تجلی ظلال صفات و تجلی خود صفات گذشتہ بہ تجلیات ذاتیہ مشرف شدہ است بلکہ مقامی رسیدہ کہ از تجلی ہم بلند تر است و بوصول بلا کیف بذات بے کیف او تعالی رسیدہ است و انچہ میفرماید اگر یکے را بہ این دولت انج یعنی خود حضرت امام از فضل و محبت او تعالی باین دولت مشرف شدہ است و رسیدہ گان این مقام بسیار بسیار کم اشخاص می باشند۔ و انچہ میفرماید نسبت ہا سابقہ روبہ زوال آمد انج یعنی نسبت قلب و دیگر لطائف کہ تعلق بہ ظلال داشتہ زائل میشوند

زیرا کہ در وقت اصل ظل در تحت می ماند و آنچه میفرماید کہ از وصول مطلوب بعیدتر می افتد الخ یعنی کسیکه طرف مرکز متوجه نبوده طرف ظلال صفات توجه کند از مطلوب دورتر می افتد زیرا کہ تفصیلات صفات تعلقات صفات است و آن غیر تنہای است و بطرف ممکنات است. زیرا کہ ممکنات نیز متعلق صفات می باشد۔

مکتوب ہفتاد و یکم

حضرت امام میفرماید صاحب فتوحات مکیہ الخ یعنی حضرت شیخ اکبر گفتہ کہ آنحضرت جامع وجوب و امکان است زیرا کہ آنحضرت از جملہ ممکنات است و صفات واجبہ نیز در ذات مبارک او ظاہر است کہ عبارت از حیات و علم و غیرہ صفات است مگر صاحب فتوحات نہ فہمیدہ کہ در ذات مبارک آنحضرت تمثال صفات واجبہ ظاہر است نہ خود صفات واجبہ۔ و آنچه میفرماید و چون وسعت مرتبہ وجوب پر تواند زد الخ یعنی وقتیکہ عارف وسعت ذات مقدس او تعالی و وسعت صفات ثمانیہ را مشاہدہ کند تمام عالم را در مقابل آن جزو محقر خواهد دید زیرا کہ ذات مقدس و صفات ثمانیہ او تعالی غیر تنہای است و آنچه میفرماید زیرا کہ گوئیم نبوت عبارت الخ یعنی نبوت تنہا نزول نہ بودہ بلکہ یک جزو نبوت عروج است و دیگر جزو آن نزول است چنانچہ ولایت داراے عروج و نزول است نبوت نیز داراے عروج و نزول است اما عروج نبوت بہ کمالات اصلیہ بلکہ بہ ذات مقدس او تعالی می رسد و عروج ولایت بہ کمالات ظلیہ تعلق دارد۔ اما عارفیکہ بہ کمالات حضرات انبیاء مشرف شود از معارف اصلیہ با خبر میگردد۔

مکتوب ہفتاد و دوم

حضرت امام میفرماید ظہور عرش ہر چند الخ یعنی در عرش مجید ظہور ذات جامع الصفات است و کعبہ معظمہ یک معاملہ بے کیف بذات بحت او تعالی داشتہ می باشد کہ از ظہور ہم برتر است زیرا کہ ظہور شے

تمثال شے است و معاملہ کعبہ معظمہ از تمثال و ظہور بلند تر است۔ آنچه میفرماید، الحاق بہ حقیقت کعبہ
بیسر شدہ است و بالاتر از ان نیز عروج واقع شدہ الخ

سوال: حضرت امام در اول مکتوب فرمودہ اند کہ معاملہ کعبہ فوق ظہورات است یعنی
بذات او تعالیٰ تعلق دارد و در اینجا میفرماید کہ ترقیات بے اندازہ بوصول پیوستہ است یعنی عروج
فقر از حقیقت کعبہ بالاتر است و قتیکہ حقیقت کعبہ بذات او تعالیٰ رسیدہ باشد عروج بالاتر از ان
چہ گنجایش داشتہ خواہد بود؟

جواب: این سوال دو جواب داشتہ می باشد۔ جواب اول آنکہ وصول بذات مقدس او
تعالیٰ مراتب متفاوتہ داشتہ می باشد نمی بینی کہ حضرات انبیاء ہمہ در آنجا رسیدہ اند و بعض اولیاء کرام
نیز واصل گشتہ اند، اما در بین این دو وصول فرق زیاد موجود است۔
جواب دوم: آنکہ کعبہ معظمہ اگرچہ بوصول بلا کیف مشرف است اما کعبہ منظر تنزیہ صرف او تعالیٰ
است نہ منظر ذات او تعالیٰ و ترقی از ظہور تنزیہ هیچ اشکال ندارد اما حقیقت کعبہ از حقیقت عارف و
استقرار کعبہ از استقرار عارف بلند است و بلند رفتن عارف فقط در وقت عروج بودہ و استقرار عارف
پائین تر از استقرار حقیقت کعبہ است۔ اما عروج عارف از حقیقت کعبہ بسیار بلند است مراد از عارف
آن عارف است کہ از کمال مراد ان بودہ باشد نہ ہر عارف مصرع
نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

تبصرہ: تنزیہ یک شان از حیوانات او تعالیٰ بودہ و عین ذات او تعالیٰ نیست و کعبہ
منظر تنزیہ او تعالیٰ است نہ منظر ذات او تعالیٰ عروج عارف کہ طرف ذات او تعالیٰ واقع میشود از
حقیقت کعبہ کہ ظہور تنزیہ صرف است می گذرد۔ از اینجا است کہ کعبہ بہ نزد بعض بزرگان تشریف می برد۔

مکتوب ہفتاد و سوم

حضرت امام میفرماید اعیان ثابۃ را کہ حقایق ممکنات است الخ

تبصرہ: اعیان ثابۃ بہ نزد حضرت شیخ اکبر صور علمیه صفات او تعالیٰ ہست کہ آن صور علمیه بصورت ممکنات ظاہر شدہ است و بہ نزد حضرت شیخ صفات ثمانیہ او تعالیٰ وجود خارجی نہ داشتہ صرف وجود علمی دارند و بہ نزد حضرت امام اعیان ثابۃ عبارت از صور علمیان صفات است کہ در خارج موجود اند و تجلیات خود صفات در عبادات متقابلات خود پر تواناختہ و این پر توصفات و عبادات متقابلہ در علم او تعالیٰ مفرج گردیدہ و بعد صفت تخلیق خداوندی این عبادات مفرجہ را موجود گردانیدہ زید بکر و غیو ایجاد شدہ است پس اعیان ثابۃ نزد حضرت امام تجلیات صفات است یا امتزاج عبادات متقابلہ۔ اگر سائل از حضرت شیخ اکبر سوال کند و پرسد: وقتی کہ صفات ثمانیہ نبودہ باشد علم او تعالیٰ کہ از جملہ صفات او تعالیٰ است کجا وجود خواہد داشت کہ صور علمیه نامیدہ شود۔ حضرت شیخ در جواب خواہد گفت کہ مراد از علم عالمیت او تعالیٰ است نہ وجود صفت العلم۔ اما فرمودہ شیخ چون موافق عقیدہ اہل سنت نبودہ محمول بہ سکر وقت است۔

تبصرہ: چون فرق این دو مذہب حضرت شیخ و حضرت امام واضح گردید باید انست کہ کدام این دو مذہب موافق شریعت غرا و موافق اہل سنت است و کدام آن موافق نیست و ہذا کدام مناسب حال ابتدا و کدام مکشوف مناسب حال انتہا است معلوم است کہ مکشوف حضرت امام مطابق شریعت و مکشوف انتہائی است۔ زیرا کہ وجود خارجی صفات عقیدہ اہل سنت است و مکشوف حضرت شیخ ابتدائی و مطابق شریعت نیست۔ و آنچه میفرماید این مقام را کہ جمع توجہین است بس عالی گفتہ اند الخ یعنی بہ نزد آہن عالم خلق ظاہر انسان و عالم امر باطن انسان است و قتی کہ عارف بہ مبداء فیض خودی رسد و عالم خلق او کہ عبارت از نفس اوست برائے دعوت نزول کند و عالم امر او برآئے طے کردن مقامات عالیہ در عروج بودہ باشد این مقام را بس عالی میدانند و جامع توجہین میدانند و بہ نزد حضرت امام بمشاہدہ رسیدہ است کہ عارف کامل کہ از جملہ اخص خواص است بعالم امر و عالم خلق خود نزول میکند و بہ کلیت متوجہ دعوت می شود۔ و صاحب توجہین مقامات عالیہ را بانجام نہ رسانیدہ نفس او نزول کردہ و روح او بہ طے کردن کمالات عالیہ در عروج ماندہ بخلاف شہی حقیقی

کہ کمالات عالیہ را با انجام رسانیده بروح و نفس خود متوجہ دعوت خلق است و فرق این دو عارف بمنزلہ قطرہ و دریامی باشد و نیز متشابهہ حضرت امام رسیدہ است کہ ظاہر عارف تجلی صفات باطن او تجلی ذات مقدس می گردد و عالم خلق و عالم امر او بمنزلہ پوشین و لباس او گردیدہ از حقیقت او خارج میگردد۔ و نیز حقیقت عارف آن صفت اضافی است کہ مبداء فیض اوست و این اسم نیز داراے اصول دیگر است کہ عبارت از خود صفات و شیونات و اعتبارات است و آن صفت حقیقت و جوی عارف است کہ عارف آنرا حقیقت خود می بیند۔ و آنچه میفرماید این شہود مجرد تخیل نیست الخ یعنی اگرچہ حقیقت عارف اسم او تعالی نبودہ بلکہ اسم او تعالی مبداء فیض اوست اما عارف آن اسم را بمنزلہ حقیقت خود مشاہدہ میکند و این شہود اگرچہ داراے حقیقت نیست اما سبب آثار و علامات بود و باین شہود عارف منظر آن صفت گردیدہ و از تجلیات او بہرہ ورمی گردد و بآن تجلیات تقابلاً میکند

بیت مراد گیر بجائے من نہ بینی چو جان آئی بجائے من نشینی

و آنچه میفرماید و آنچه فقیر الخ یعنی در آن وقت من ہم عالم خلق را ظاہر عارف و عالم امر را باطن عارف گفته بودم اما آن معرفت از معارف مقامات متوسطہ و این معرفت از معارف انتہائی است۔

سوال: عارف از افراد عالم و حادثات است اسما و صفات و شیونات حقیقت او شدہ نمیتواند این موضوع چگونہ خواهد بود؟

جواب: انوار مراتب قدسیہ جزو بدن عارف میگردد نہ اینکه خود مراتب و جوی حقیقت عارف گردد و این مہبت از لیاقت و استعداد انسان است بہر مقام و مراتب عالی کہ مشرف میگردد انعکاس تجلی آن مراتب قدسیہ جزو بدن او میگردد و ملک داراے این لیاقت نیست۔ بیت

قدسیاں را عشق ہست و در نیست در را جز آدمی در خورد نیست

و آنچه میفرماید، باید دانست کہ توجہ بحق الخ

تبصرہ: صاحب عروج داراے سہ حال می باشد: اول، سالک بہ تمام قوائے خود متوجہ عالم و جوی بودہ ولی ہنوز بہ مبداء فیض خود نرسیدہ است۔ دوم: آنکہ عارف بہ مبداء فیض خود

رسیدہ و منعکس بہ انعکاس تجلیات صفات گردیدہ و بہ تجلیات آن مرتبہ باقی گردیدہ و بقا باشد
 مشرف شدہ است اما عروجات مراتب و جوب را با انجام نہ رسانیدہ دلایں مرتبہ نفس او برائے
 دعوت نزول می کند و روح او برائے طے کردن مقامات عالیہ در عروج می باشد۔ سوّم: آنکہ
 عارف سیر تمام مراتب و مقامات و جوبی را طے کردہ و از مرتبہ خواص گذشتہ و بہ مرتبہ احصا خواص مشرف
 گردیدہ است این عارف نائب اکمل انبیاء عظام است لهذا بظاہر و باطن متوجہ دعوت خلق اللہ
 است چنانچہ حضرات انبیاء عظام بظاہر و باطن متوجہ خلق اند۔

پوشیدہ نمائند با اینکہ این عارف متوجہ بحق نبودہ بلکہ متوجہ بخلق است مگر منظر آن تجلیات
 است کہ عارف متوجہ بحق بہ گردان نرسیدہ است۔ حضرت امام در مکتوبے میفرماید کہ سر در درو عالم
 در وقت نماز ہم متوجہ دعوت خلق بودہ با وجود آن مظهر آن تجلیات بودند کہ عارفان متوجہ بحق بہ گردان
 نمیرسند زیرا کہ مقامات عروج با نہار رسیدہ۔ پوشیدہ نمائند کہ معاملہ سر در درو عالم در ادراک ہم نمی گنجد
 سرش آنست کہ او تعالیٰ محبوب خود را مظهر آن کمالات و تجلیات گردانیدہ کہ دیگران بہ عشر عشران
 ہم نمیرسند و این مرتبہ مقدسہ مظهریت حاجت بہ توجہ عارف ندارد صرف عنایت محبوب حقیقی
 است کہ بہ محبوب خود مومبت کردہ است و تابعان کامل بہ تبعیت بآن مشرف می شوند۔

تذکرہ: وقتی کہ تزکیہ و تصفیہ حاصل شود عارف مظهر تجلیات قدسیہ می گردد۔ بیت
 اول بروب خانہ پسان ہمان طلب آئینہ شو وصال پری طلقان طلب

مکتوب ہفتاد و چہام

تبصرہ: حضرت امام در این مکتوب شریف این آیہ کریمہ را تخریر فرمودہ: ثم اورثنا
 الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم
 سابق بالخیرت یا ذن اللہ و آیہ دیگر انا عرضنا الامانۃ علی السموت والارض والجبال
 فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوماً جہولاً

حضرت امام تذکریدین ہند کہ در این آیہ کریمہ از سہ طائفہ یاد آوری گردیدہ است۔

(۱) قیوم وقت کہ تعبیر از اں قیوم بظالم لنفسہ واقع شدہ است۔ قیوم وقت عبارت از عارفی است کہ ہر فیض وجودی و توابع وجودی کہ بعالم میرسد بواسطہ اومی رسید یعنی حق تعالی کمالات ظاہری و باطنی را بہ توسط او بعالم می رساند و انس و جن و ملک باو محتاج اند و در حقیقت جمیع اشیا بجاتب او متوجہ اند زیرا کہ تمام ممکنات از مکلفین و غیر مکلفین محتاج وجود و بقا اند پس تمام عالم باو متوجہ اند اگرچہ توجہ خود را دانند و یا نہ دانند۔ خلاصہ تعبیر ازین عارف بہ لفظ ظالم برے آن واقع شدہ است کہ نفس خود را خراب ساختہ و ظلم بمعنای تخریب نفس است کہ او نفس خود را در معرفت و عبادت او تعالی قانی ساختہ است۔

(۲) طائفہ دوم آن بزرگان اند کہ حق تعالی تعبیر از انہا را بہ کلمہ مقتصد فرمودہ است و انہا بدولت خلعت مشرف گشتہ اند و صاحب اسرار و ازہلے او تعالی بوردہ و ندیم می باشند چنانچہ حضرت خلیلؑ۔

(۳) طائفہ سوم آن بزرگان اند کہ تعبیر از انہا بہ سابق بالخیرات شدہ است و آن عبارت از محبوب محبوب است و این طائفہ بہ نسبت یار و ندیم ہم محبوب تر اند چنانچہ سر دار دو عالم و حضرت کلیمؑ۔

آنچہ میفرمایند تا بصورت شے مخلوق نگردد الخ یعنی انسان بصورت رحمان خلق گردیدہ است چنانچہ صفات ثمانیہ کہ در انسان است صورت صفات ثمانیہ عالم و جوب است یعنی حقیقت صفات در مرتبہ و جوب و صورت آن در مرتبہ امکان است ازینجا است کہ فرمودہ اند انسان بصورت رحمان مخلوق شدہ است و نگفتہ اند کہ انسان بحقیقت رحمان مخلوق گردیدہ است۔

تبصرہ: جامعیت کہ انسان دارد سایر ممکنات دارے این جامعیت نمی باشند یعنی انسان دارے اجزائے عشرہ و صورت صفات ثمانیہ است اما عالم کبیر با وجود وسعت و فراخی دارے این جامعیت نیست چنانچہ زمین با کلائی خود تنہا خاک است و آب با وجود بزرگی و وسعت خود تنہا آب است و علی ہذا القیاس سایر عوالم۔ بنا بر آن انسان بواسطہ این جامعیت قیوم وقت و خلیفہ رحمان گردیدہ است و بہ منصب قیومیت و خلعت و مجبیت و محبوبیت مشرف شدہ است

ناگفتہ نماز کہ انسان بواسطہ ہمیں جامعیت خود مناسبست فی الجملہ بعالم وجوب داشته است۔ بیت
زمین زاده بر آسمان تا ختہ زمین و زبان را پس انداختہ

چنانچہ ذات مقدس او تعالیٰ بسیط جامع است قلب انسان کامل نیز بسیط جامع بودہ کہ با خوری
خود داراے اجزای عشرہ است۔ باید دانست کہ بساطت عالم وجوب باعتبار عدم ترکیب است
و بساطت قلب بواسطہ خوری آن است پس قلب نیز بہ سبب بساطت و جامعیت مناسبست
فی الجملہ بعالم وجوب پیدا کرد۔ خلاصہ اینکه قیوم بالاصالہ خود خداوند تعالیٰ است و عارف کامل
خلیفہ و نائب قیوم حقیقی است۔ آنچه میفرمایید این دو صفات ظلم و جهالت علت اندر حمل
بار امانت را الخ یعنی و فیکہ عارف نفس خود را در معرفت او تعالیٰ فانی ساختہ و از تمام مراتب
امکان و وجودی گذشتہ بمرتبہ رسیدہ کہ از ادراک آن عاجز است کہ حق سبحانہ او را ظلم و جهول نماید
بنابر آن لایق آن شدہ است کہ خلیفہ رحمان گردد۔

تبصرہ: قیوم اول حضرت آدم است و علیٰ ہذا القیاس حضرات انبیاء اولوالعزم دیگر
کہ ہر کدام نائبان و خلیفہ گان او تعالیٰ اندر طائفہ دوم کہ بہ مقتصد یادآوری شدہ اند بہ منصب
خلت مشرف گشتہ اند ہر حلقہ مقام خلعت حضرت ابراہیم است و مقام محبت فوق مقام خلعت
است۔ طائفہ سوم کہ سابق با تخریجات می باشند عبارت از محب و محبوب اندر ہر حلقہ مجاہدان حضرت
کلیم اللہ است و سرگروہ محبوبان حضرت خاتم الرسل و سردار دو عالم است و تبعیت و وراثت این
انبیاء عظام ہر کسے را کہ حق تعالیٰ بنوازد بان مقامات مشرف بسازد۔ و محبوبیت تنہا خاصہ سردار دو عالم
است و از برکت متابعت شان بعض اولیاء کامل نیز بان مقام مشرف شدہ میتوانند۔ آنچه میفرمایید
مقامات کہ فوق مقام محبت اند الخ چنانچہ محبوبیت و محبت فوق مقام محبت اند محبت از حضرت کلیم
محبوبیت از سردار دو عالم است ازین مکتوب فوقیت حضرت موسیٰ معلوم است۔

مکتوب ہفتاد و پنجم

تبصرہ: در این مکتوب شریف مرسل الیہ شخص متنفذ و صاحب منصب بوده کہ در سفری با عالمی ہم سفر بوده است شاید کہ این سفر او سفر حج و زیارت بیت اللہ شریف یا سفر جہاد بوده باشد و در این سفر برای مرسل الیہ خسارہ ہائے و تکلیف جانی رسیدہ است بنا بر آن حضرت امام اورا تسلی دادہ و میفرمایند کہ ہرچہ از محبوب حقیقی می رسد باید کہ انسان از آن لذت بگیرد الخ زیرا کہ چیزیکہ مراد محبوب است لذیذ است می باید انسان از آن محفوظ گردد۔ پوشیدہ نماں کہ صبر کردن دیگر است و لذت گرفتن دیگر یا طبقہ عوام اگر لذت گرفتہ نتوانیم صبر کردہ ہم بتوانیم غنیمت است اما دوستان خاص او تعالی از تکلیفات و آلام لذت میگیرند زیرا کہ آنها از خواہشات نفس آزاد و عاشق فعل محبوب اند۔ بنا بر این برای دوستان خدا ایلام و انعام کہ ہر دو فعل محبوب اند یکسانند یعنی از ہر فعل محبوب چہ ایلام باشد و یا انعام محفوظ و متلذذ می گردند، این مقام ہم مقام بعض اولیاء بزرگ است ہر عارف، باین مقام نمی رسد۔

مکتوب ہفتاد و ششم

تبصرہ: بعض اولیاء کرام قلب عارف را بہ نسبت عرش کلان و وسیع پنداشتہ اند حضرت امام در این مکتوب شریف آنرا تردید و میفرمایند کہ فضیلت کلی برای عرش ثابت است و تجلی قلبی یک جزو ظہور عرشی است الخ چون در حدیث شریف لیاقت قلب بہ نسبت لیاقت آسمان ہا ثابت گردیدہ حضرت امام آنرا چنین تشریح می دہد کہ وسعت قلب بہ نسبت آسمان ہا درست است اما عرش از حجلہ آسمان ہا نیست۔ آنچه میفرمایند کہ عرش مجید کہ محل الخ یعنی تجلی عرشی تجلی اصلی است و تجلی آسمان ہا و غیرہ ظل آن تجلی است مسلم است کہ ظل در جائے اصل حکم معدوم دارد اما تجلی قلبی در مقابل تجلی عرشی معدوم نمی گردد زیرا کہ تجلی قلبی یک جزو تجلی عرشی است و همچنان تجلیاتیکہ در عالم امر است کہ فوق عرش می باشند فوق تجلی عرشی است۔ پوشیدہ نماں کہ خود عرش از عالم امر نمی باشد بلکہ یک طرف عرش کہ رو بہ عالم امر داشتہ حکم عالم امر دارد و طرف دیگر آن

کہ رو بہ عالم خلق داشته حکم عالم خلق دارد۔

سوال: از بیان فوق معلوم می گردد کہ عالم امر بہ نسبت عالم خلق افضل است و حالانکہ حضرت امام در مکاتب دیگر عالم خلق را افضل گفته اند؟

جواب: فضیلت در بین عالم خلق و عالم امر دائر است یعنی در این جا حیثیات مختلف است از حیث مکانیت و ظهور عالم امر افضل است کہ مکان آن فوق عالم خلق است و نیز ظهوری کہ در عالم امر است فاضل تر است بر ظهوریکہ در عالم خلق است و حیث دیگر کہ عبارت عروج است و در عروج و وصول بلا کیف بذات بخت او تعالی عالم خلق افضل است بہ نسبت عالم امر و پستی خاک سبب بلندی او گردیده است و عروجاتی کہ عالم خلق دارد عالم امر از آن بے بهره است۔ حضرت امام میفرمایند بعد از تمامی این دائرہ الخ یعنی وقتی کہ عارف از ظہورات عالم امر میگذرد و بہ عالم وجوب می رسد در این وقت چون مراتب وجوب بدرک او نمی گنجی چہل نصیب و میگردد اما بعض افراد اکمل اولیاء کرام از مرتبہ خیال گذشتہ و بہ معرفت ادراک مرتبہ وجوب و حتی بدرک ادراک نیز مشرف میگردند ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء۔ چنانچہ حضرت امام در دفتر سوم بآن تصریح فرمودہ و درک بہ نسبت ادراک فوق تر است۔

و آنچه میفرمایند اما آنرا ہیئت وحدانی حاصل است الخ یعنی عالم صغیر کہ انسان است دارای ہیئت وحدانی است کہ عالم کبیر فاقدان است و این ہیئت وحدانی سبب لیاقت انسان گردیدہ است آنچه میفرماید جزو ارضی اقرب ظہورات است الخ یعنی حضرت امام جزو ارضی را دور تر و عالم امر را قریب تر میدانند ازین فرمایشات حضرت امام معلوم می شود کہ تخلیق عالم امر قبل از تخلیق عالم خلق است و از ملاحظہ حدیث شریف کنت نبیا نیز تقدیم عالم امر قبل از تخلیق عالم خلق معلوم میگردد۔ علامہ ملا علی قاری میفرماید کہ روح بہ نسبت بدن چہار لک سال قبل تخلیق شدہ است و حضرت امام عالم خلق و عالم امر را بہ منزله دائرہ پنداشتہ اند کہ نصف آن دائرہ عالم امر و نصف دیگر آن عالم خلق است و از مرتبہ مقدسہ عالم وجوب تعبیر بہ نقطہ نمودہ اند۔ حضرت امام عالم امر را قوس اولی عالم خلق

قوس دوم دائرہ فرمودہ و قوس اول معرض و قوس ثانی را مقبل فرمودہ۔ آنچه میفرمایید کہ در مرتبہ عالم امر کہ جزو اول دائرہ است ظہورات معرض است از نقطہ کہ عبارت از عالم وجوب است و در نصف آخر دائرہ کہ عالم خلق است ظہورات مقبل و متوجہ بہ نقطہ اول می باشد کہ عالم وجوب است و در بین معرض و مقبل فرق زیاد موجود است یعنی مقبل افضل است نسبت بہ معرض۔ شمای بنید کہ در رسم کردن دائرہ نصف اول دائرہ معرض و نصف دوم آن مقبل است۔

مکتوب ہفتاد و ہفتم

تبصرہ: شیخ حسن خیال کردہ است کہ در وقت فتا باید کہ ظاہر و باطن فانی گردید و عارف در حین فتا داراے قابلیت حرف زدن نبودہ و می باید کسی را شناسد اما شیخ حسن این را نفہمیدہ است کہ سالک داراے لطائف ظاہر و باطن است لطائف باطنی سالک عبارت از قلب نوری روح و سر و خفی و اخفی بودہ کہ فانی میشود و ظاہر سالک کہ عبارت از عالم خلق و حواس خمسہ او باشد بحال خود باقی است۔ و نیز شیخ حسن بر علیہ صوفیہ وجودیہ اعتراض کردہ می گوید کہ آنہا عالم را ظہور حق تعالی میدانند بتباران حضرت امام در این مکتوب شریف شیخ حسن را دانائیدہ و میفرمایید کہ توحید شہودی از ضروریات طریقت است الخ یعنی سالک باید کہ با سوارا قراموش نماید و اینکہ وجودیہ عالم را ظہور حق تعالی میدانند، این گفتارشان داراے حقیقت نبودہ و یک حال ابتدائی است اما آنہا معذوراندر ملامت نمی باشند۔

خلاصہ حاصل فرمایش حضرت امام این است کہ ظاہر سالک دو بین است و باطن او یک بین یعنی باطن او غیر حق را نمی بیند و ظاہر او شرک است چنانچہ خداوند ایمان داشتہ و دیگران را ہم می بیند۔ حضرت امام میفرماید ظاہر و باطن عارف را در مکتوبی الخ یعنی حضرت امام در آن مکتوب فرمودہ کہ لطائف خمسہ عالم امر باطن انسان و عناصر رجبہ و نفس ناطقہ ظاہر انسان میباشد و آنچه میفرماید نہایت امراتب بسیار است الخ یعنی شخصیکہ بہ میرافضی خود میرسد کہ ظل یک صفی از صفات

ثانیہ است این شخص نیتی گفتمی شود و شخصیکہ بخود صفات برسد نیز نیتی گفتمی میشود و ہکذا
عارفیکہ بہ ثنونات و اعتبارات میرسد نیز نیتی است و عارفیکہ بوصول بلا کیف بذات بخت او
تعالی میرسد نیتی حقیقی است پس معلوم گردید کہ انتہا دارے مراتب متفاوت است حضرت مولانا
میفرماید: مصرع

از دوزانو تا دوزانو فرقہا است

یعنی موش و اشتر ہر دو دارے زانو می باشند و این دوزانو از ہم دیگر فرق بیابا داشته می باشند
زانوے موش با زانوے اشتر قابل مقایسہ نیست۔

مکتوب ہفتاد و ہشتم

حضرت امام در این مکتوب شریف در اطراف محبت و اخلاص بزرگان اسلام صحبت میفرماید
آنچہ میفرماید کہ محبان ایشان یا ایشان اند الخ یعنی قریبیکہ این بزرگان دارند محبان ایشان بہ آن قریب
مشرف میشوند شقاوت و بد بختی ہا تحت فضیلت این قرب پنهان میگردد حق تعالی خطاب با آنحضرت
میفرماید: "یگویم رحم اگر خدا را دوست دارید متابعت من بکنید" تاکہ محبوب خداوند شوید۔ یعنی
متابعت و محبت بزرگان سبب فنا و بقا و قرب حق سبحانہ می گردد۔ و آنچہ میفرماید اگر در ابتدا بدو
توسط احدی الخ یعنی انسائہاد و نوع اندیکہ محبوبین است و دیگرے محبین۔ مرتبہ محبوبین بسیار عالی
بدون توسط مرشد ہم میرسد و فضل و مرحمت او تعالی شامل حال آنهاست و در حق محبوب
اثابت لازم است۔ بیت

مرا اگر تو سن دل نیست در راہ کمند زلف او ہم نیست کوتاہ

ناگفتہ نماںد اگرچہ محبوبین بدون وسیلہ مرشد ہم بمطلوب میرسد اما عادت حق تعالی آنست کہ
تربیت محبوبین نیز از اسباب و وسائل کار گرفته شود اما محبین محتاج بہ راہبر و مرشد اند تا در محبت
شیخ فانی شدہ و آن فنا سبب فتائی اللہ و بقا باشد گردیدہ باشد۔

تبصرہ: فتائی الشیخ معاملہ ایست کہ نصیب مرید صادق میگردد و این مرید در و

فنا فی الشیخ ہمیشہ مرشد خود را حاضر می بیند مکاشفات و مشاہدات تصوف از عقل بلند است -
و نیز ناگفته نماند کہ بقا باللہ گرفتن انعکاس صفات مقدسہ او تعالیٰ است و آنچه گفته شد کہ در
محبوبین ہم از اسباب عادیه کار گرفته میشود چنانچہ در بارہ آنحضرتؐ کہ رئیس و سردار محبوبین است از
اسباب عادیه کار گرفته شدہ است، و سینہ مبارک شان سہ مراتب تشریح گردیدہ و قلب مبارک شان
بہ آب کوثر شستہ شدہ است و اگر اسباب عادیه در نظر نمی بود بہ شرح صدر آنحضرتؐ کہ بہترین عالم و
عالمیان است ہیچ احتیاجی نبود۔

سوال: بعض مجزوبین صاحب کشف و خوارق بودہ با وجود آن بہ تعمیل امور شرعیہ متصرف
نمی باشند دلیل آن چہ خواہد بود؟

جواب: مولانا عبد الرحمن جامی میفرماید کہ این طائفہ دو قسم اند بعضی آنہا بزرگ بودہ و کشف
شان کشف ولایت است و بعضی آنہا دیوانہ بودہ کشف شان کشف حیوانی است زیرا کہ حیوانات ہم دارای
کشف اند نیز این دو کشف وظیفہ اولیای کرام است و بزرگان میدانند کہ این صاحب کشف عارف ہست یا دیوانہ۔

سوال: بعض اشخاص با وجودیکہ با احکام شرعیہ پایت نمی باشند با آن ہم در بین مردم
بہ بزرگی و ولایت شہرت دارند چنانچہ در این طائفہ دیدہ میشود کہ نماز ایشان قصا میشود و
دادے نماز ہیچ متوجہ نمی شوند علت آن چہ خواہد بود؟

جواب: این شخص اگر عارف بودہ باشد از امکان دور نیست زیرا کہ احتمال دارد کہ
لطائف او مراتب تصفیہ و تزکیہ را طے کردہ و از ہم جدا شدہ باشند و ہر کدام ان بصورت آن
عارف متمثل شدہ در جاہاے دیگر بہ ادای نماز پرداختہ باشند چنانچہ بعض عارفان کمل باین دولت مشرف
شدہ اند از قبیل حضرت غوث الثقلینؒ و خواجہ بزرگ حضرت شاہ نقشبندؒ و حضرت امام وغیرہ۔ خلاصہ
اینکہ حق تعالیٰ بدوستان خود چنین کمالات را موصیبت میفرماید کہ درک و فہم آن از عقل عوام بعید است
و اگر عارف نیست معلوم است کہ یک شخص جاہل است۔ و آنچه میفرماید بر شکر غلطید الخ یعنی کسانی کہ
بمرتبہ ولایت نرسیدہ باشند مانند صفراے شیرینی، تقوی و معرفت را نمی فہمند چنانچہ صفراے شیرینی

نبات را نمی فهمد بنا بر آن لازم که آنہا بہ بزرگان مقابلہ و موافقت کنند و معاملہ آنہا را در پیش گیرند۔

مکتوب ہفتاد و نہم

حضرت امام میفرماید اسلام طریقت نیز الخ یعنی اسلام و کفر ہر کدام دو نوع میباشد اول اسلام مجازی چنانچہ اسلام عوام و کفر مجازی چنانچہ کفر یہود و نصاری و غیرہ مشرکین۔ دوم اسلام حقیقی چنانچہ اسلام عرفا کرام کہ بعد از کفر طریقت با اسلام طریقت و حقیقت مشرف شدہ اند۔ ناگفتہ ماند کہ کفر طریقت مانند کفر حضرت مضر است کہ بمقام جمع رسیدہ بود و در آن وقت در بین حسن اسلام و قبح کفر تمیز کردہ نمی توانست و این کفر طریقت را کفر حقیقی نیز میگویند۔ حضرت امام بہ شیخ یوسف میفرماید کہ از کفر طریقت با اسلام طریقت رسیدہ شود الخ۔ پوشیدہ نماند کہ کفر طریقت عقیدہ نیست بلکہ یک حال است کہ برائے بعض اولیاء کرام در راہ سلوک دست میدہد و برائے بعض دیگر دست نمی دہد صاحب کفر طریقت حق تعالی را جامع تشبیہ و تنزیہ میداند و میگوید چنانچہ کہ مرتبہ تنزیہ واجب است مرتبہ تشبیہ کہ ممکنات است ہم واجب است لهذا ہمہ اوست میگویند۔

خلاصہ اینکه این طائفہ چنانچہ کہ مرتبہ تنزیہ را ذات مقدس او تعالی میداند سایر اشیاء و ماسوی حق سبحانہ را نیز ظہورات حق پنداشتہ و میگویند کہ حق تعالی بہ شان زمین و آسمان و غیرہ مخلوقات ظہور فرمودہ است پس ہمہ واجب اند۔ ناگفتہ نماند کہ ظہور دیگر است و وجود دیگر و صفیہ وجودیہ نمی گویند کہ حق تعالی بصورت آسمان و زمین و غیرہ تبدیل گردیدہ بلکہ میگویند کہ باین اشکال ظہور فرمودہ است چنانچہ زید در آئینہ ظاہر است اما در آئینہ موجود نیست۔ آنچه میفرماید بہ حقیقت اسلام مشرف گرداند الخ یعنی حق تعالی بہ ایمان قلب و نفس مشرف سازد زیرا کہ قبل از فائزہ ایمان قلب است و بعد از تزکیہ نفس ایمان نفس ہم میسر می گردد و بہ حقیقت اسلام مشرف می شود و تمام او امر شرعیہ را بر غبت تعمیل می کنند۔

تبصرہ: فنا عبارت از معدوم شدن سالک نیست بلکہ فنا عبارت از نیان ماسوی

و بقا بالذات عبارت از ان نیست کہ عارف خدا شود بلکہ بقا عبارت از گرفتن انعکاس صفات مقدسہ
او تعالیٰ است

مکتوب ہشتم

حضرت امام میفرماید معنی عبارت تمہیدات عین القضاۃ آنحضرتؐ را واجب دیدہ و واجب
را بعنوان آنحضرتؐ تعبیر کردہ و سردار دو عالم را بہ عنوان وجوب دیدہ معنائے این عبارات را
شیخ بہاری از حضرت امام پرسیدہ است۔ حضرت امام در جواب آن میفرماید کہ این عبارت بینی
بر توجہ و اتحاد است کہ از غلبہ سکر در مرتبہ جمع ظہور می کند۔

عین القضاۃ ہمدانی از صوفیہ وجودیہ است و صوفیہ وجودیہ تمام عالم را واجب نمی پذیرند
اگر سردار دو عالم را واجب دانند گنجایش دارد عین القضاۃ از جملہ صوفیہ وجودیہ بودہ و در وجود
گویندہ را مشترک بگوید۔

و آنچه میفرماید کہ آنحضرتؐ منظر انتم کمالات اوست یعنی انعکاس صفات و کمالات
مرتبہ مقدسہ وجوب باندا زہ کہ در وجود مبارک آنحضرتؐ ظاہر گردیدہ در وجود ہیچ کس دیگر بآں پیمانہ
بظہور نہ پیوستہ است زیرا کہ کمالات دیگران تحت کمالات آنحضرتؐ قرار دارند و آنچه میفرماید بہائند کہ
اشتراک در میان مبتدی الہی یعنی تنہی در صورت و توجہ بہ خلق مانند مبتدی است اما در کمالات باطنی
از مبتدی انبیاء دار ذریہ کہ باطن تنہی بواسطہ عروج و نزول منظر انوار و اسرار گردیدہ باطن او از ظاہر او
جدا شدہ است و باطن مبتدی ازین کمالات بے بہرہ بودہ و ستور مراتب سلوک و معرفت را طے نکرده است۔
بیت اگر بصورت آدمی انسان بودی آدمی و بوزنیہ یکسان بودی

حضرت مولانا روم میفرماید:

کار پا کاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر
مکاتیب ۸۱ و ۸۲ حاجت بہ شرح ندارد۔

مکتوب ہشتاد و سوم

حضرت امام میفرماید کہ صحبت اصل عظیم است نزد این بزرگواران الخ یعنی نسبت مشائخ
نقشبندیہ شبیہ نسبت اصحاب کرام است زیرا کہ کمالات آنها از برکت صحبت آنحضرتؑ بورہ ہچنان
نسبت این طریقہ علیا نیز بواسطہ صحبت شیخ مقتدا است۔ و آنچه میفرماید دوام توجہ قلب است الخ
یعنی در صحبت اول مرشد قلب طالب طرف عالم و حجب متوجہ گردیدہ و در ثانی بہ بنیان ماسوی
کہ آنرا فنا گویند مشرف می گردد۔

مکتوب ۸۴ حاجت بہ شرح نیست۔

مکتوب ہشتاد و نجم

حضرت امام میفرماید، بلکہ از ما درای فنا و بقاے متعارف الخ یعنی شیخ عبدالحی از فنا و بقا
و جذبہ و سلوک متعارف کہ متعلق بمقامات ظلیہ است بالارفتہ و بمعارف اصلیہ رسیدہ است
جذبہ متعارفہ قبل ازان و در سیر آفاقی و انفسی می باشد کہ از مقامات ظلیہ است کمالات اصلیہ
از جذبہ و سلوک متعارف برتر است یعنی جذبہ و سلوک متعارف در ولایت صغریٰ است و شیخ
عبدالحی مذکور بولایت کبریٰ بلکہ بمراتب ولایت علیا و کمالات نبوت رسیدہ است۔

مکاتیب ۸۶ و ۸۷ حاجت بہ شرح نیست۔

مکتوب ہشتاد و ہشتم

حضرت امام میفرماید بلکہ چون فعل محبوب است الخ یعنی از بندگان او تعالیٰ کسانے کہ
باطمینان نفس مشرف شدہ باشند از ہمہ افعال محبوب چہ ایلام باشند و یا انعام محظوظ می گردند
ناصحی اگر گشت ما را دوست دانیم دوست
و رہ قتل من رصلے اوست ما دانیم دوست

قبر او عین رضا و مہر او عین مراد لے عزیزان این چہ گفتگو نیست دانیم دوست
تبصرہ: این مرتبہ فوق مقام صبر و رضا قرار دارد زیرا کہ صبر وقتی است کہ فعل ایلام
را خوب نمی داند اما صبری کند و رضا در حالتی است کہ آن فعل را بداند است و بآن رضا بیت
داشتہ باشد ولذت ایلام ازین ہر دو فوق تر است۔
مکاتیب ۸۹ و ۹۰ حاجت بہ تشریح نیست۔

مکتوب نود و یکم

حضرت امام میفرماید کہ مربوط بسیر فی اللہ است الخ یعنی وقتی کہ عارف از ولایت صغری
و مراتب ظلال می گذرد و مرتبہ ولایت کبری کہ ولایت ابتدای عظام است میرساند بآں میگرد
کہ معشوق دروے ظہور فرماید و سیر فی اللہ سیر در صفات است کہ تجلیات صفات در وجود عارف
پر تومی اندازد و این را سیر معشوق در عاشق می نامند زیرا کہ تجلی ازان طرف است۔

تبصرہ: ظہور صفات موجب آن نیست کہ قلب عارف محل و مکان صفات
و جوی بگرد زیرا کہ وجود دیگر است و ظہور دیگر یعنی در قلب عارف ظہور صفات او تعالی است
نہ وجود صفات چنانچہ ظہور زید در آئینہ خود زید نیست بلکہ ظہور زید است۔ و آنچه میفرماید این مقام
اعلاے مقامات قاب قوسین است یعنی در وقت ظہور صفات قوسین موجود است کہ قوس صفات
و قوس ذات مقدس است و این مقام مقام اعلاے مقامات قاب قوسین است و چون عارف
را گرفتاری و عشق بذات مقدس او تعالی کہ محبوب حقیقی است پیدا شود و بہ صفات ملتفت نگردد و
صفات از شہود این عارف بکلی برایدان را مقام او ادنی میگویند۔ و آنچه میفرماید ازین مقام اعلی الخ
یعنی چون عارف ازین مقام نزول میکند قدم اول او بہ عنصر خاک است۔

سوال: بلندترین و بالاترین مخلوقات لطیفہ خفی است می بانیست کہ قدم اول او
در نزول در لطیفہ خفی می بودہ کرہ خاک؟

جواب: مثال واجب و ممکن مثال نقطہ حوالہ و دائرہ موجود است لہذا بہ نسبت واجب تعالیٰ لطیفہ اخفی و عنصر خاک در قرب و بعد یکسان اند۔

و آنچه میفرماید این قدر فرق است کہ آن نقطہ ثانیہ الخ یعنی از فرمودہ ہاے حضرت امام معلوم میشود کہ عالم امر در تخلیق سبقت دارد از عالم خلق و نیز عالم امر معرض از مرکز و عالم خلق مقبل بمرکز است از معرض تا مقبل فرق زیاد موجود است۔ قوس اول دائرہ معرض است بہ نقطہ و قوس ثانی بہ نقطہ مرکز مقبل است و قوس دوم عالم خلق و قوس اول عالم امر است۔

مکتوب نود و دوم

حضرت امام میفرماید شخص را این قرب الخ یعنی مردم بصورت عموم سہ قسم اند

اول: آنکہ داراے قرب بودہ و اطلاع بر احوال غیبی نیز داشتہ می باشد۔

دوم: آنکہ داراے قرب بودہ ولی بدون کشف بودہ باشد۔

سوم: آنکہ با وجود اینکہ داراے قرب نمی باشد ولی از احوال مغیبات خبر دارند و این طائفہ سوم

اہل استدراج اند بواسطہ اینکہ آہا بہ نسبت ریاضت صفائے نفس یدست آورده اند و بہ صفائے نفس مکونات را کشف کردہ می توانند اما چون تزکیہ نفس ندارد از کشفات الہی عاجز اند۔

تبصرہ: شخص اول و دوم داراے تصفیہ قلب و تزکیہ نفس و از دوستان او تعالیٰ اند اما

تفاوت درجات آہما مربوط بہ کثرت عروج و استعداد آہما است و کشف بہ سبب زیادت قرب نیست۔

سوال: بعض اولیاء کرام صاحب کشف بودہ و بعض آہما داراے کشف نمی باشند

علت آن چہ خواہد بود؟

جواب: اگر قرب عارف در خیال او منقش شدہ بتواند صاحب کشف است اگر قرب او

در خیال او منقش نشود صاحب کشف نمی باشد۔

سوال: فرق در بین صفائی نفس و تزکیہ نفس چہ خواہد بود؟

جواب: فرق در بین صفائے نفس و تزکیہ آن این است کہ اگر بواسطہ ریاضاتِ شافہ و رحمت فاقہ بدون اتباعِ شریعت مقدسہ دارائے کشفیات کو تہ گردانہ صفائے نفس میگویند چنانچہ جوگیہ ہندو و فلاسفہ یونان و اگر از احکام شریعت مقدس پیروی نمودہ دارائے کشفیات الہیہ گردیدہ و تہ تزکیہ نفس مشرف شود۔

و آنچه میفرماید بسیارے از اولیاء اللہ الخ یعنی عارفیہ قرب اور خیال او منقش نگردد و بلایت خود علم نداشته و ظاہر او از باطن او خبر نداشته باشد۔ آن عارف صاحب کشف نیست۔ و آنچه میفرماید کہ پیر دل مردہ مرید الخ یعنی اولیاء اللہ چنانچہ جسدشان زندہ است دلہائے شان نیز تذکرہ و تعالی زندہ اند و دل مردہ مرید را نیز زندہ میگردانند۔ اما طبقہ عوام اگرچہ از حیث جسد زندہ اند ولی دلہائے شان مردہ اند و زندگی و حیات حقیقی ندارند۔ تبصرہ: حیات و ممات دل بعد از اشتغال سلوک معلوم میشوند تنہا قلب بلکہ تمام اجزائے بدن سالک زندہ و بہ ذکر مشغول میگردد۔ بیت

ذرات وجود ہمہ بر عشق نوشید	آنی کہ بیانم بود از وصف تو کوتاہ
حسن نہ ہمان سک مجنون شدہ عاشق	حسن تو چنان ست کہ عالم شدہ شیدا
از شعلہ وصف تو بود یوسف مصری	از پر تو فعل تو بود وامق و عذرا
حسن تو کہ یک جلوہ بہ نمود بکفان	مستانہ بگردانید یعقوب و زلیخا

مکتوب نود و سوم

تبصرہ: عالم خلق ظاہر انسان و عالم امر باطن انسان است اما این ظاہر باطن یعنی لطافت عالم خلق و امر نیز سر کلام آنها دارائے ظاہر و باطن می باشند و باطن لطیفہ عبارت از تعلق آن لطیفہ است باسم مربی و اسم قیوم خود۔

و آنچه میفرماید کہ منصب بزرگ باطن است الخ یعنی ظاہر انسان اگرچہ بعالم تعلق داشته

می باشد اما انعکاس اسم قیوم خود را گرفته است و در حقیقت بعالم تعلق نداشته اگرچه آنمخته بعالم انداماً و آنمخته بعالم نمی باشد و دل بیار و دست بکار اند و آنچه میفرماید این توجه ظاہر و باطن یعنی عارف کامل بظاہر و باطن خود متوجه تکمیل و ارشاد خلق است و عارف متوسط این چنین نیست بلکه ظاہر او متوجه بخلق و باطن او متوجه بحق است زیرا که عروجات او هنوز بانتهای نرسیده و عارف کامل از عروجات فارغ است اما توجه عارف بخلق تا زمان حیات اوست بعد از وفات بظاہر و باطن متوجه حق میگردد و بوصول محبوب حقیقی مشرف می شود و بکلام حسن انتظام اللهم الرفیق الا علی مترنم می گردد۔

مکتوب نود و چهارم

حضرت امام میفرماید بلکه عکس الخ یعنی حقیقت انسان عدم است یا عکس اسما صفات او تعالی و چون عارف به قرب او تعالی مشرف گردد عدم ذاتی او به تجلیات مستور می گردد یعنی عدم و عکس صفات که بشکل و صورت انسانی بظہور پیوسته بود در روی آن شہود عارف می برآید و این مرتبه را مقام فنا گویند۔ و آنچه میفرماید اگر این سالک فانی را بقا بخشند الخ یعنی این عارف که بعد از فنا و بقا بعالم رجوع نماید در اول عدم ذاتی خود را در رنگ پوست نازک می یابد و در ثانی عدمی که ذات او بوده در رنگ جامه او میگردد و از حقیقت او خارج می شود۔ بیت

جسم آب گشت و چشم بگرست در عشق تو بے جسم همی باید زلیست

تبصره: ذات مردمان غیر عارف عدم بوده اما ذات عارف بواسطه فنا و بقا عدم ذاتی خود را فانی ساخته و تجلیات مراتب و حجب جانشین آن عدم گردیده است یعنی وجود بشری عارف که عدم است بوجود موهوبی تبدیل یافته است۔ عارفی میفرماید بیت

مراد بگر بجای من نہ بینی چو جان آئی بجای من نشینی

و آنچه میفرماید که آن جز و مغلوب از این ترکیب انحلال یافته الخ یعنی ذات بتدری و ہیولانی او عدم است

و تجلی صفات دروے جا گرفته و درنتہی این عدم ذاتی عارف بمنزلہ صورت و تجلیات صفات بمنزلہ سیولے او میگردد چنانچہ انعکاس صفات کہ قبلاً بعدم قیام داشته و در این وقت باصول خود قائم میگردد کہ صفات است و عدم قبلاً چنان بودہ کہ عکوس صفات بآن قیام داشته اکنون آن عدم چنان ضعیف گشتہ کہ او بعکوس اسما و صفات کہ در وجود عارف است قائم گردیدہ است۔
سوال: اصول آن عکوس کہ ظلال و صفات اضافیہ است صفات او تعالی است و صفات واجبہ چگونہ حقیقت یک ممکن شدہ میتوانند کہ عارف است۔

جواب: این معاملہ یک امر شہودی است نہ وجودی یعنی عارف عدم خود را و عالم خلق و عالم امر خود را بمنزلہ جامہ و پوشین خود مشاہدہ می نماید و آن اسم مری خود را بمنزلہ حقیقت خود میداند اما این معاملہ در شہود است۔

سوال: این شہود چہ فائدہ خواہد داشت؟

جواب: این شہود سبب گرفتن انعکاس آن اصول است کہ عارف بہ تجلیات آن اصول منعکس و وجود بشری او بوجود موهومی کہ عبارت از تجلیات است تبدیل گردیدہ است و یک خیال بدون ثمرہ نمی باشد۔ انچه میفرماید این تاثر و سرایت بیرونی است الخ یعنی بعد از تزکیہ نفس این عارف از وساوس داخلی فارغ گردیدہ است و اگر احياناً وساوس رخ بدہد این وساوس و وساوس بیرونی یعنی شیطانی است نہ نفسی۔

تبصرہ: نفس دشمن داخلی است و شیطان دشمن بیرونی شیطان بہ کمک دشمن داخلی کہ نفس است ہمدست شدہ انسان را گمراہ و از راہ حقیقت منحرف بپسار داما و قتیکہ نفس تزکیہ گردید و دشمن داخلی از بین رفت بعد از ان فعالیت دشمن بیرونی کہ شیطان است کداحم تاثیری وارد کردہ نمی تواند۔
مکاتیب ۹۵ و ۹۶ حاجت بہ شرح نیست۔

مکتوب نود و ہفتم

حضرت امام میفرماید: انگارم کہ مقصود از آفرینش من الخ یعنی ولایت محمدی اجمال و مرکز ولایت ابراهیمی است و ولایت آنحضرت ملاححت بوده ولایت حضرت ابراهیم صباحت است کہ بعد از الف ثانی بواسطہ حضرت امام ولایت محمدی کہ ملاححت است بزرنگ صباحت کہ ولایت ابراهیمی است منصب گردیده است۔

تبصرہ: در تصوف و سلوک اجمال بہ نسبت تفصیل برتری دارد زیرا کہ در این جا بحث از تجلی و نور می باشد و اجمال نور بہ نسبت تفصیل نور و اصالت دارد نمی بینی کہ در قرص آفتاب و خود شمس اجمال نور است و روشنی کہ زمین را منور ساخته است تفصیل آن اجمال است و ہکذا روشنی کہ در گروپ برق است اجمال است و روشنی اطاق تفصیل آن اجمال بوده و ظل اجمال می باشد۔

و آنچه میفرماید بدانند کہ منصب دلالگی و مشاطگی الخ یعنی ذات مبارک آنحضرت م از روی محبوبیت و استعداد ذاتی مناسب با اجمال جمال داشته کہ مرکزیت دارد و از حیث استعداد خود بہ تفصیل مناسب نداشتہ است لہذا رفتن از مرکز بہ محیط و از اجمال بہ تفصیل مناسب استعداد مبارک آنحضرت نیست بنابراین یک نفر متوسطی لازم است از امتان آنحضرت کہ تفصیل را با اجمال ارتقا داده و اجمال را بزرنگ تفصیل رنگین سازد و این متوسط حضرت مجدد الف ثانی است کہ بواسطہ متابعت پیغمبر خویش باین موسبت خداوندی مقدر گردیدہ است۔ زیرا کہ آنحضرت از کمالات حسنہ فرد فرد امتان خود حصہ دارد یعنی ہر عمل و عبادت امت بہ پیغمبر تنوع او راجع میگردد لہذا معارف تفصیل جمال ذاتی کہ بہ حضرت امام بہ سبب متابعت میسر گردیدہ بود بہ سردار دو عالم نیز راجع و اجمال بزرنگ تفصیل و تفصیل بزرنگ اجمال منصب گردیدہ۔ خلاصہ اینکه این کمالات اگرچہ از خود آنحضرت بوده مگر ظہور آن موقوف بہ یک وقت بودہ است۔ سردار دو عالم فرمودہ کہ کلید ہائے روئے زمین بمن دادہ شدہ، ظہور این معاملہ در وقت حضرت مہدی است۔

و فرمودہ کہ فتوحات شام را مشاهده کردم و ظهور آن در وقت خلافت حضرت فاروق می باشد۔

مکتوب نود و ہشتم

تبصرہ: نسبت واجب و ممکن مثل نسبت نقطہ جوالہ است بدائرہ مہموہ و نقطہ نہ داخل دائرہ است و نہ خارج دائرہ و نہ متصل بہ دائرہ است و نہ منفصل بہ دائرہ۔

و آنچه میفرماید: روپوش گفتن نظریہ عوام است الخ یعنی عالم در نظر عوام پرده و حجاب مرتبہ و حجب است و عالم در مقام ولایت صغریٰ کہ مقام ظلال است، آئینہ شہود مرتبہ و حجب است زیرا کہ در این مقام ظل را اصل می انگارند و در مقام نبوت عالم دلیل رسانی مرتبہ و حجب و مصنوع آنست بواسطہ اینکه در این مقام عالم را دلیل وجود حق تعالی می دانند۔ و ایمان حضرات انبیاء در وقت نزول ایمان غیب است اگرچہ در عروج شہودی بوده۔

و آنچه میفرماید: این کمالات را در بیرون خانہ علم الخ یعنی عدم مظهر کمالات و حجبی است و این کمالات و حجبی قبل از آنکہ در مراتب عدم ظاہر گردد در علم حق تعالی ممتاز بوده اما در بیرون علم امتیاز تفصیلی و ظهور تفصیلی نداشته است و وقتیکہ این کمالات و حجبی در آئینہ عدم بظہور پیوست بیرون علم نیز وجود پیدا کرد۔

سوال: این وجود ممکنات در خارج است و یا در علم او تعالی و ظهور صفات کاملہ در عدم کہ عبارت از ذات ممکنات است در خارج است و یا خاص در علم او تعالی و حالانکہ بہ نزد صوفیہ عالیہ در خارج غیر از ذات مقدس او تعالی هیچ موجودی نیست؟

جواب: این ظہور در ظل خارج قرار داشته و در مرتبہ و ہم متقن است و ہم متقن نیز در مرتبہ ظل خارج است و قول وجودیہ از سکر است۔

و آنچه میفرماید: و در جانب وجود نیز شترارت الخ یعنی مرتبہ و حجب و علم واجب مظهر عالم امکان است و ممکنات در علم واجب تعالی ظاہر اند و چون ذات ممکنات عدم است کہ منشأ شترارت است

پس در این جایک شرارت متوہمہ طرف وجوب راجع می گردد اگر چه وجود شرارت در آن جا
حقیقت ندارد و صرف ازینکہ علم واجبی منظر شرارت عدم است در اینجا یک شرارت در توہم
می آید و ابلیس علیہ اللغہ حامل شرارت طرفین گردیدہ است یعنی شرارت عدم و شرارت متوہم
کہ در توہم بہ واجب راجع شدہ است، ابلیس حامل آن گردیدہ است۔
مکتوب ۹۹ حاجت بہ شرح نیست۔

شرح دفتر دوم مکتوبات قدسی آیات کہ حاوی حصہ ششم و ہفتم است در ہمیں جا خاتمہ یافت۔

بیت افغانی

افغانی بہ سر ہندیانو دیوہ خدا یا ہم ی زیا کر ہم ی لو وڑ لری حالونہ

بیت فارسی

سر ہند لگو کہ کوہ طور است بام و درش ہمہ ز نور است

خداوند از برکت دوستان خود این عاصی را در جملہ عاصیان مرحوم بداری۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین ط



وَإِذْ كُنَّا نَبَاكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً

شرح مکتوبات قدسی آیات

بیان عقائد اسلامی و تصوف

محبوب بجانانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی کابلی

سرہندی قدس سرہ السامی

حصہ ہفتم ————— دفتر نسوم

شارح

مولوی نصر اللہ ہوتکی ولد مرحوم حاجی محمد شاہ خان
حافظ مضامین مکتوبات قدسی آیات

ولد محمد حیدر

رکن ازار اکین جمعیت العلماء دولت علیہ اسلامیہ جمہوری افغانستان

محرر و مرتب و ہمکار شرح این کتاب مقدس

الحاج حفیظ اللہ خان سیرت بدخشی تالقانی ولد مرحوم صفی علی خان

بینگ باشی

آغا خیری مدیر صاحب وزارت جلیلہ مطبوعات تیریا بندہ معاونت زیادہ فرمودہ است۔

فہرست مضامین

مکتوب نمبر	موضوع	صفحہ
۱	بیان ماہیت اصلی و ماہیت ظلی	۶۶۶
۲	در ولایت صغریٰ تکرار اسم ذات و در ولایت کبریٰ نفی اثبات و در کمالات نبوت تلاوت قرآن مجید است۔	۶۷۹
۳	در بیان مطلق ایمان و ایمان کامل۔	۶۸۰
۴	بیان آن عارفیکہ بہ کمالات نبوت مشرف گردیدہ باشد ولایت کبریٰ توسط او و کمالات نبوت انتہائی اوست۔	۶۸۱
۵	عارفیکہ بہ نزکیہ نفس مشرف گردد ایلام و انعام او یکساں میگردد۔	۶۸۲
۶	جفلے محبوب لذت بخش تر است از وفاے او۔	۶۸۳
۷	شکست نفس سبب پیشرفت و ترقی میگردد۔	۶۸۴
۸	در طریقہ علیہ نقشبندیہ عمل بر عزیمت است۔	۶۸۵
۹	از ان مقام تعبیر بہ غیب می شود۔	۶۸۶
۱۰	قرب دان بسیار اند و اقربیت دان کمتر۔	۶۸۷
۱۱	عرش و قلب ہر دو منظر ذات مقدس او تعالیٰ اند۔	۶۸۸
۱۲	قراوشی عالم ممکنات سبب قرب او تعالیٰ است۔	۶۸۹
۱۳	بہ کلمہ نفی و اثبات ہمہ مرادات را نفی باید کرد۔	۶۹۰
۱۴	در مرتبہ ذات مقدس او تعالیٰ نسبت و جوب و جود نیست۔	۶۹۱
۱۵	لذت ایلام نسبت با نعام بیشتر است۔	۶۹۲
۱۶	شکرانہ حق تعالیٰ عقلاً نیز ثابت بودہ اما شناختن آن مربوط بہ شریعت است۔	۶۹۳
۱۷	بہ طالبان حق سبحانہ خدمت باید کرد۔	۶۹۴
۱۸	ایمان شہودی تعلق بہ ظلال داشتہ و در دنیا باہل رسیدن نہایت قلیل است۔	۶۹۵
۱۹	مستتر شرا از ہر مقام و شعبی کہ فیض بیند آنرا از مرشد خود دانند۔	۶۹۶
۲۰	علم دو قسم است یکی حصولی است و دیگر حضوری۔	۶۹۷

- مکتوب نمبر ۲۵ - عمل دو نوع است یکی عمل ابرار راست و دیگر عمل مقربین - ۶۹۳
- ۲۶ - حق تعالی در ہستی خود بہ عروض وجود محتاج نیست - ۶۹۴
- ۲۷ - گذشتن از ہوا ہائے نفس مربوط بولایت خاصہ است - ۶۹۸
- ۲۸ - در بیان ثواب صدقاتیکہ بارواح موتی کردہ میشود - ۷۰۰
- ۲۹ - در بیان معانی بعض کلمات قرآن مجید کہ از درک بشر بلند است - ۷۰۱
- ۳۰ - روح انسان قبل ازینکہ در بدن تعلق گیرد فوق عرش و متوجہ عالم قدس بودہ است - ۷۰۲
- ۳۱ - عالم مثال جائے بودن نیست بلکہ بمنزلہ آئینہ است کہ عوالم اجسام و معانی در ان نمایاں میگردد - ۷۰۳
- ۳۲ - در شاہدہ تجلی صوری وصل نہ بودہ بلکہ فصل است - ۷۰۷
- ۳۳ - اسلام دو نوع است، اسلام صوری و اسلام حقیقی - ۷۰۸
- کفر نیز دو نوع است، کفر ظاہر و کفر طریقت - ۷۰۹
- ۳۵ - خواص بشر بہ سبب ملائک افضلیت دارد - ۷۱۳
- ۳۶ - قبل از تزکیہ نفس تصدیق کامل مشکل است - ۷۱۴
- ۳۷ - از اخبار پراگندہ متوحش نباشند - ۷۱۵
- ۳۸ - شخص مرتکب کاری شود از جملہ صد تاویل نو دہنہ آن کفر بودہ باشد و یکتاویل آن اسلام بودہ باشد آن شخص را نباید کافر گفت - ۷۱۶
- ۳۹ - در این مکتوب شریف بیان استخارہ است - ۷۱۷
- ۴۰ - حضرت میر نعمان از خلفائے مشہور حضرت امام است - ۷۱۸
- ۴۱ - موجودات این جہان از عبادات موجودات آخرت از شیونہات اعتبارات اتیہ شکل اند - ۷۱۹
- ۴۲ - قلب ہم سایہ او تعالی است - ۷۲۰
- ۴۳ - مراد از مرکز دائرہ اصل ذات مقدس او تعالی و مراد از نقطہ عدم عدم صرف است - ۷۲۱
- ۴۴ - سلطان جہانگیر در وقت وفات حضرت امام بہ سرستہ شریف آورده بود - ۷۲۲
- ۴۵ - علم حضوری عبارت از علم تجردی و علم حصولی علم بمفہوم آن شیء است - ۷۲۳
- ۴۶ - علم شہادتات شہادہ حضوری و بدیہی ان حصولی است - ۷۲۴
- ۴۷ - ایمان عرفائے کرام در وقت عروج شہودی و در وقت نزول استدلالی است - ۷۲۵

- کتوب ۵۱ - بیان فرق یقین و تصدیق تصدیق خاص است و یقین عام - ۷۳۳
- ۵۲ - بیان آفاق عبارت از زوال علم حصولی است - ۷۳۴
- ۵۳ - فنا عارف فنا ہر دوے شہوری و وجودی میباشد و وجود بشری او وجود موہوبی تبدیل می یابد - ۷۳۵
- ۵۴ - در فنا و وجودی ممکن واجب نمی گردد و دوی از بین نمی رود - ۷۳۹
- ۵۸ - صفات ثمانیہ حق تعالی بہ عدبات متقابلہ خود پرتوانداختہ و عالم در مرتبہ وسم وسم { از امتزاج عدم و انعکاس تجلیات صفات ثمانیہ ایجاد گردیدہ
- ۵۹ - از نبودن ثروت متاثر نباید بود - ۷۳۱
- ۶۰ - ممکنات در مرتبہ وسم وسم موجود اند و نقیض عدم وجود است نہ موجود - ۷۳۰
- ۶۱ - چنینکہ عارف از مرتبہ صفات عروج نماید اسباب مناسبت او بعالم کمتر میگردد - ۷۳۳
- ۶۲ - موجودات سه قسم اند موجودات خارجی، موجودات نفس الامری، موجودات وہمی - ۷۳۷
- ۶۳ - عالم ممکنات موسوم بوردہ وحق سبحانہ تعالی موجود خارجی است - ۷۴۰
- ۶۴ - اولیائے کرام بحیات حقیقی زندہ اند مرگ صوری حیات حقیقی آہنہارا از بین بردہ نمیتواند - ۷۴۱
- ۶۵ - وقتیکہ عارف بہ شہود ذات مقدس او تعالی مشرف شود ہر صفت از صفات { عارف و ہر لطیفہ از لطائف عارف بصورت او ظہور می نماید
- ۶۶ - موقت ظل مستلزم معرفت اصل است - ۷۴۷
- ۶۷ - حضرت شیخ اکبر تنہا ذات حق سبحانہ را موجود خارجی دانستہ { و بیچ چیز دیگر را موجود خارجی نمیداند - ۷۴۸
- ۶۸ - در خارج تنہا وجود حق تعالی بوردہ و وجود ممکنات در مرتبہ وسم است - ۷۴۸
- ۶۹ - صحبت نابان آنحضرت مانند صحبت آنحضرت است - ۷۵۰
- ۷۰ - فوائد صحبت صالحین در احادیث شریفہ تذکار یافتہ است - ۷۵۰
- ۷۱ - حضرت امام حقیقت واجب و ممکن را در مثال نقطہ جوالہ و دائرہ موسومہ توضیح میفرمایند - ۷۵۱
- ۷۲ - کسانی کہ بہ جمعیت باطن مشرف بوردہ باشند تلویح ظاہر در باطن شان { تاثیر وارد کردہ نمی تواند - ۷۵۳
- ۷۳ - حضرت شیخ اکبر بطور علم اجمالی را تعین اول میداند و حضرت امام آن مرتبہ را { تعین اول میداند کہ بہ نسبت بطور علم اجمالی پنج درجہ فوقیت داشتہ می باشد
- ۷۴ - حضرت شیخ اکبر رویت حق تعالی را بصورت لطیفہ مثالی میداند { و میگوید کہ بینندہ صورت خود را می بیند - ۷۵۵
- ۷۵ - رسیدن بذات مقدس او تعالی وظیفہ عنصر خاک است - ۷۵۸

تمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح مکتوبات قدسی آیات

حصہ ہفتم ————— دفتر سوم

مکتوب اول

حضرت امام میفرماید: تصدیق بسیار کثیر از انوار این مکتوب را حضرت امام در ایام حبس خود تحریر فرموده اند حضرت میر محمد نعمان چون در بارہ ربانی حضرت امام از محبس سعی بخرچ میدادند بتا بران حضرت امام باین کلمات مبارک از حضرت میر نعمان اظهار رضایت می نمایند۔ آنچه میفرمایند از این معنی در نظر کشفی الخ یعنی باہیت دو نوع است، یکی باہیت اصلی است و دیگری باہیت ظلی۔ باہیت اصلی آنست کہ باہیت خود موجود بوده باشد و باہیت ظلی آنست کہ بوجود اصل خود موجود بوده باشد نہ باہیت خود بتا بران چونکہ ممکنات ظلال افعال واجبی است و افعال واجبی ظلال صفات واجبی است و صفات ثمانیہ ظلال ذات مقدس او تعالی است لهذا افعال او تعالی بعالم نزدیک تر است از خود علم۔ و ہکذا صفات ثبوتیہ نسبت بہ صفات فعلیہ و عالم بعالم نزدیک تر است۔ و نیز ذات بحت او تعالی بعالم نسبت بخود عالم و نسبت بہ صفات فعلیہ و ثبوتیہ نزدیک تر است زیرا کہ ذات مقدس اصل تمام آہتا است۔

مکتوب دوم

حضرت امام میفرماید: یکی از سہ چیز کہ باید خالی از ان نباشد الخ۔ شاید کہ دین وقت مخدوم زادگان بہ ولایت کبری کہ ولایت انبیاء عظام است و ہکذا بہ کمالات انبیاء عظام رسیدہ باشند۔ زیرا کہ اذکار و اولاد صاحبان ولایت صغری تکرار اسم ذات است و وظیفہ صاحبان

ولایت کبریٰ تکرار نفی و اثبات است و وظیفہ اشخاصیکہ بہ ابتداء کمالات نبوت رسیدہ اند تلاوت قرآن عظیم است۔ چہ در نماز و یا خارج از نماز و عارفانیکہ بہ کمالات نہائی رسیدہ باشند وظیفہ انہا تلاوت قرآن کریم است در فرائض نماز زیرا کہ کمالات نہایت نہایت بہ فرائض مربوط است و نیز تجلیات قدسیہ و وصول بلا کیف بذات بے کیف او تعالیٰ در ادائے نماز است از تجاہست کہ آنحضرتؐ فرمودہ کہ اے بلالؓ مرا راحت بدہ یعنی اذان بگو کہ فرض شروع شود و قرب بلا کیف حاصل گردد کہ حصول آن مربوط بہ فرائض است و ادائے نوافل بہ اذان بلالؓ تعلق نہایتہ و آن راحت کہ در نوافل است کہ ظل از ظلال قرب فرائض است برائے آنحضرتؐ بدون اذان بلالؓ ہم میسر بودہ است۔ پوشیدہ نماز کہ نماز معراج مومن است و آن قریبیکہ برائے آنحضرتؐ در معراج حاصل شدہ بود نمونہ آن در نماز غایت میگردد شخصیکہ باین مرتبہ رسیدہ باشد صاحب ارادہ کلی میباشند و ارادہ کلی عبارت از طلب منفعت عامہ و مفاد اسلام و جماعہ مسلمین است زیرا کہ شخصیکہ بہ تزکیہ نفس مشرف شود مراد او تعالیٰ عین مراد او میگردد۔

تبصرہ: عارفیکہ بہ این کمال مشرف گردد اگر ظاہر بہ یک کسب و تجارت وغیرہ مشغول گردد این اشتغال ظاہری او سبب گرفتاری باطن او نمی گردد زیرا کہ لطافت ظاہر باطن الٰہی ہم تفریق یافتہ است۔ و آنچه میفرمایند یہ هیچ چیز نہ پردازند الخ یعنی بہ کلمہ نفی و اثبات ہمہ را سلب نمایند تا کہ در دل غیر از حق تعالیٰ مقصدی نہ ماند۔

تبصرہ: تا کہ ماسوی از شہود سالک نہ برآردہ باشد سالک در مقام نفی و مقام طریقت است و وقتی کہ ہمہ از شہود او برآیند عارف بمقام حقیقت و انتقام میرسد۔ باید دانست کہ نفی ماسوی قبل از فراموشی ماسوی بودہ و انتقام بعد از فراموشی ماسوی است۔

تذکرہ: فرق در بین نفی و انتقام آنست کہ اگر انسان برائے از بین بردن چیزے در سعی و تلاش باشد و آن چیز بجای از بین نرفتہ باشد آنرا مقام نفی میگویند و اگر آن چیز بجای از بین برود آنرا مرتبہ انتقام نامند۔

سوال: حضرت امام در این جا میفرمایند کہ بمطالعہ کتاب ہم مشغول نباشید و در مکتوب دیگرے برائے مولانا احمد برکی میفرمایند کہ روزانہ بدرس و تکرار طلبہ مشغول باشید و ساعات شب برائے ذکر کافی است تطبیق این فرمایشات چگونہ خواہد بود۔

جواب: شاید کہ مولانا احمد برکی ہتھی بورہ باشند و مخدوم زادگان آن وقت بہ انتہا ترسیدہ باشند و آنچہ میفرمایند جائیکہ نشستہ اند الخ ازین فرمودہ حضرت امام معلوم می شود کہ مخدوم زادگان در ایام جس حضرت امام از جلے خود تبعید شدہ بودند۔

مکتوب سوم

حضرت امام میفرمایند: و در غیر شرائع این بزرگواران الخ یعنی تمام حضرات انبیاء بتبلیغ عدم عبادت الہہ باطلہ را کردہ اند و بدون حق تعالی دیگرے را مستحق عبادت ندانستہ اند و بدون این بزرگواران مقتدایان دیگر مشرک اند چنانچہ بعضی آہنابت پرست و آتش پرست و آفتاب پرست و غیرہ بودہ اند و یہ باشند و توحید در عبادت خاصہ انبیاء عظام است و آنچہ میفرمایند در حقیقت شریعت بکمال ایمان الخ یعنی یکے مطلق ایمان و دیگرے ایمان کامل است و در ایمان کامل غیر از حق سبحانہ از تمام مقصودات و مرادات صرف نظر بعمل می آید و در ایمان مطلق کہ صورت ایمان است از مقاصد دیگر صرف نظر بعمل نمی آید و انسان بہ آن اشتغال میداشتہ باشد مگر از حدود شریعت تجاوز نمی کند۔ و آنچہ میفرمایند پس نفی مقصودیت غیر الخ یعنی تا کہ سالک بہ فتائے عین و اثر مشرف نگردد از رجوع صفات بشری محفوظ نیست۔

مکتوب چہارم

حضرت امام میفرمایند: و در مزے کہ دلائل مقام الخ یعنی حق تعالی اجبار و حکایت می کند کہ احاسن نمیکند اسرار قرآنی را مگر جماعہ کہ از لوث تعلقات بشری پاک شدہ باشند و افتائے قلب

و نیز کیہ نفس مشرف گردیدہ باشند و شخصیکہ قبل ازین کمال تلاوت قرآن مجید نماید بہ سر آن پے نمیرد۔
 بیت عروس معنی قرآن حجاب آنکہ بر اندازد کہ دارالملک ایمان را مجربیند از غوغا
 یعنی دارالملک قلب و بدن انسان است یعنی اسرار قرآنی بعد از ترکیہ نفس بدرک عارف می آید
 و سالک از تلاوت قرآن بہ تکلم آن کلام کہ حق تعالی است میرسد چنانچہ آنحضرت میفرمایند کہ قرآن
 یک رشته و جبل او تعالی است کہ یک سر آن بہ نزد اشد سبحانہ و سر دیگر آن بہ نزد مردم است کہ
 این سر آنرا بگیرد بہ سر دیگران میرسد و آنچه میفرمایند و در دیگر الخ یعنی اشخاصیکہ نفوس آنها از ہوا و ہوس
 پاک نشدہ باشند تلاوت قرآن کریم مناسب حال او نیست یعنی دارالملک عبارت از قلب انسان
 است تا از گرفتاری غیر خلاص نہ شود اسرار قرآنی را درک کردہ نمی تواند۔ مناسب حال بتدری ذکر است
 تا بہ سبب ذکر از گرفتاری غیر خلاص گردد و با سوال فراموش نماید و بہ تکرار اسم ذات و نفی و اثبات
 از آفاق و انفس بگذرد بعد از آن لایق تلاوت قرآن خواهد شد خلاصہ اینکہ عمل دو قسم است؛
 عمل مقربین و عمل ابرار برے بتدری تکرار اسم ذات و نفی و اثبات عمل مقربین است و تلاوت
 قرآن در حجلہ عمل ابرار است و برے متوسطین و صاحبان ولایت کبری تکرار نفی و اثبات عمل
 مقربین و تکرار اسم ذات در حجلہ عمل ابرار است و در حق نبتی و اشخاصیکہ بہ کمالات نبوت مشرف
 شدہ اند در آن وقت تلاوت قرآن کریم در حق آنها عمل مقربین و تکرار اسم ذات و نفی و اثبات
 عمل ابرار است۔ ہر سخن جائے و ہر نکته مکاتے دارد۔ عارفیکہ بہ کمالات نبوت انبیکہ عظام
 مشرف شود ولایت کبری مقام توسط اوست و کمالات نبوت انتہائے او۔

مکتوب پنجم

حضرت امام میفرمایند از حضور بہ غیب الخ یعنی ایمان شہودی و حضور در مرتبہ ظلال است
 و آن حضور در حقیقت غیب است چنانچہ کسیکہ بمراتب اصل نرسیدہ اند مشہودات مقامات
 ظلال را اصل پنداشتہ اند و سیر نفسی و سیر ظلال را سیر فی الشد دانستہ اند در خیال خود یہ ایمان شہودی

و حضور رسیدہ اند۔ و آنچه میفرماید استغناء حضرت حق الخ یعنی تا وقتی که عارف نفس را سپرد
 نماید به شہود مراتب و خوب نمی رسد بعد از سیر نفسی به سیر اقریبیت مشرف و به عظمت و کبر پائی
 مراتب و خوب پے خواہد برد۔ و آنچه میفرماید در این محنت کدہ الخ یعنی تا زمانی کہ محبوس نشدہ بودم
 وصول بہ اصل دست ندادہ بود و آنچه در عبارت عربی میفرماید یعنی مرا توفیق دادہ است کہ در وقت
 سختی و آسانی شکر کنم الخ یعنی وقتی کہ عارف از خواہشات نفسی خود بگذرد راحت و رحمت کہ ہر دو
 افعال محبوب بودہ در حق او یکسان و موجب شکرانہ عارف میگردد۔ خلاصہ اینکہ عارف طالب
 مطلق فعل محبوب است و جلال و جمال منظور نظر او نیست۔ بیت

ناصح اگر گشت مار دوست یا دشمن دوست و رقیب من رضاے اوست یا دشمن دوست

مکتوب ششم

حضرت امام میفرماید کہ جفاے محبوب لذت بخش تر است از وفای او زیرا کہ در وفای
 محبوب نفس شرکت داشتہ و در جفاے او حظ نفسی موجود نیست، ازین سبب بزرگان اسلام در جفا
 نہ تنہا صبر بلکہ شکر و رضایت می کنند و لذت می برند مصرع
 کار دیوانگان این راہ و از گونه است
 بیت غرض ز عشق تو ام چاشنی درد و غم است ورنہ زیر فلک عیش و تنعم چہ کم است

مکتوب ہفتم

حضرت امام میفرماید نمکی در سکونت آن مقام الخ یعنی از جفاے مردم شکست نفس حاصل میگردد
 این شکست نفس سبب پیش رفت ترقی سالک میگردد۔ بنا بران دوستان خداوند از آزار و جفاے مردم متاثر
 نمی گردند بلکہ از آزار مردم لذت گرفته و آنرا میخواہند حضرت مولانا عبد الرحمن جامی میفرماید۔
 الہی ہمہ را بمن بد خو کن روے دل مرا از ہمہ جہانیاں یکسو کن
 مصرع در عشق تو ام یک جہت و یک رو کن

مکتوب ششم

حضرت امام میفرماید: اما بیان زیادتی مراعات شریعت الخ یعنی در این طریق عمل بر عزیمت است و بزرگان این طریق به رخصت عمل نمی کنند۔

مکتوب نهم

حضرت امام میفرماید: از آن مقام تعبیر به غیب الخ شاید که مراد حضرت امام آن بوده باشد که ذات مقدس که غیب است وصل به آن ذات منزہ غیب در این مقام حاصل است و بعض بزرگان باین مقام رسیدند و انشااے علم

مکتوب دهم

حضرت امام میفرماید: قرب دان بسیارند و قربیت دان کمتر الخ یعنی در سیر انفسی و آفاقی که در مراتب ظلال است گمان قرب می نمایند و حالانکه قرب بیرون آفاق و انفس است سالکانیکہ بآن مرتبہ نرسیده باشند و از مرتبہ اقربیت بے بهره باشند از تارسانی و بے خبری خود سیر انفسی و آفاقی را قرب تصور می نمایند۔ اما اقربیت دان که بے سیر اقربیت مشرف شده اند و از سیر آفاقی و انفسی گذشته کمتر اند۔

مکتوب یازدهم

حضرت امام میفرماید: بخلاف عرش الخ یعنی عرش و قلب عارف ہر دو منظر ذات مقدس او تعالی می باشند اما قلب عاشق ذات مقدس است و عرش ازین عشق بے بهره است ازین جا است کہ گفتہ بیت عرش و غزین ہر دو یک طبق است بلکه غزین شریف تر طبق است زیرا کہ قلب بسبب عشق کہ دارد بالائز از ظهور عرشی عروج می کند و عرش اگرچہ منظر ذات و صفات است مگر بالائز از ان عروج ندارد و نیز عشق کہ قلب دارد عرش داراے آن عشق نیست و قلب

عارف کامل کہ محب و عاشق ذات مقدس او تعالیٰ است یا ذات او تعالیٰ یک نوع معیت بلا کیف
داشته می باشد کہ صفات مقارنہ نیر در آن وقت ملحوظ آوی باشد۔ زیرا کہ محب بہ محبوب معیت دارد
و در معیت ہیچ حائل نمی باشد۔ بیت

ماہر چه خوانده ایم فراموش کرده ایم الاحدیت یار کہ تکرار می کنیم
خلاصہ اینکہ عرش تنہا مظہر ذات نبودہ بلکہ مظہر ذات و صفات است اما قلب عارف تنہا
گرفتار ذات بخت او تعالیٰ است۔ بیت
عشق تو چنان کرد مرا زیر و زبر کہ ز حال و خط و زلف تو نام نیست خیر

مکتوب دوازدم

حضرت امام میفرماید نفی و اثبات در رنگ و ضوایح یعنی فراموشی عالم ممکنات شرط
قرب او تعالیٰ است تا زانیکہ ماسوی فراموش نشود و امراض باطنی معالجه نگردد قرب متصور نیست
و این امراض باطنی و گرفتاری قلب بواسطہ تکرار نفی و اثبات علاج می پذیرد و ماسوی را از
یاد می برد۔ بزرگان این طریق علیہ در مرتبہ ولایت صغریٰ تکرار اسم ذات و در ولایت کبریٰ تکرار
نفی و اثبات را مقرر فرمودہ اند۔ در این مراتب این دو ذکر از جملہ اعمال مقربین است و بعد از قنای
قلب و تزکیہ نفس کمالات مقامات تبوت است و ترقی در انجام موطوبہ تلاوت قرآن کریم است
و اسرار قرآنی در آنجا محسوس می گردد۔ و آنچه میفرماید انجام این معاملہ الخ یعنی مدت سیان ماسوی
و فراموش آن کہ چه قدر وقت را در بر میگردد معین شدہ نمی تواند زیرا کہ برای بعضی افراد در زمان اندک
و برای برخی دیگر در مدت طویل این معاملہ میسر می گردد و این از تفاوت استعداد سالک بودہ کہ مربوط
بہ عنایت او تعالیٰ است۔ خلاصہ اینکہ کسانی کہ جذب خداوندی شامل حال آنهاست بزودترین
فرصت بہ این کمال مشرف می شوند و کسی کہ دارای این جذب نباشد بعد از انقضای مدت طویل
باین کمال مشرف خواهند شد ناگفتہ نماں کہ محبان ہیچ وقت بمقام محبوبان رسیدہ نمی توانند۔ بیت

اگر از جانب معشوق نباشد کشتی کوشش عاشق بیچارہ بجائے نہ رسد
بیت مرا اگر تو سن دل نیست در راه کمند زلف او ہم نیست کوتاہ
بیت افغانی پہ خیل کرم در اترے راشہ دگنہ پیٹی لہ در تلو پاتہ کرمہ

مکتوب سیزدہم

حضرت امام میفرماید ملتہم فکر نفی و اثبات باشند الخ چون میر محبوب اللہ بولایت کبریٰ رسید
بود بنابر ان حضرت امام برائے او ارشاد میفرماید کہ بہ تکرار این کلمہ ہمہ مرادات را نفی کن تا کہ درد دل بجز
عشق محبوب حقیقی چیزے نہ ماند زیرا کہ تا کہ دشمن از اندرون خانہ بہ بیرون راندہ نشود دوست نمی آید
بعد از برآیدن دشمن دوست خود بہ خود می آید حضرت حافظ شیرازی میفرماید
فراز منظر چشم من آشیانہ تست کرم نما و فرود آ کہ خانہ تست

مکتوب چہار دہم

حضرت امام میفرماید آنجا کہ ذات بحت است الخ یعنی در مرتبہ ذات مقدس او تعالیٰ
نسبت وجوب و وجود نیست و ہستی او تعالیٰ بذات مقدس خود است نہ بہ عروض وجود اما ہم
اشیائے دیگر بعروض وجود است و آنچه در آیات کریمہ ارشاد است کہ "بہ مثل او تعالیٰ چیزے نیست" یکم
معنی ان این است کہ تمام اشیائے دیگر بہ عروض وجود موجود اند و تنہا ذات مقدس او تعالیٰ است
بذات خود موجود است نہ بوجود۔

مکتوب پانزدہم

حضرت امام میفرماید ازین امر بہ مقتضائے بشریت الخ یعنی چون از سعی و کوشش دوست
راجع بہائی فقیہ مفادی بدست نیامد بنابر ان یک اندازہ حزن و اندوہ عاید عالم شدہ بود اما

بہ شادمانی مبدل گردید و فقیر متیقن شد کہ اگر سیدہ ایلام و انعام محبوب را یکسان بے بیند و ہر دورا
از افعال محبوب بداند تنگی سینہ و غم و اندوہ کدام مفہومی ندارد اما این نعمت بعد از تزکیہ نفس و کمال
قرب بپسری گردد۔ آنچه میفرماید بلکہ لذت ایلام نسبت بہ انعام زیادتر است عجب معاملہ است الخ۔
یعنی کسانیکہ سبب آزار فقیر گردیدہ اند نسبت بدیگران بہ نظر فقیر محبوب تر اند زیرا کہ آنہا مظهر فعل
محبوب اند و عاشق خواہان ظہور فعل محبوب است و بہ خصوصیت فعل کارے ندارد کہ ایلام است
و یا انعام ضرب المثل مشہور است کہ میگویند زدن جیب کشمش است یعنی شیرین است۔ و آنچه میفرماید
پس بدی آن شخص خواستن الخ یعنی عارف در حق اشخاص جفا کار دعائے بدی کند زیرا کہ منافی محبت
محبوب است خلاصہ اینکہ آنہا مظهر فعل محبوب اند و فعل محبوب محبوب است۔
مکتوب شانزدہم حاجت تشریح نیست۔

مکتوب ہفتم

حضرت امام میفرماید پس ادائے شکر او تعالیٰ منحصر الخ یعنی شکر آن حق سبحانہ و تعالیٰ بہ عقلا
نیز ثابت بودہ اما شناختن آن مربوط بہ شریعت است زیرا کہ بدون شریعت درح و ذم معلوم شدہ
نمی تواند نہ می بینی چوپانی حضرت موسی علیہ السلام میگفت کہ خدا یا کجا هستی کہ شیرواست برائے تو
بیاورم و پیزار و چارق ترا بدوزم پس شکر آن است کہ شریعت نشان دادہ است و تیری ریاضت کہ
خلاف اقتضایات شرع مقدس باشد آنہم مدار اعتبار نیست چنانچہ ریاضات جوگیان و برہمنہ ہند
و فلاسفہ یونان پس طرز شکر موقوف بہ شریعت است۔

و آنچه میفرماید فاقد عمل الخ یعنی مسلمانیکہ عقیدہ کامل داشتہ و عمل نیک نکرہ باشد و برین
توبہ بمیرد معاملہ او مقوض با رحم الرحیمین است کہ عذاب کند و یا بہ بخشش او شخص کہ توبہ کند حق تعالیٰ
گناہان او را می بخشد و اشخاص توبہ کار بے گناہ اند اما کسیکہ فاقد اعتقاد باشد از مغفرت محروم است
و آنچه میفرماید خداوند تعالیٰ بذات مقدس خود موجود است الخ یعنی ذات مقدس او تعالیٰ باعث

ہستی او تعالیٰ است و ذات دیگران باعث ہستی آنها نیست بلکہ آنها بہ عرض وجود موجود شدہ اند
 و آنچه میفرماید شریک وقتی در کار بود الخ یعنی ذات مقدس الہی برائے تمام مہمات کافی بودہ و دیگران
 محتاج اوست و او تعالیٰ بہ هیچ کس محتاج نیست پس بخدائے دیگر چہ حاجت۔ و آنچه میفرماید چنانچہ
 مقرر علمائے اہل حق است الخ یعنی بوجود خارجی صفات ثمانیہ غیر از اہل سنت طوائف دیگر راہ نیافتہ اند۔
 تبصرہ: اگرچہ ذات مقدس او تعالیٰ در تمام کمالات خود کامل بودہ محتاج بہ هیچ صفت
 نیست مگر صفات مقدسہ دارائے فوائد ذیل می باشد۔

(۱) اگر صفات در بین ذات مقدس و عالم حایل نباشد تمام عالم طعمہ حریقی خواہد شد زیرا کہ
 طاقت شمعان ذات مقدس ندارند۔

(۲) ذات مقدس او تعالیٰ غنی و مستغنی است و بہ عالم هیچ مناسبت ندارد۔ پس عالم بدن و اسط
 صفات از ذات مقدس او تعالیٰ استفادہ کردہ نمی تواند زیرا کہ از روی عادت افادہ و استفادہ مربوط
 بہ مناسبت است و صفات او تعالیٰ یک نوع مناسبت بعالم امکان داشتہ می باشد زیرا کہ علم با تمونہ
 عالم او تعالیٰ و قدرت با تمونہ قدرت او تعالیٰ است ذات او تعالیٰ در عالم تمونہ ندارد و در بارہ زیادتی صفات
 ثمانیہ آن ذات یکتا اہل سنت لائل عقلی، نقلی، علمی و کشفی دارند کہ تفصیل آن قبلاً تذکار یافتہ است۔
 تبصرہ: صفات ذاتی آن ذات یحییٰ عبارت از ان صفاتی است کہ حق تعالیٰ بآن
 موصوف است و بہ اصدا د آن موصوف شدہ نمی تواند۔

سوال: صفات ذاتیہ دیگر ہم موجود است چنانچہ ازلیت و ابدیت و قدم و بقا و غنا و غیرہ
 پس متخردانستن صفات ذاتیہ بہ صفات ہشت گانہ بکدام اساس خواہد بود؟
 جواب: صفات ذاتیہ دو قسم است۔

(۱) یک قسم صفات ذاتیہ آنست کہ دارائے وجود خارجی میباشد چنانچہ صفات ثمانیہ متعارفہ کہ
 عبارت از حیات، علم، قدرت و ارادہ و سمع و بصر و کلام و تکوین است۔

(۲) قسم دیگر صفات ذاتیہ آنست کہ دارای وجود خارجی بنورہ بلکہ انتزاعی و اعتباری است

چنانچہ ازلیت و ابدیت وغیرہ۔ و آنچه میفرماید غیر از اہل سنت از فرق مخالفان بوجود صفات زائده
قابل نیستند الخ یعنی فرق دیگر اسلامیہ بدون اہل سنت و جماعت صفات ثمانیہ را بوجود خارجی نمیدانند
دلیل شان این است کہ زیادتیی صفات را تعدد قدا تصور میکنند راہا نمیدانند کہ صفات ثمانیہ قدیم
بالذات نبوده بلکہ قدیم بالغیر اند و قدیم ذاتی مخصوص ذات مقدس است، پس تعدد قدا بالذات
وجود ندارد صفات ثمانیہ قدیم بالذات نمی باشند۔ و آنچه میفرماید کہ صوفیہ متاخرین این فرقہ ناجیہ نیز
صفات را عین ذات گفته اند الخ یعنی صوفیہ وجودیہ و بعضی صوفیہ متوسط زیادتیی صفات را کشف
نکرده اند۔ حضرت امام در مکتوب میفرماید چونکہ آنها در مراتب و حوب بصارت کامل نداشتند در شغشان
تجلی ذاتی صفات از نظر شان مستور مانده است اگر بصارت شان در مراتب و حوب بکمال میرسد
آنگاہ بہ نور ذات مقدس زیادتیی صفات را مشاہدہ میکردند و آنچه میفرماید اگر چه صوفیہ از نفی صفات
تجاشی دارند اما از تبار عبارات شان نفی صفات لازم است الخ یعنی وجودیہ میگویند کہ غیر از ذات
مقدس او تعالی هیچ چیز وجود خارجی ندارد این گفتار شان انتقال صفات ہم معلوم می شود۔
و آنچه میفرماید مخالفان کمال را در نفی صفات انگاشته اند الخ یعنی مخالفان از تعدد قدا اگر بخت
و از نصوص قرآنی جدا افتاده اند و این دو چیز را نفہمیدہ اند۔

(۱) اینکه صفات ذاتیہ قدیم بالذات نمی باشند (۲) اینکه زیادت صفات در نصوص قرآنی
ثابت است زیرا کہ علیم ذاتی است کہ علم با او قیام داشته باشد و قدیر ذاتی است کہ قدرت با او قیام
داشته باشد و اگر در اطلاق علیم و قدیر قیام قدرت و علم ضرور نبوده باشد لازم میشود کہ دیوار و حجر را
ہم عالم و قادر بدانیم و چون اطلاق عالم و قادر باین دو چیز صحت ندارد معلوم است کہ در اطلاق
عالم و قادر قیام علم و قدرت شرط است۔ و آنچه میفرماید اما از اصول و تبار عبارات ایشان نفی صفات
لازم است الخ یعنی صوفیہ وجودیہ غیر از ذات مقدس او تعالی هیچ چیز را بوجود خارجی نمیدانند پس
ازین گفتار شان نفی صفات لازم می آید۔ و آنچه میفرماید مگر احکام کاہیہ ایشانرا الخ یعنی کسانی کہ فلاسفہ
را حکیم و حکما میدانند البتہ اقوال ایشان را مطابق نفس الامر میدانند زیرا حکیم شخصہ است کہ بیان او

مطابق واقع ہوئے باشد۔ آنچه میفرماید از ازل تا ابد یہ یک کلام متکلم است الخ یعنی صفت الکلام او تعالیٰ یک نور بسیط و قدیم است کہ تمام کتب منزله سماوی از قبیل تورات و انجیل و زبور و صحائف منزله و فرقان مجید تعبیر از ان است۔

تبصرہ: کلام دو نوع است یکے کلام نفسی است کہ آن قدیم است و دیگرے کلام لفظی است کہ عبارت از حروف و کلمات کتب منزله سماوی است کہ این کلام حادث است اما بہتر است کہ بر روی ادب و احترام آنرا نیز حادث نگاریم۔ پوشیدہ نمائند کہ اطلاق کلام بہ ہر دو قسم کلام او تعالیٰ اطلاق حقیقی است و ہر دو قسم کلام نفسی و لفظی در حقیقت کلام او تعالیٰ اند و منکران کافر است۔ و آنچه میفرماید وسعت در ذات و صفات آنحضرت جل سلطانہ از عالم بچون است الخ یعنی ذات مقدس او تعالیٰ واسع است لہا آن وسعت بے چون است و مثل وسعت عالم امکان نیست۔ و آنچه میفرماید بلکہ رائی و بینندہ نیز از بچونی حظ وافر خواہد یافت الخ یعنی اہل بہشت نیز وجود بچون پیدا می کنند و بواسطہ وجود بچون بچون حقیقی را می بینند۔

تبصرہ: حضرت امام در مکتوبی میفرماید کہ موجودات دنیویہ از عریات مرکب اند و یک جزء وجود انہا عدم است و موجودات آخرت و حبت از تجلیات صفات و شیونات او تعالیٰ مرکب اند و تجلیات صفات و شیونات او تعالیٰ بچون اند الخ۔

سوال: ازین بیان اعتراف حکماء یونان وارد میگردد زیرا کہ حکماء یونان از حشر اجساد منکر اند و میگویند بدنی کہ عبارت و معصیت کردہ بود خاک شدہ و ناپدید گشتہ پس چہ گونه بہ دوزخ و جنت خواہد رفت؟

جواب: حکماء یونان نمی دانند آن ذات مقدس کہ تمام عالم را از کتم عدم بہ صحرائے وجود آورده است می تواند کہ آن اجزای اصلییہ را نیز دوبارہ موجود گرداند و آنچه گفتہ شد کہ موجودات جنت از تجلیات صفات و شیونات است معلے آن این است کہ اجزای اصلییہ اشان فناے و بقای در صفات و شیونات دانہ حق تعالیٰ پیدا کردہ و انعکاس تجلیات را بخود گرفته اما حقیقت اصلی

خود را از دست نداده اند۔ آنچه میفرماید مستشهد مخالفان قیاس غائب است بر شاہد الخ یعنی منکران رویت اخروی میگویند کہ چیزے کہ جسم و جسمانی و مکانی نبوده باشد و در مقابل چشم انسان واقع نگردد دیدہ نمی شود و این ہا تفہیمیدہ اند کہ چشم آخرت و رویت چشم آخرت بلا کیف است و پرویت چشم ہاے این جہان مقایسہ شدہ نمی تواند۔ آنچه میفرماید باید دانست کہ بہشت و ماورائے بہشت الخ یعنی جنت و جہنم در قرب و بعد بہ نسبت حضرت کبریا بی برابر اند و چنین نیست کہ بہشت بہ خدا نزدیک و نار و غیرہ دور تر است بلکہ خلد برین یک صفت فوق العادۃ داشتہ کہ حق تعالی ازان جا دیدہ میشود آنکہ حق تعالی در جنت است ولی این قدر بہست کہ جنت دارا الجلال محل دیدار او تعالی است و این جنت یک لیاقت و فوقیتی دارد کہ ازان جا ذات بے چون حضرت حق سبحانہ تعالی دیدہ میشود و غیر جنت این لیاقت ندارد۔ آنچه میفرماید در دنیا رویت واقع نیست الخ یعنی دیدار آن ذات یکتا اگرچہ در دنیا ممکن است مگر واقع نیست زیرا کہ دنیا و بصر دنیا لیاقت آن دیدار را نداشته و شایستہ آن نیست۔

تذکرہ: امکان وقوع دیدار و تعالی از سوال حضرت موسی معلوم است اگر ممکن نمی بود حضرت موسی کہ یک پیغمبر اولو الغرم است سوال دیدار جمال او تعالی را نمی کرد و آنچه میفرماید در حق اینہا ہمان جواب حضرت موسی است الخ یعنی تفصیل علم این واقعات و این تشریحات و این تفاوت ہا مفوض بہ علم حق تعالی است و بندگان از تفصیل آن عاجز اند۔ آنچه میفرماید باید دانست کہ بہشت و ماورائے بہشت الخ یعنی در وقت دیدار و تعالی حق تعالی در بہشت نیست اما اجات را حق تعالی لیاقتی دادہ است کہ جنتیان در جنت پرویت بلا کیف خداوند مجتہد می شوند و این رویت و قابلیت رویت مربوط با آخرت است و دنیا این لیاقت ندارد۔ آنچه میفرماید افعال عباد مخلوق او نیست الخ یعنی خالق افعال بندگان حق تعالی است و بندہ را خالق افعال گفتہ نمی توانیم زیرا کہ خالق را بیاید کہ از نتیجہ افعال خود کہ عاقبت آن چہ خواہد شد آگاہی داشتہ باشد در حالیکہ بندہ داراے چنین اوصاف نیست پس بندہ را خالق افعال گفتن درست نیست لهذا کاسب فعل خود بندہ و خالق آن

حق تعالیٰ است یعنی تخلیق آن فعل مربوط بہ ارادہ او تعالیٰ و کسب بندہ می باشد۔

سوال: وقتیکہ کسب بندہ در مفعولیت فعل قدرت خلق نداشته پس بندہ چرا مستحق ثواب و عذاب گردد؟

جواب: حق تعالیٰ از کمال رفت و مہربانی تخلیق خود را نلیع قصد و کسب بندہ خود را ناہ است اگر بندہ قصد نماید کہ کار خوبی را انجام نماید خداوند تعالیٰ آن فعل را کہ بندہ قصد کردہ است مطابق میل بندہ خلق می کند و بندہ در قصد و کسب آن فعل مستحق ثواب می گردد و اگر این قصد کسب بندہ بیک فعل نا شایستہ تعلق بگیرد بعد از تخلیق خداوندی بندہ بواسطہ قصد خود مستحق عذاب می گردد زیرا کہ آن فعل بہ ہر دوے خلق و کسب وجود آردہ است۔ آنچه میفرماید عقل ہر چیز حجت است یعنی عقل ہمہ گیری و نیکی می باشد اما در تیز خوی ناقص است۔ نہ می بینی کہ حکماء یونان کہ عاقل ترین مردم بودند بہستی و بگانگی و خالفیت او تعالیٰ پے نبرہ اند و عقول شان متناقض ہم دیگر افتادہ است۔ آنچه میفرماید بعد از اتیان اعمال صالحہ اوقات خود را بہ ذکر الہی جل شانہ معمور باید داشت و اگر ظاہر را بخلق مشغول دارند باید کہ باطن بحق باشد الخ پوشیدہ نماںد کہ در وقت فنا و بقا ظاہر سالک از باطن او تفریق می یابد لہذا اشتغال ظاہر سالک بہ باطن او ہیچگونہ تاثری وارد نمی نماید۔ آنچه میفرماید مقصود اصلی از ذکر قلبی زوال گرفتاری مادی و حق است الخ یعنی تا وقتیکہ سالک از گرفتاری مادی خلاص نشود و مادی را فراموش نکند از حقیقت ایمان بے نصیب است و دارال صورت ایمان است و بعد از حصول حقیقت ایمان انسان از تعلیل و امر و ترک مناسی محظوظ گردید میگوید

بعد ازین دست من دامن دوست بعد ازین گوش من و حلقہ یار
بیت افغانی تا چہ یاری کرڈ ما نخری کرڈھ
اوس مے دی زلڑس یے لگہ دہ او بہرے

مکتوب ہفتم

حضرت امام ابن مکتوب شریف را نیز در مجلس گوالیار نوشتہ اند حضرت امام بہ میر محمد نعمان توصیہ میفرماید

کہ طالبان حق تعالیٰ را خدایت کنید و در تریبہ آہنہا تقصیر نہ نمایند۔ انجہ میفرماید دیگر بہ نویسند کہ
مکتوب اقریبیت معقول شدیانہ الخ

تبصرہ: میرنعمان از حضور حضرت امام پر سیدہ بود کہ ذات حق تعالیٰ از بندہ بہ بندہ چہ طور
نزدیک تر خواہد بود۔ حضرت امام در مکتوب اول ہمیں حصہ مکتوبات قدسی آیات جواب اورا مفصل تحریر
نمودہ و دلائل اقریبیت او تعالیٰ را بیان نمودہ اند۔ حاصل اینکہ برائے ما ہست ظلی بہ نسبت خود
ما ہست اصل نزدیک تر است۔

مکتوب نوزدہم

حضرت امام میفرماید ثنا است پروردگار عالمیان را در آسانی و سختی و راحت ہا و تکلیف زیرا
فعل حکیم از حکمت خالی نیست الخ یعنی معلوم می شود کہ این مکتوب شریف را نیز در محبس تحریر فرمودہ اند
حضرت امام در مکتوبی میفرماید حاصل آن مکتوب اینکہ بعضی مدارج قرب مربوط بہ این محنت کدہ بود
و میفرماید کہ بعد از این محنت از ایمان شہودی بہ ایمان غیبی مشرف شدہ ام۔

تبصرہ: ایمان شہودی تعلق بہ ظلال داشتہ و در دنیا باصل رسیدن نہایت قلیل
بلکہ اقل قلیل است۔

تذکرہ: غیب دو معنی دارد: اول اینکہ ایمان من در این وقت بعد از ایمان شہودی غ
تبدیل شدہ چنانچہ کہ عوام ایمان بہ غیب دارند فقیر نیز ایمان غیبی داشتہ می باشم این قدر فرق است
کہ غیب عوام قبل از شہود مراتب وجوب است و غیب فقیر بعد از شہود مراتب وجوب معنی دوم آنکہ آن ذات
مقدس کہ غیب است بہ آن رسیدہ ام و غیب دیگران در حق فقیر عیانی گردیدہ است و بہ رویت قلی مشرف
شدہ ام۔ حافظ شیرازی میفرماید۔

تعالی الشرح دولت دارم امشب
بحمد اللہ نگو کردارم امشب

مکتوب ہستم

حضرت امام میفرماید تعبیر واقعہ کہ از عالم مثال نوشتہ بودند الخ یعنی چیزیکہ شما بہ کشف خود در عالم مثال دیدہ اید نزدیک است کہ در عالم شہادت بہ بیند آئینہ میفرماید واقعہ تربیت حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام الخ یعنی برای مسترشد لازم است کہ ازہر منبع و مقامیکہ فیض بیند آنرا از پیر خود بداند زیرا کہ چوں شیخ جامع لطائف است آن لطیفہ او کہ بہ حضرت عیسیٰ مناسبت داشتہ بصورت حضرت عیسیٰ ظہور فرمودہ و در حقیقت لطیفہ مرشد اوست یعنی لطیفہ حقی مرشد او مناسبت بہ حضرت عیسیٰ داشتہ می باشد زیرا کہ حضرت عیسیٰ از طریق لطیفہ حقی رسیدہ است و آن لطیفہ پیر بصورت مبارک حضرت عیسیٰ متمثل گردیدہ و تربیہ طالب فرمودہ است و در حقیقت لطیفہ پیر اوست۔

تذکرہ: در تصوف ثابت است کہ اگر مرید یک مرشد دیگر را می بیند کہ تربیہ او را می کند در حقیقت لطیفہ مرشد خود اوست کہ بآن شیخ دیگر مناسبت داشتہ بصورت او ظہور فرمودہ است یعنی امکان آن است کہ لطیفہ قلبی مرشد شما بصورت پیر آدمی مشرب متمثل و لطیفہ روحی مرشد شما بصورت پیر روحی مشرب و ابراہیمی مشرب متمثل گردد و لطیفہ سری مرشد شما بصورت شیخ موسوی مشرب متمثل و لطیفہ حقی مرشد شما بصورت پیر عیسوی مشرب و لطیفہ اخفائی مرشد شما بصورت پیر محمدی مشرب گردیدہ و شما را تربیہ می نماید در این وضعیت ابتلاء مرید است کہ بمرشد خود بکدام اندازہ اخلاص اشتہا

مکتوب ہست و کم

حضرت امام میفرماید از این جملہ در حدیث صحیح آیدہ است کہ ہفتاد ہزار کس الخ یعنی حدیث شریف حکم فرماست کہ ہفتاد ہزار نفر از امت آنحضرت بے حساب بہ بہشت خواہند رفت۔ حضرت علامہ سیوطی در کتاب بدور السافرہ "حدیثی نقل کردہ است کہ ہمراہ ہر یک از ہفتاد ہزار نفر مذکور ہفتاد ہزار دیگر نیز بہ بہشت خواہند رفت بیچ جائے تعجب نیست مرحمت خداوندی غیر تنہای میباشد۔

آنچه میفرماید در این مقام سرعظیم ہفتہ است کہ اظہار آن از مصلحت دوراست الخ یعنی اظہار
مہربانی ہائے او تعالیٰ مناسب دیدہ نمی شود زیرا کہ سبب فرو گذاشت عمل خواہ گشت۔ آنچه میفرماید
اگر تواند دریافت شاید تواند دریافت الخ یعنی اگر آن مکتوب را بیانی شاید کہ این اسرار درک نمائی۔
پوشیدہ نماں کہ آن مکتوب شریف در او اہل حصہ ششم یعنی حصاول و قروم می باشد کہ فضائل این
امت مرحومہ در انجا درج است شکر این نعمت عظمی را بکدام زبان و کدام جوارح ادا خواہیم کرد کہ
حق تعالیٰ ما و شمار امت مرحومہ سر دار دو عالم گردانیدہ است۔ آنچه میفرماید دیگر رسیدہ بود نہ کہ علم
حق سبحانہ تعالیٰ الخ

تبصرہ: علم دوم است ۱، علم حصولی ۲، علم حضوری۔ علم حصولی سبب احاطہ معلوم
است زیرا کہ علم حصولی عبارت از حصول معلوم است در علم پس علم حصولی مستلزم تخدید و تنہای
معلوم است۔ و علم حضوری نہ چنان است زیرا کہ علم حضوری عبارت از حضور درک است بہ
فتح را نہ در درک بہ کسرہ را و این مستلزم تخدید و تنہای معلوم نیست پس علم او تعالیٰ بذات مقدس
او تعالیٰ سبب تخدید و تنہای ذات مقدس نمی گردد زیرا کہ علم حضوری است۔

مکتوبات ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ حاجت بہ تشریح ندارند۔

مکتوب بہت پنجم

حضرت امام میفرماید کہ نتیجہ آن ثواب است نہ درجہ قرب الخ
تبصرہ: عمل دو نوع است: عمل ابرار و عمل مقربین۔ عمل ابرار آنست کہ سبب ثواب
بودہ اما سبب عروج و نزول فتاویٰ بقائی گردد، و عمل مقربین آنست کہ سبب فتاویٰ و رفع حجاب ہا
میگردد چنانچہ در حق بتدی عمل مقربین عبارت از ذکر اسم ذات است کہ بہ اجازہ مرشد کامل تکرار
گردد کہ این ذکر سبب قرب الہی میگردد۔ ناگفتہ نماں کہ بعض محبوبین بے واسطہ مرشد بہ درجہ قرب
مشرف می گردند۔ ذالک فضل اللہ۔ اما آہنا اقل قلیل اند۔

تبصرہ: باید دانست کہ عمل مقربین چند نوع بوده و در ابتدا تکرار اسم ذات عمل مقربین
بود و اعمال دیگر عمل ابرار است و در ولایت کبری و علیانی و اثبات و اولاد لسانی عمل مقربین بوده
و تکرار اسم ذات عمل ابرار است اما در کمالات نبوت تلاوت قرآن عظیم الشان عمل مقربین بوده و اعمال
دیگر در حلقہ عمل ابرار است مصرع۔ ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکاتے دارد۔

مکتوب بست و ششم

حضرت امام میفرماید حق سبحانہ چنانچہ بذات خود موجود است یعنی حق تعالی درستی خود
بہ عروض وجود مختلف نبوده بلکہ بذات خود موجود است و دیگران بہ عروض وجود اندر بحیثیت ذات بیچون
و بے چگون یکتا او تعالی بذات خود حق و عالم و قادر و مرید بیانش صفات ثمانیہ ذات ایزدی اگرچہ
موجودات خارجی باشند اما ذات خداوندی بہ صفات بیچ احتیاج ندارد بہ ذات خود عالم است
نہ بصفت علم و بذات خود قادر است نہ بصفت قدرت۔ ناگفتہ نمائند کہ خود عالم کمالات ذاتیہ عین
ذات او تعالی بوده و صفات ثمانیہ حق تعالی ظہورات آن کمالات ذاتیہ است در مرتبہ دیگر و مرتبہ
صفات غیر مرتبہ ذات مقدس است۔

س: در صورتیکہ او تعالی بہ صفات حاجت ندارد فوائد صفات چہ خواہد بود؟

جواب: صفات ثمانیہ ذاتیہ او تعالی دارے فوائد زیادی بوده کہ یکی ازان جمله آن است
کہ اگر صفات مذکورہ در بین حق تعالی و بین عالمیان حائل نباشد و شغشغان ذات او تعالی عالم
یرسد در آن وقت عالم بدون طعمہ حریق چیز دیگری نخواہد بود زیرا کہ عالمیان تاب تو ان شغشغان تجلی
ذات مقدس ندارند اما صفات ثمانیہ چون ظہورات کمالات ذاتیہ اند و در مرتبہ ثانی قرار دارند بنابراین
مناسبت فی الجملہ بعالم داشته و سبب مبادی فیوض عالمیان گشتہ اند و عالم بواسطہ مبادی فیوض
خود کہ صفات ثمانیہ حق تعالی است۔ از ذات حق تعالی مستفیض می شود زیرا کہ عالم بذات او تعالی
بیچ مناسبت ندارد۔ اگر صفات ثمانیہ وجود نداشته باشند عالم از ذات او تعالی بیچ استفادہ کردہ نمیتواند

حضرت امام در مکتوب میفرماید که ذات مقدس او تعالیٰ برے او تعالیٰ به آن علم معلوم است که عین ذات او تعالیٰ است و حق تعالیٰ بذات خود حی است و بذات خود عالم است نه به صفت علم و علمیکه از صفات باشد به درک ذات مقدس نمی رسد۔

سوال: در صورتیکه علم او تعالیٰ که از صفات او تعالیٰ است بذات او تعالیٰ رسیده نمیتواند پس عارف چگونه از ذات او تعالیٰ بحث کرده می تواند۔

جواب: عارف دلائل را به تجلی افعال و صفات فعلیه او تعالیٰ رنگین و به تجلیات آنها منعکس میگرداند و این انعکاس سبب عروج او به صفات ثنائیه میگردد و باز به سبب انعکاس صفات ثنائیه قابل عروج به کیف مرتبه ذات مقدس گردیده و به انعکاس آن مرتبه مقدسه نیز رنگین میگردد و بیان عارف از مرتبه ذات مقدس به سبب آن انعکاس است که از تجلی ذات او تعالیٰ به او رسیده است مقوله مشهور است که میگویند: بیت

علم حق در علم صوفی گم شود این سخن کے با و مردم شود

یعنی علم او تعالیٰ که از صفات او تعالیٰ است در مرتبه ذات او تعالیٰ معدوم است یعنی از آن مرتبه مقدسه پایان تراست و علم صوفی که انعکاس ذات مقدس او تعالیٰ است در آن مرتبه رسیده است و می رسد۔ آنچه میفرماید صادر اول چه بود الخ یعنی فلاسفه یونان گفته اند که عقل اول از ذات مقدس او تعالیٰ بدون اراده یعنی بالا ایجاب موجود گردیده و از عقل اول عقل ثانی و فلک اول موجود گردید و باز عقل ثانی سبب پیدایش عقل ثالث و فلک دوم گردیده علی هذا القیاس تا به عقل عاشر گفته اند و عقل عاشر عقل فعال میگویند و این جا محشی مکتوبات قدسی آیات در حاشیه یک غلطی کرده که صادر اول را به عقل فعال ترجمه کرده است بلکه به نزد حکماء یونان صادر اول عقل اول است و عقل فعال عقل عاشر است چون قول حکماء یونان یک کذب محض بوده۔ بنابراین حضرت امام قول حکماء را تردید میفرماید که صادر اول چه بود که بدون پرده صفات در اوار ذات او تعالیٰ مضمحل و ناچیز نگردد یعنی قول عقول عشره غلط محض است۔ آنچه میفرماید مصرع

سیاهی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است الخ

یعنی ممکنات مربوط ظلال صفات او تعالیٰ است و ذات آہناتوسط صفات مخلوق گردیدہ و
 این ظہیت در ذات آہناتوسط صفات او تعالیٰ ہیچ مناسبت ندارد و آنچه میفرماید
 و من بعد هذا ما یدق صفاتہ الخ یعنی بعد ازین معاملہ قرب ذات مقدس او تعالیٰ است
 کہ در تعبیر نمی گنجد۔ آنچه میفرماید بندہ حق نشود الخ یعنی بندہ ہر وقت بندہ است۔ مصرع
 زمین فلک شود و آدمی خدا نشود

اما از فضل او تعالیٰ دوستان او تعالیٰ از ذات مقدس او تعالیٰ جدا نمی باشند و بہ سبب
 محبتی کہ بہ آہناتوسط صفات او تعالیٰ می باشند و در حق آہناتوسط صفات او تعالیٰ است یعنی
 آہناتوسط صفات او تعالیٰ و خداوند با ایشان است و دیگران نہ چنان است زیرا کہ اگرچہ او تعالیٰ با آہناتوسط
 لکن آہناتوسط صفات او تعالیٰ محروم و مجبور اند چنانچہ عارفی فرمودہ است۔

یا نزدیک تر از من بہ من است این عجب تر کہ من ازو دورم

یعنی ذات مقدس او تعالیٰ با تمام عالم یک معیت بلاکیف داشتہ می باشد اما مجبوران را بہ او تعالیٰ
 معیت نبودہ و مجبوران را صاحبان محبت بواسطہ محبت کہ با آہناتوسط صفات او تعالیٰ گردیدہ حضرت آہناتوسط
 ذات او تعالیٰ معیت داشتہ می باشند و در حق شان معیت از جانبین است۔ اما در حق دیگران
 از ان طرف معیت بودہ و این طرف ہجران است۔ حضرت امام در مکتوب میفرماید کہ در بین مجاہدان
 و ذات او تعالیٰ ہیچ حجاب نیست زیرا کہ آنحضرت میفرماید کہ شخص با کس است کہ باو محبت
 داشتہ باشد و محبت ہیچ دقیقہ حجاب را نمی گذارد زیرا کہ حجاب مانع معیت است خلاصہ
 اینکہ معیت دو نوع است یک معیت عامہ است و دیگر معیت خاصہ معیت عامہ نصیب ہم
 عالم است اما معیت خاصہ کہ از جانبین است نصیب دوستان خاص او تعالیٰ است چنانچہ
 تفصیل ان گذشت۔ آنچه میفرماید اگر از اصل بالا نرود الخ یعنی اگر عارف از اصول خود کہ ظلال صفات
 و خود صفات او تعالیٰ می باشد بالا نرود آئین را چہ فائدہ بود یعنی سبب ایجاد عالم و فائدہ
 ایجاد وصول و رسیدی است بہ ذات ایندلا یزال و محبوب یا جمال اگر آن میسر نشود فائدہ ای

عالم مقہومی نخواہد داشت۔ بزرگی میفرماید بیت

گفتم روم بخواب کہ بینم جمال دوست آہم نشد بیسرو سودای خام شد

خلاصہ اینکه نزد عاشقان او تعالی آمدن بے معرفت بدون ما حاصل است۔ بیت

درین دیار بیدان زندہ ام کہ گاہ گاہے نسیم عاطفے زان دیار می آید

آنچه میفرماید اتصال بہ ہل در ہمہ وقت داشت الخ یعنی در وجود انسان کہ ظلال صفات او تعالی بود

است در وقت محرومیت نیز یک اتصال بلا کیف در حق او موجود است اما بے فائدہ۔ افغانی

جانان لہ ماسرہ قریب دی زچہ غافل ہمہ محرومہ پانہ شومہ

آنچه میفرماید کار نیست کہ اصل را در رنگ ظل زینہ باید ساخت الخ یعنی مردان او تعالی اصول خود را

زینہ ساختہ و بہ سبب انعکاس تجلیات افعال و صفات مقدس او تعالی بہ ذات مقدس رسیدند

آنچه میفرماید جواب نہ آفاقی است و نہ انفسی الخ یعنی سیر آفاقی و انفسی ناوقتہ است کہ سالک از آفاق و

انفس نگذرشتہ باشد و بعد از ان سیر اقربیت است کہ سیر صفات او تعالی است و رسیدن بہ تجلیات

ذاتیہ او تعالی است و این سیر اعارفان کامل سیر اقربیت می نامند زیرا کہ افعال و صفات ثمانیہ و

ذات مقدس او تعالی از بابا نزدیک تر اند، آنچه میفرماید این سیر این اشکال نزدیک از باب این سیر

کہ از باب علم بوند الخ یعنی عارفان کہ بہ سیر اقربیت میرسند و نوع اندیکہ از باب علم اند و دیگری

از باب جہل۔ یعنی صاحبان کشف و بدون کشف، پس نزدیک از باب کشف این سیر اقربیت چنان

تفصیل وار معلوم است چنانچہ سیر دہلی و آگرہ۔

حضرت امام محبوبیت خود را اظہار فرمودہ و تخریث نعمت می کند ضرب مثل مشہور است کہ

”خدا دادہ را خدا دادہ است“ لے عزیز جذبات خداوندی حضرت امام را بکجا رسانیدہ است کہ عقل غفلار

در تصویر آن حیران است۔

آنچه میفرماید کہ طاقت حائل ندارد الخ یعنی در معیت عارف بہ او تعالی ہیچ حایلی وجود ندارد۔

زیرا کہ سر دارد و عالم معیت فرمودہ و معیت مانع حجاب بودہ و ہیچ حجاب را نمی گذارد۔

مکتوب بست و ہفتم

حضرت امام میفرماید، این دولت مربوط بحصول ولایت خاصہ است، یعنی گذشتن از مقاصد و ہواہائے نفس مربوط بولایت خاصہ است۔ پوشیدہ نماز کہ ولایت خاصہ دو نوع است۔

(۱) ولایت خاصہ بمعنای عام است کہ ولایت تمام انبیاء عظام است از ہر کدام شان کہ بورہ باشد و در این ولایت عارف بواسطہ فنا و بقا از خواہشات نفس ربانی می یابد۔

(۲) ولایت خاصہ یعنی خاص اشخاص است کہ تنہا ولایت آنحضرت است کہ درجہ انتہائی ولایت خاصہ می باشد، این مکتوب شریف مراد از ولایت خاصہ بمعنای عام است کہ عارف بواسطہ فنا و بقا بہ عروج و نزول مشرف و از خواہشات نفس ربانی می یابد بہ ولایت ہر نبی کہ برسد۔

تذکرہ: ولایت خاصہ یک قرب خاص است اما تمام مومنان در ولایت عامہ شریک اند و حق سبحانہ ہمہ مومنان را دوست میدارد چنانچہ حق تعالی میفرماید کہ "خدا دوست آنان است کہ ایمان آورده اند" اگرچہ این ولایت عامہ ہم یک نعمت بزرگی است اما این قدر است کہ در این ولایت عامہ انسان از خواہشات نفس ربانی نمی یابد و ایمان شان ایمان قلبی است و در مراتب ولایت خاصہ ایمان نفس نیر میسر است شتان بیگمہا، انچہ میفرماید بعضی از بانیستہا ازین قبل است کہ حصول آن از خارج است انچہ۔ تبصرہ: تا زمانیکہ نفس امارہ تزکیہ نشدہ و ساوس انسان و ساوس داخلی بورہ و مرض و ذاتی است اما بعد از تزکیہ نفس اگر وسوسہ رخ دہد و وسوسہ خارجی است کہ القاکنندہ آن شیطان است و این نوع وسوسہ خارجی زود گذر بودہ و بعارف تا بثرے وارد کردہ نمی تواند و شیطان بہ گفتن لا حول می گزیرد اما نفس انسانی تا کہ تزکیہ نشود مقابلہ اوسد سکندری است۔

مکتوب بست و ہشتم

در این مکتوب شریف حضرت امام در اطراف ثواب صدقات و خیرات کہ بہ ارواح موتی کردہ میشود

بیان فرمودہ ہدایت می دہد۔

تبصرہ: ہر عمل نیک و پسندیدہ کہ از ہر فردی از امتان آنحضرتؐ اجرا میگردد از اجراء آن عمل ہر قدر ثوابیکہ بہ عامل میرسد بہمان پیمانہ ثواب بہ آنحضرتؐ نیز راجع میگردد۔ نیز کہ پیروان آنحضرتؐ ہر عمل خوبی را کہ انجام میدہند یا ساس ہدایت و متابعت آنحضرتؐ است لہذا آنحضرتؐ بہ ثواب کاریہای نیک فردی فردی از افراد امتان شان شریک اند صدقہ بہ ارواح موتی نیز از حجلہ اعمال نیک است۔ بنا بر آن ہر قدر صدقہ قاتیکہ بہ ارواح اموات کردہ میشود آنحضرتؐ نیز در ثواب ان شریک است یعنی ہمان قدر ثوابیکہ ازین عمل صدقہ بہ میت مطلوب میرسد بہمان پیمانہ ثواب بہ آنحضرتؐ نیز میرسد۔ پوشیدہ نمائد کہ در این مکتوب شریف از فرمایش حضرت امام چہین معلوم میشود کہ اگر در صدقہ قاتیکہ بہ ارواح موتی کردہ میشود آنحضرتؐ نیز شریک ساختہ شود در این صورت اگرچہ ثواب این صدقہ بروح میت بہ آنحضرتؐ نیز میرسد اما روح میت بحضور آنحضرتؐ نہ میرسد و اگر صدقہ کنندہ صدقہ را تنہا بہ میت بدہد آن میت ثواب آن صدقہ را گرفتہ بحضور آنحضرتؐ مشرف میشود و از ان جناب اخذ فیوض و برکات می نماید۔ بنا بر ان در صدقہ میت آنحضرتؐ شریک ساختہ نشود تا سبب تشرف میت گردد و نیز ناگفتہ نمائد کہ چون حقوق آنحضرتؐ از حقوق دیگران فوق تر است لہذا می باید کہ در وقت صدقہ یک قسمت صدقہ را تنہا برائے آنحضرتؐ و قسمت دیگر را بروح میت بدہد در این صورت ہم احترام برادر دو عالم و ہم امید تشرف آن میت است بحضور برادر دو عالم و در صورت شرکت آن میت از مشرف شدن بحضور آنحضرتؐ محروم می ماند۔

سوال: سبب تشرف و عدم تشرف چیست؟

جواب: سبب تشرف میت در صورت عدم اشتراک آن است کہ آنحضرتؐ بدین شتراک ہم در ثواب میت شریک و نیز برائے میت یک فقر است کہ بواسطہ او با آنحضرتؐ ثواب رسیدہ و او بحضور مبارک مشرف می شود۔ آنچہ میفرماید از برائے قبول آنحضرتؐ کہ مقبول و محبوب است بہمانہ کافی است الخ یعنی اگر شخص بدون نیت خالص ہم درود بخواند ثواب آن با آنحضرتؐ میرسد زیرا کہ ذات مقدس او

محبوب رب العالمین است و در حق محبوب بہانہ کافی است و اگرچہ بخوانندہ درود کہ بدون نیت خوانندہ باشد از ثواب محروم است۔

مکتوب بست و نهم

حضرت امام میفرماید: ہمان محل باعث ازدیاد ایمان است بہ قرآن الخ یعنی معانی بعض کلمات قرآن شریف کہ از درک بشر بلند است و در فہم نمی گنجد دلیل آن است کہ قرآن معجز است و از فہم بشر بلند است و نیز کلام او تعالیٰ بے چون مطلق است و عالم تشکل از چون و چندان است و چون بہیچون مناسبت ندارد بتبار آن از فہم کلام بہیچون عاجز و قاصر است و نا فہمیدن دلیل آنست کہ این کلام کلام خداوند بوده و بہیچون است۔

حضرت امام در مکتوب بے میفرماید کہ اطلاق نورسم در مرتبہ کلام نفسی بہ قرآن کردہ نمیشود الخ یعنی کلام نفسی بے کیف است و نور یک چیز تکلیف است لهذا اطلاق نور یکہ بقرآن شدہ است این اطلاق در مرتبہ نزول و منزل است اما در مرتبہ خود کلام نفسی اطلاق نورسم بقرآن نمیشود زیرا کہ قرآن از نورسم بلندتر است۔

مکتوب سی ام

حضرت امام میفرماید: گر نگردد باز مسکین زین سفر الخ

تبصرہ: روح انسان قبل از آنکہ در بدن تعلق گیرد مقام آن فوق عرش و متوجہ عالم قدس بودہ است ازینکہ قرب بیشتر و ترقیات روح در مقام اصلی روح امکان پذیر نہ بودہ و جہادنداشتہ بتباران حکمت حق تعالیٰ مقتضی آن شدہ کہ روح در بدن انسان تعلق گیرد تا ہمراہ نفس مجاہد کند و بواسطہ این مجاہدہ بہ ترقیات و قرب بیشتر مشرف گردد۔ بتباران روح را در بدن جائے داد۔ پوشیدہ نماند کہ روح بعد از تعلق در بدن عالم علوی را قرا موش و گرفتار عالم سفلی گردیدہ اما حق تعالیٰ خواستہ بود کہ مقام اصلی روح را دوبارہ بیاد او بدہد و ترقیات عالی نصیب او گرداند۔ بتباران از فضل و کرم خویش

حضرات انبیاء عظام را مبعوث گردانید تا مقام اصلی روح را پیدا و بدینہد و از ان مقام سابق خود نیز ترقی کنند و بہ ذات مقدس رسیدہ شود۔

کسانیکہ دعوت انبیا را قبول و متوجہ عالم قدس گردیدند در نتیجہ ہر انتہائی رسیدند و کسانیکہ دعوت را قبول نکردند گمراہ و مغضوب گردیدند خلاصہ اینکہ از برکت مجاہدہ است کہ خواص بشر از خواص ملک افضل گردیدہ اند و فاجران اہل ہایم ہم پائین تر پانندہ اند۔ اولئک کالانعام بل ہماصل۔
و آنچه میفرمایند چون از ان اصل بکرم حق تعالی اورا عروج واقع شود اصلی کہ فوق آن اصل است الخ

تبصرہ: تجلی کہ در وجود انسان است ظلال افعال او تعالی است و افعال و صفات فعلیہ او تعالی ظلال صفات ثبوتیہ می باشد و شیونات و اعتبارات ظلال و پرتو ذات مقدس او تعالی است پس وقتی کہ انسان طرف اصول خود عروج فرماید اول بصفات فعلیہ رسیدہ و در آنجا بقا و بقا برائے وی حاصل میگردد یعنی عالم ممکنات را فراموش و صفات فعلیہ مشہود او را بگشت و خود را عین صفات فعلیہ او بدیافت و بہ انعکاس صفات فعلیہ منعکس خواہد گشت اما ناگفتہ ماند کہ این فنا فناء ابتدائی و صوری است نہ حقیقی زیرا کہ صفات فعلیہ بر رخ و جوب و امکان است و عین و جوب نیست و وقتی کہ عارف بہ عنایت خداوندی از صفات فعلیہ عروج و بہ صفات ثبوتیہ برسد در آنجا بقا و بقا حاصل و بہ انعکاس صفات ثبوتیہ منعکس خواہد گشت ہذا عروج شیونات و اعتبارات را نیز ہمین ترتیب قیاس باید کرد بالاخرہ عارف مظہر تجلیات ذاتیہ گردیدہ و پرتو تمام اصول عالیہ بمنزلہ اجزائے او میگردد و وقتی کہ این عارف ذاکر شود تمام اصول او ذاکر میگردد زیرا کہ او مظہر تمام تجلیات اصول خود گردیدہ و دیگران تنہا زبان خود را اندوا از تجلیات و انعکاسات مراتب اصول بے خبر اند پس در بین عارف و دیگران فقط مشارکت صوری است و در معنی هیچ مشارکت ندارند حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم در مکتوبی میفرماید حاصل فرمودہ شان اینکہ عارف بدیگران قیاس نمی شود زیرا کہ تجلیات عالم و جوب در بین عارف ممکن گردیدہ و در حجرۂ او جائے گرفته و در بین او و مراتب و جوب هیچ مجلے نمائندہ است بنابر ان ہرچہ عارف را بعوام قیاس نباید کرد۔ ناگفتہ ماند کہ علمائے ظواہر ازین معرفت بے خبر اند و علم تصوف و

راہ سلوک و طریقت را بہ بدعت منسوب ساختہ و از حقیقت شریعت بہ صورت شریعت اکتفا کردہ
و از حقیقت آن کہ بطن قرآن است گریزان اند و دیگران را نیز می گریزانند نمی دانم کہ جرم آنها چہ طور خواہد شد
کہ مردم را از حقیقت قرآن بازمی دارند و بطن قرآن را نمی شناسند بیت

قدسی ندانم چوں شود سوئے باز از جزا او نقد آمرزش بکف من جنس عصیان در غل

مصرع چوں ندیدند حقیقت رہے افسانہ زدند

بل الا انسان عدو لما جھل یعنی انسان دشمن آن است کہ نمی داند از عدم علم است کہ متابعت
سردار دو عالم را محصور در متابعت ظاہری ساختہ اند و از حقیقت متابعت کہ داراے مراتب ہفتگانہ
بودہ و تفصیل آن در مکتوب نمبر ۵۳ دفتر دوم مکتوبات قدسی آیات درج است بے خبر ماندہ اند
مقولہ مشہور است کہ میگویند

عاقل بہ خرد خوش است و مجنون بہ جنون

کل حزب بما لدیہم فرحون و نیز علمائے ظواہر از معراج مومنین کہ در نماز است بے خبر اند و از عروجاتی کہ
در نماز دست میدہد بے بہرہ بودہ و نماز را مقصود بر ارکان ظاہری پنداشتہ اند بیت
چو آن کرے کہ در سنگ نہان است زمین و آسمان او همان است

بے مضمون حدیث قدسی است کہ حق تعالی میفرماید اولیائے من تحت قبائے من مستور اند کہ غیر از من
آنها را کسی نمی شناسد حضرت امام در مکتوبی میفرماید غیبتیکہ خداوند بہ دوستان خود در دہی خواہد کرد
دیگران آنها را بشناسند بلی اولیائے خدا کہ معشوقان و محبوبان او تعالی ہستند لہذا و تعالی محبوبان
و معشوقان خود را بہ دیگران نشان نمی دہد آنچه میفرماید ایمان و معرفت و سایر کمالات را بر این معنی
قیاس باید کرد الخ یعنی ایمان دیگران تقلیدی و استدلالی خواہد بود چنانچہ عوام و علمائے ظواہر بہ آن
ایمان مومن اند و ایمان اولیائے کرام ایمان شہودی است کہ بہ مراتب از ایمان استدلالی بلندتر است بیت

محمد دیدہ و موسیٰ شہیدہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

بیت گر بہ استدلال کار دین بودے فخر رازی را ز در دین بودے

حضرت مولانا یعقوب چرخ در تفسیر خود در حق امام رازی میفرماید: بیت

چونکہ او من لم یذاق لہ یدرہور علم و تحصیلات او حیرت فرزد

حضرت حجت الاسلام امام غزالی میفرماید کہ علم حجاب اکبر است شرح فرمودہ شان چنین است کہ ولایت عبارت از تیان ماسوی است و علوم بسیار سبب گرفتاری بسیار است پس تا تمام ماسوی فراموش نگردد فلاح حاصل نیست و بقا خود فرع فنا است پس معلوم گردید کہ علوم اشیا حجاب اکبر است۔ تذکرہ: در وقت عروج تمام ماسوا فراموش میگردد اما در وقت گرفتن انعکاس صفات او تعالی و مقام تزل تمام علوم اعادہ میشود اما عارف گرفتار ماسوی نمی گردد۔

سوال: و قتیکہ علم ماسوی اعادہ گردد فلاح فائزہ خواهد داشت۔

جواب: فنا و بقا گرفتاری ماسوی را معدوم میگرداند و عارف مرجوع اگرچہ ماسوی را میدانند اما گرفتار ماسوی نمیگردند و عروج تعلق گرفتاری او را از عالم مقطوع ساخته و این شغل او بہ عالم صرف برائے ہدایت عالم است نہ بسبب گرفتاری بہ عالم و شغل دیگران بعالم بہ سبب گرفتاری آنها است۔ بزرگان اسلام فرمودہ اند کہ صوفی کائن و بائن است یعنی در ظاہر با خلق و در باطن با او تعالی است۔ صوفیہ دل بیار و دست بکار اند و بہ سبب تفریق لطائف ظاہر از باطن جدا گردیدہ شغل ظاہری عارف مانع عروجیات باطنی او نمی گردد اما دیگران نہ چنان است و چون در ایمان مراتب متفاوتہ موجود است بنا بران لازم است تا نکاتی چند در بارہ زیادتی و عدم زیادتی ایمان تذکر دہیم۔ باید بخاطر داشت کہ ایمان دو نوع است یکے استدلالی است و دیگر شہودی۔ باید دانست کہ تاحیات آنحضرت ایمان استدلالی بہ اعتبار مومن بہ زیاد میگردد و بعد از انتقال آنحضرت ایمان استدلالی بہ اعتبار مومن بہ زیادہ نمی شود زیرا کہ مومن بہ ہا انتقال آنحضرت بہ انجام رسید و نصوص دیگر نازل نمی گردد اما ایمان شہودی بہ اعتبار مومن بہ بعد از وصال آنحضرت نیز دارائے زیادت و نقصان می باشد چنانچہ کسانی کہ بہ شہود صفات ذاتیہ رسیدہ اند ایمان شہودی آنها نسبت بہ کسانی کہ بہ صفات فعلیہ رسیدہ اند زیادہ تر است و کسانی کہ بہ شہود شیونات و اعتبارات مشرف اند ایمان شہودی آنها بہ نسبت

عارفیکہ بہ صفات ثبوتیہ رسیدہ است بشیر است و محبوبان کامل کہ بوصول بلا کیف بمنزبہ کیف ذات مقدس او تعالیٰ رسیدہ اند ایمان شان نسبت بایمان دیگران با صغاف مضاعف زیاد تر است و اولیاء کامل کہ بہ تجلیات حقیقت کعبہ و بہ حقیقت قرآن و حقیقت صلوٰۃ نیز مشرف اند و دیگران ازین کمالات بے بہرہ اند بایمان ایمان شہودی شان بہ نسبت ایمان شہودی دیگران زیاد تر است حضرت عروۃ الوثقیٰ در بارہ حقیقت صلوٰۃ میفرماید بیت

چکد مشک ترا ز دستم گران کیسو بدست افتد در صبح از گریبانم گران مہ در کنار آید

حقیقت صلوٰۃ تجلیات بلند است کہ اولیاء بسیار کامل بآن مشرف اند و ہر ولی بدان مقام رسیدہ نمی تواند اما ایمان بہ معنی یقین زیادتی نداشته باز ہم در انجلا و نورانیت فرق داشتہ می باشد۔

مکتوب سی و یکم

حضرت امام مولانا بدرالدین را توصیہ میفرماید کہ ازین سخنان بے حقیقت باید گریخت لہٰذا حاصل فرمودہ حضرت امام اینکہ عالم مثال جائے بودن نیست بلکہ بمنزلہ آئینہ است کہ عوالم دیگر دران نمایاں میگردد و جائے بودن عالم ارواح و عالم اجساد و جنت و جہنم است اینقدر است کہ عارف تصفیہ لطائف خود را در عالم مثال مشاہدہ میکند و شہود عالم مثال از جملہ بشرات است و بہ سیر آفاقی تعلق دارد و تصفیہ خود لطائف بہ سیر نفسی مربوط است یعنی سالکی کہ هنوز بہ تصفیہ لطائف مشرف نشدہ بلکہ انوار اہل بزرگ سرخ و سبز و غیرہ در عالم مثال بے بیند این سیر آفاقی است و بہ منزلہ خواب از جملہ بشرات است و عارفیکہ لطائف او تصفیہ گردد و صفائی آترا در نفس خود بے بیند این سیر نفسی است و بعد از ان سیر اقربیت است۔ خلاصہ اینکہ بعد از سیر آفاقی سیر نفسی است و بعد از سیر نفسی سیر اقربیت است کہ اکثر اولیاء کرام از ان بے خبر اند۔ سیر اقربیت سیر خود مراتب و جوب بودہ اما در سیر آفاقی ظلال بعیدہ و در سیر نفسی ظلال قریبہ می باشد و سیر عالم و جوب سیر اقربیت است کہ مراتب و جوب است کہ نصیب بعض بزرگان است بصرع نہ ہر کہ سر بر تراشد قلندر ی داند

تبصرہ: عالم کبیر بدو حصہ منقسم گردیدہ کہ نصف آن فوق العرش و نصف آن تحت العرش است یعنی عالم امرفوق العرش و عالم خلق تحت العرش است۔ عالم امر عبارت از قلب توری، روح، سرخفی و اخفی می باشد، و عالم خلق عبارت از عناصر اربعہ و نفس ناطقہ است و نفس ناطقہ شجرہ عناصر اربعہ است و انسان مرکب ازین اجزائے ده گانہ است۔

سوال: انسان بر علاوہ ده جز متذکرہ دو جز دیگر ہم داشته می باشد و آن عبارت از خیال و عقل است بنا بران انسان دارائے اجزائے دوازده گانہ گفته می شود کہ در اینجا از دو جز اخیر الذکر تذکرہ عمل نیامده علت آن چه خواهد بود؟

جواب: عقل یک قوه ایست مربوط بہ نفس کہ مرکز آن در قلب و بار داغ است و یک امر مستقل نیست و ادراک او مربوط بحواس است و خیال نیز یک نمونہ عالم مثال و در وجود انسان بود اما یک جز مستقل موجود نیست با آن عالم مثال موجودی مہم تمام است۔ بنا بران این دو جز را یاد نکرده اند۔

پوشیدہ نماں کہ عالم مثال بالائے عرش و تحت عالم امر است و این عالم یک موجود مہم تمام است بر عکس سراب کہ یک مہم موجود نما است و نیز ناگفتہ نماں کہ عالم مثال جائے بودن نیست بلکہ بمنزلہ آئینہ می باشد کہ عالم امر و عالم خلق دران نمایان است حتی چیزائے گذشتہ و آئندہ نیز دران نمایان و مہم پیدا بودہ و معانی خفیہ قلب نیز درانجا نمایان است و حتی تمام افعال شایستہ و ناشایستہ آئندہ انسانی از قبیل قتل و خونریزی و غیرہ و غیرہ نیز درانجا معلوم میگردد از ہمیں ناجیہ بودہ کہ خونریزی ہائے آئندہ بشریت را ملائک در عالم مثال دیدہ در ابتداء خلقت حضرت آدم علیہ السلام عین نکتہ را بحضور پروردگار عالم عرض کردہ اند۔ خلاصہ اینکہ خیال ہم یک جز ضعیف انسان است و مثل اجزائے دیگر وجود محقق و مشاہدہ ندارد اما فوائدیکہ خیال دارد قرار ذیل است۔

۱) سبب ادراک مقامات و عروجات است عارفیکہ خیال داشته باشد تفصیل مقامات عروج و قرب خود را بیان کردہ میتواند صاحب کشف است و عارفیکہ خیال ندارد اگر چه صاحب قرب ہم بودہ باشد از تفصیل مقامات بہ خبر است۔

سوال: ہر انسان دارے خیال می باشد سبب چیست کہ بعضی عرفا صاحب کشف بوده و برخی صاحب کشف نیست؟

جواب: خیال بدو قسم است (۱) خیالی ست کہ قرب لطائف دران منتقش میگردد۔
 (۲) خیالی ست کہ قرب لطائف دران منعکس نمی شود؛ تا بران این عارف دوم صاحب کشف نمی باشد ناگفته نماند کہ کشف سبب برتری عارف نیست اما خیال و کشف سبب ادراک کمالات است از اینجاست کہ فرمودہ اند لولا الخیال لسترا الحال یعنی اگر خیال نہ باشد حال مستوری ماند۔ بعضی بے خبران غلط میکنند کہ میگویند لولا الخیال لبطل الحال زیرا کہ بہ سبب نابودن خیال و عدم ادراک آن حال باطل نمی شود بلکہ حال مستور بودہ و در ادراک نمی آید و علمای معقول می گویند کہ دہم در محسوسات سیر میکند و عقل در معقولات۔ صوفیہ کرام میفرمایند چیزیکہ در دنیا نمونہ داشته باشد در خیال منتقش میشود چنانچہ ظلال صفات او تعالی۔ زیرا کہ صفات بندہ نمونہ ظلال صفات او تعالی است و ذات مقدس او تعالی در خیال نمی گنجد زیرا کہ نمونہ ذات او تعالی در دنیا وجود ندارد۔ ناگفته نماند کہ خیال اگرچہ سبب برتری مقامات نیست مگر سبب بصیرت است حضرت امام میفرماید عارفیکہ صاحب علم یعنی کشف است مقامات قرب عالم و جوب را منزل بہ منزل می شناسد و عارفیکہ صاحب کشف نیست اگرچہ قرب داشته باشد مگر بصیرت ندارد الخ۔ مقولہ بزرگان قدیم است کہ میگویند منامن علم و منامن جہل یعنی بعض مایان صاحب علم و کشف و بعضی مایان بے کشف می باشیم در اینجا مراد از علم کشف است نہ علم ظاہری۔ زیرا کہ علم بظاہر موقوف نمی باشد۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ کہ سی ہزار احادیث و ہفت لک از فرمایشات اولیائے کرام بہ یاد او بود در شان حضرت ابوالحسن خرقانیؒ میفرماید کہ اگر شیخ ابوالحسن خرقانی و خواجہ عبداللہ طاقی نمی بودند عبداللہ عبداللہ نمی شد با آنکہ حضرت ابوالحسن خرقانی عالم نبود و در شان ابوالحسن خرقانی میفرماید کہ او عالم نبود و بعضی مسائل را از من می آموخت اما غوث روزگار خود بودہ اند۔ انچہ میفرماید بسیار است بے آنکہ از حق غائب شود الخ یعنی بعضی بزرگان عالم مثال را

بوقت استغراق و غائب شدن از حس می بیند و بعضی عارفان که صاحب کشف اند بدون غائب شدن از حس عالم مثال را مشاهده می نمایند بعض چیزهای آئنده را نیز در عالم مثال می بینند زیرا که علم شان پر تو خداوندی گردیده و متخلق با خلاق الهی باشد.

مکتوب سی و دوم

حضرت امام میفرماید درین موطن اگر وصل است الخ یعنی در مشاهده تجلی صوری وصل میسر نیست بلکه فصل است زیرا که آنها عالم وجوب را ندیده اند بلکه امکان را بعنوان وجوب دیده و ممکن را واجب دانسته اند، ناگفته نماند که تجلی صوری داخل علم الیقین بوده و بحال و عین الیقین ارتباط ندارد. آنچه میفرماید جوگیه هند و فلاسفه یونان الخ

تبصره: جوگیه هند و فلاسفه یونان به سبب صفای نفس از کثوفات کونی یا خیر بوده اما از کثوفات عالم وجوب عاجز اند زیرا که صفای نفس بمتابعت شریعت مربوط نیست بلکه بواسطه عبادت و جوع میسر گردد و تزکیه نفس چون بواسطه متابعت شریعت غایب میگرداند از کثوفات الهی بآن مربوط است. تذکره: در این مکتوب شریف در سطر ۱۸ در مطبوعه غلطی واقع شده و جمله حال تمام میگردد را حال تمامی گردد طبع کرده است و مراد حضرت امام آنست که آن علم است و حال نیست مگر حال تمام است و در مطبوعه حال تمامی گردد طبع شده است. آنچه میفرماید و نیز در آن تجلی مشهور کثرت است الخ یعنی صاحب تجلی صوری کثرت ممکنات را بعنوان وجوب دیده است و عالم وجوب را مشاهده نکرده است. آنچه میفرماید همانا که صور را مغز خیال کرده است الخ یعنی مولانا بدرالدین مشهور خود را مغز خیال کرده حالانکه مشهور او صورت و امکان بوده که پوست است و بسیار بعید است از مغز.

مکتوب سی و سوم

حضرت امام میفرماید مراد از کفر کفر طریقت است الخ یعنی اسلام دو نوع است.

اسلام صوری و اسلام حقیقی، اسلام صوری اسلام علمائے ظواہر است کہ مصداقات قضایاے شرعیہ را اگرچہ ندیدہ اند مگر بآن گرویدہ اند۔ اسلام حقیقی اسلام صوفیہ محققین است کہ مصداقات مسائل شرعیہ را مشاہدہ کردہ اند و ایمان آہنہا ایمان شہودی است و این ایمان از زوال محفوظ است اگرچہ محفوظیت آن قطعی نبودہ اما ظنی و اطمینانی می باشد زیرا کہ حفظ قطعی بہ نصوص مربوط است چنانچہ در حق عشرہ مبشرہ۔

کفر نیز دو قسم است: (۱) کفر ظاہر (۲) کفر طریقت۔ کفر ظاہر چنانچہ کفر یہود و ہنود و غیرہ و کفر طریقت کہ آنرا کفر حقیقی گویند کہ عبارت از رسیدن بمرتبہ جمع است و مرتبہ جمع واجب و ممکن را یک چیز دین است کفر و اسلام را یکسان دانستن است۔ کفر طریقت اگرچہ چہل است مگر محمود است زیرا کہ نشان آن غلبہ محبت است بحق سبحانہ و تعالیٰ۔ باید دانست کہ این مساوات کفر و اسلام عقیدہ صوفیہ وجودیہ نیست بلکہ یک حال است کہ از غلبہ محبت دست دادہ است و در حقیقت عقیدہ این طائفہ مثل عقیدہ مسلمانان دیگر است و دید وحدت در کثرت نیز یک حال است کہ در راہ سلوک سالک بہ آن رو برو میشود و در ثانی ازین مرتبہ ترقی میفرمایند و این دید را ایشان مرفوع میگردانند آنچہ میفرمایند کہ بسیاری دشمنان خانگی کار خود میکنند الخ یعنی دشمن دو نوع است یکے دشمن بیرونی کہ شیطان علیہ اللعنہ است و دیگری داخلی کہ نفس امارہ است۔ عارفانیکہ از وسوسہ دشمن داخلی یعنی نفس ربانی یافتہ و باطمینان نفس مشرف شدہ باشند و وسوسہ دشمن بیرونی کہ شیطان است کدام تاثری بالائے آہنہا وارد کردہ نمی تواند۔ آنچہ میفرمایند عین ثابتہ ظل و عکس و پرتو آن اسم است الخ۔

تبصرہ: صوفیہ وجودیہ و صوفیہ محققین در این مورد اختلاف دارند صوفیہ وجودیہ صفات ثمانیہ حق تعالیٰ را موجود خارجی نمیدانند بلکہ تنہا ذات بحت را موجود خارجی میدانند و بہ تنزلات خمسہ قابل اند یعنی میگویند کہ حق تعالیٰ بصورت علم اجمالی و باز بصورت علم تفصیلی و باز بصورت عالم ارواح و عالم مثال و عالم اجساد ظاہر گردیدہ و این مراتب خمسہ را تنزلات خمسہ و حضرات خمسہ نیز میگویند

زیرا کہ تنزلات عالم وجوب است و نزد این طائفہ ممکنات صور علمیه صفات او تعالیٰ ربی باشند زیرا کہ نزد
 آنها صفات ثنائیہ وجود خارجی نداشته بلکہ داراے وجود علمی بیباش و صورت علمی صفات بصورت عالم
 تشکل گردیدہ پس نزد ایشان مراد از علم عالمیت او تعالیٰ است نہ صفت العلم بواسطہ اینکه صفت العلم
 نزد آنها وجود ندارد و نزد این طائفہ حمل ممکن واجب جائز است بدلیل اینکه صفات ممکنات نزد این طائفہ
 عین ذات است و تعدد خارجی موجود نیست چنانچہ در بین زید و ناطق تعدد خارجی موجود نیست حمل
 صحیح است اما نزد حضرت امام صفات مقدسہ وجود خارجی داشته و عالم ممکنات نیز داراے وجود خارجی ظلی
 بیباشند بنا بران حمل ممکن بر واجب و حمل واجب بر ممکن صحت ندارد زیرا کہ تعدد خارجی موجود است چنانچہ
 کہ در بین احمد و محمود تعدد خارجی موجود است حمل ممتنع است۔ پیشترہ تماند کہ اعیان ثابتنہ نزد صوفیہ وجودیہ
 پر تو صورت علمی صفات است کہ آنرا اعیان ثابتنہ می نامند یعنی موجودات کہ وجود علمی داشته و در علم ثابت
 بودہ وجود خارجی ندارند و نزد حضرت امام اعیان ثابتنہ عبارت از پر تو تجلی صفات ثبوتیہ می باشد۔
 حضرت امام میفرماید کہ ولایت بدون این ایمان متصور نیست الخ یعنی در مرتبہ طریقت و مقام جمع اگر چه
 ولایت خاصہ موجود است ناقص است و در مرتبہ اسلام حقیقت کہ بعد از مرتبہ جمع است ولایت کامل
 میسر می گردد۔ مصرع تیارہ کرا خواہد و میلش بکہ باشد۔

خلاصہ از ولایت عامہ کافہ اسلام بہرہ ور بودہ اما ولایت خاصہ نصیب اولیاء کرام
 بیباش و آنچه میفرماید کہ تا برادر خود را نکشد الخ یعنی تا شیطان را کہ ہمراہ اوست نکشد مسلمان کامل
 نمی شود و نیز مراد از برادر نفس است زیرا شیطان کہ دشمن بیرونی است بہ مک مک نفس کہ دشمن
 خانگی ست انسان را از راہ حقیقت منحرف و گمراہ میسازد، خلاصہ شیطان ہمراہ انسان بودہ و نفس
 ہم ہمیشہ با ایشان می باشد بنا بران این ہر دو را بہ برادر تعبیر نمودن درست است آنچه میفرماید کہ تا
 بہ مادر خود حقیقت نشود الخ یعنی انسان تا زمانی کہ بعین ثابتنہ خود ترسد مسلمان کامل نشود۔

سوال: در نزد صوفیہ وجودیہ غیر از ذات مقدس او تعالیٰ هیچ چیز وجود خارجی نداشته و ندارد
 پس سہ تعین دیگر چگونه داراے وجود خارجی شدہ مینو انتر؟

جواب: مراد از وجود خارجی ظهور خارجی است نہ وجود خارجی چنانچہ صورت زید در آئینہ ظهور خارجی زید است نہ وجود خارجی زید۔ پوشیدہ نماں کہ عین ثابتہ بہ نزد وجود بہ پر توصفات علمی است واسم مری عارف پرتو آن صفت است۔ وجودیہ عین ثابتہ را بہ مادر واسم را بہ پدر تعبیر کردہ اند یعنی بعد از آنکہ سالک بہ پرتو واسم میرسد کہ تعبیر از ان بمادر شدہ بعد از ان بخود اسم میرسد کہ آنرا بہ پدر تعبیر کردہ اند۔ این پرتو واسم بنزد آہتا وجود علمی داشتہ و وجود خارجی ندارد اما بر عکس بہ نزد صوفیہ محققین عین ثابتہ عبارت از پرتو توصفات خارجیہ است کہ اولاً سالک بہ پرتو آن صفت رسیدہ و بعد از ان بخود صفت خواہد رسید۔ ناگفتہ نماں کہ توحید وجودی یک حالت عارضی بودہ و عقیدہ نیست و در ثانی صوفیہ وجودیہ ازین حال و معرفت میگذرند و بہ انعکاس اصل شرف میگردند چنانچہ حضرت امام نیز در ابتدا در مرتبہ توحید وجودی قرار داشت و ہمچنان سید الطائف جنید نیز در ابتدا توحیدی بود چنانچہ مقولہ حضرت جنید است کہ فرمودہ لبس فی جبتی سوی اللہ توحید وجودی بصورت اغلب در مرتبہ علم الیقین است کہ برای عارف در این مرتبہ دست میدہد اما برای بعضی در مقام عین الیقین تیر عارض میشود و شہود محبوب ملغ علم وجود اغیار می گردد و این مقام را توحید شہودی می نامند۔

سوال: ازین بیان معلوم میشود کہ اکثر بزرگان معروف چنانچہ سلطان العارفين و حضرت منصور و غیرہ در مرتبہ علم الیقین بودہ اند و بہ فتا و بقا مشرف شدہ بودند۔ زیرا کہ علم الیقین قبل از وقت است۔

جواب: امکان دارد کہ بعض لطائف شان در ان وقت بہ فتا مشرف و برخی دیگر شان قافی شدہ باشند بنا بر ان بعضی از انہا روح را واجب و برخی دیگر شان خفی و اخفی را واجب دانستہ اند و اگر آہتا ازین لطایف می گذشتند و لطائف شان فتامی یافت و قدسیت عالم وجوب را مشاہدہ می نمودند گریز ممکن را واجب نمی گفتند زیرا کہ آنیکہ قدسیت واجب را مشاہدہ کنند قدسیت لطائف بہ نظر شان حقیر می در آید و حکم بوحث و اتحاد نمی کنند۔

تبصرہ: ظهور توحید وجودی از غلبہ محبت است چنانچہ مجنون در اخیر لیلی شدہ بود۔

تذکرہ: توحید و جودی یک حالت پر کیفیت و محظوظ است زیرا عاشق کہ خود را عین معشوق می بیند بسیار محظوظ خواهد بود حضرت امام در مکتوب میفرماید حاصل فرموده شان اینکہ نمی خواستم کہ توحید و جودی از من زائل شود مگر جذب حق تعالی بجائے کہ میخواستم رسانید پوشیدہ نماںد کہ بسیار بزرگان اسلام در ابتداء توحید و جودی داشتند و در ثانی نظر بترقیاتیکہ نصیب شان گردیدہ بمقام عالی رسیدہ اند۔ چنانچہ سلطان العارفين و حضرت عین القضاة ہمدانی و علامہ محی الدین ابن عربی و حضرت حسن نوری یاد غیبی و حضرت عبدالرزاق کاشی و حضرت مولانا عبدالرحمن جامی وغیرہ۔ خلاصہ اینکہ سلطان العارفين شخصے است کہ دو صد و پنجاہ سال قبل بزرگی ابوالحسن ترقانی را ہمیدہ بود و حسن نوری را بہ آن سبب توری میگویند کہ بہ اطافے کہ حضرت توری تشستہ می بود آن اطاق بدن چراغ بہ انوار روشن می بود و عبدالرزاق کاشی شخصے است کہ امروز اکثر علمائے تالیفات اوراد درست خواندہ نمی توانہ در چہ رسیدہ فہم معانی آن ناگفتہ نماںد کہ امکان دارد کہ حسین بن منصور حلاج در وقت اعتناء از مقام توحید و جودی گذشتہ باشد مولوی عبدالرحمن جامی و قبتیکہ در توحید و جود ندان این ابیات را فرمودہ اند۔

لے دوست ترا بہر مکان می جستم ہر دم خبرت ازین و آن می جستم
دیدم و فہمیدم کہ تو خود من بودی بس منفعلم کہ خود را چرا می جستم

حضرت امام میفرماید چون بہ عنایت اللہ ازین مرتبہ بلند تر سیر واقع شود الخ یعنی مرتبہ جمع بہ نزد جودی ممکن و واجب را یک چیز دیدن است و نزد صوفیہ محققین مرتبہ جمع عبارت از ان است کہ در ابتداء سلوک روح و نفس یکجا متجذب گردد و روح در نفس گم شدہ باشد و مقام فرق عبارت از جدا شدن نفس و روح است کہ نفس را از روح جدا یابند چنانچہ روح در عروج ماندہ و نفس نزول کند و جمع گفتن و جودیہ درست نیست زیرا کہ واجب و ممکن یک چیز نمی شود و متخیر یافتن واجب و ممکن مقام سکر است۔ خلاصہ اینکہ و جودیہ از غلبہ محبت و قلت معرفت روح را بہ عنوان تنزیہ نفس بعنوان تشبیہ دیدہ و سرور واجب است بنا بران ممکن و واجب را یک چیز میدانند و کفر طریقت عبارت از ہمیں مقام سکر میباشد کہ حقیقت ایمان اسلام بعد از ہمیں مقام است۔ مکتوب سی چہام پششرح حاجت ندارد۔

مکتوب سی و پنجم

حضرت امام میفرماید: از این جاست کہ خواص بشر از خواص ملک افضل اند الخ یعنی فضیلت بشر از ملک بچند چیز است: اول: بشر با وجود موانع طاعت میکند و ملک موانع ندارد۔ دوم: اینکه سبب فضیلت بشر بواسطہ داشتن عنصر خاکی است کہ ملائک از ان بے بهره است و مرتبہ خاک در قرب از سمہ لطائف بلندتر است۔ سوم: اینکه ملائک جہاد ندارند زیرا کہ نفس ندارند و انسان دارا نفس بودہ اہذا دارا جہاد نیز می باشد و جہاد سبب ترقی می باشد فصل اللہ المجاہدین۔

مکتوب سی و ششم

حضرت امام میفرماید: اقرب طرق بوصول این تصدیق و بحصول اطمینان قلب ذکر الہی است الخ یعنی ذکر سبب تصفیہ قلب و تزکیہ نفس است و قبل از تزکیہ نفس تصدیق کامل مشکل است زیرا کہ نفس مانع تصدیق بودہ و برخلاف مرادات خداوندی استادہ است نمی بینی صفرائی تا کہ از آلہ صفراء نکند بہ شیرینی نبات تصدیق کردہ نمی تواند خلاصہ اینکه استدلال سبب اطمینان کامل شدہ نمی تواند زیرا کہ وجدان مستدل منکر احکام سماوی است۔ آنچه میفرماید باید دانست کہ مقلدان بیا بعد از اثبات نبوت شان الخ یعنی کسی کہ تصدیق نبوت را بہ استدلال ثابت و از ان پیروی نماید این پیروی و تقلید حضرات ائمہ عین استدلال است۔ و فتنہ کہ نبوت قبول او گردیدہ شایستہ آن شدہ کہ احکام آنرا بدون استدلال قبول می کند۔

مکتوب سی و ہفتم

حضرت امام میفرماید: از اخبار پرآگندہ متوحش نباشید الخ شاید کہ این مکتوب را نیز در محبس نوشتہ باشند یعنی بعضی اشخاص شہرت دادہ بودند کہ حضرت امام را بہ شہادت رسانیدہ اند

بنابر آن حضرت امام توصیہ تسلی میدهند کہ ازین اقوال و آوازه ہا در سر اس تباشید۔

مکتوب سی و ہفتم

حضرت امام میفرماید علماء فرمودہ اند الخ

تبصرہ: بمعنی فرمودہ علماء آنست کہ شخص مکتوب کاری شود و این کار داراے صد تاویل بودہ باشد از جملہ صد تاویل و دوتہ آن مثبت کفر بودہ و یک تاویل آن مثبت اسلام باشد آن شخص را کافر نباید گفت و فرمودہ علماء این طور نیست کہ در وجود یک شخص تودونہ اسباب کفر موجود بودہ و یک سبب اسلام ہم موجود بودہ باشد و اسلامان بدانیم۔

مکتوب سی و ہفتم حاجت بہ تشریح نیست۔

مکتوب چہلم

حضرت امام میفرماید مخدو و بالکرا! الخ حضرت امام از کشف خود میفرماید کہ رفتن متعلقین شما مناسب دیدہ نمی شود و محظوظیت آئندہ آئندہ در کشف نیادہ۔ آنچه میفرماید یک ظلمت آنجا محسوس میگردد الخ یعنی ضرطیاء و حکماء راں شخص نبودہ و محسوس نمی گردد اما ظلمت دیگرے در آن جا احساس میشود۔ عجب کشف است از سر ہند کہ ولات و ظلمت اورا در دہلی می بینند۔

مکتوب چہلم و یکم حاجت بہ تشریح نیست۔

مکتوب چہل و دوم

حضرت امام میفرماید انیساط نورانیت شما الخ یعنی در کشف خود می بینیم کہ آن ولایت بہ انوار شما منور است و میفرماید کہ میر محمد نعمان مراسلات خود را قطع نمودہ شاید ریان اندیشہ باشد کہ فقیر از نزد او آزرده شدہ باشم بلکہ این چنین نیست بلکہ فقیر را بے ترویج میر محمد نعمان متوجہ است۔

تبصرہ: میر محمد نعمان از خلفائے بسیار بزرگ و مشہور حضرت امام بودہ و بعد از فرزند ان حضرت امام در خلفائے کرام نظیر ندارد۔

مکتوب چہل و سوم حاجت بہ شرح ندارد۔

مکتوب چہل و چہارم

حضرت امام میفرماید قادر بر کمال جل سلطانہ ہر گاہ درین نشاۃ ضعیفہ فانیہ الخ یعنی وقتی کہ حق تعالیٰ این دو پارہ عصبیات محو فرماید این دنیاے فانی قوت البصار داده است میتوان کہ در آخرت کہ عالم باقی است این قطع را قوتی عطا فرماید کہ بے شرط مقابلہ و محاذات البصار مری نماید۔

تبصرہ: موجودات و ممکنات این جهان از عدم ساختہ شدہ اند اما موجودات آخرت از شیونات و اعتبارات او تعالیٰ تشکل اند بنا بر این لیاقت دید و بصیرت آخرت را بدید این جهان فانی مقایسہ نباید کرد۔

سوال: در صورتیکہ موجودات اخروی از عذاب نبودہ بلکہ از شیونات بودہ باشند اعتراض حکمے یونان درست میشود کہ گفتہ اند در آخرت تعذیب روحی موجود است نہ جسدی زیرا کہ جسد خاک شدہ و از بین رفتہ و جسدیکہ در محضر حاضر می شود جسد دیگر است و تنعیم و تعذیب بدن دیگر است۔

جواب: ذات بلا کیف او تعالیٰ قادر است کہ همان اجزائے اصلی (خاک شدہ) را واپس اعادہ گرداند و مکافات و مجازات فرماید و معنائے تشکل شیونات آن نیست کہ چشم آخرت صرف شیونات او تعالیٰ بودہ و وجود عارضی کہ در دنیا بودہ در آن دخل ندارد بلکہ معنائے تشکل شیونات این است کہ وجود اصلی کہ از عدم ساختہ شدہ با انعکاسات تجلیات مراتب شیونات و اعتبارات ذات بچون منعکس گردیدہ لیاقت آنرا پیدا میکند کہ باین وجود موهوبی چیز غیر مجسم را بدو و محاذات دیدہ بتواند۔

تذکرہ: در رویت جنت کہ او تعالیٰ راحی بینند ادراک نیست اما لذت ہست و آہتم بے کیف است۔

عارفان باہمت بہ شوق رضا و دیدار او تعالیٰ عبادت میکنند بہ آرزوے جنت حضرت حافظ میفرماید
تو و طوبی ما و قامتِ یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

خلاصہ اینکه درک امور اخروی در عقول بشر ننگیہ و در اینجا تقلید حضرات انبیاء علیہم السلام در کار است۔
مصرع عقل در شرش چو خرد در گل بود

مکتوب چہل و نهم

حضرت امام میفرماید: قلب ہم سایہ او تعالیٰ است و بیچ چیز بہ حق تعالیٰ قریب تر
از قلب نیست الخ

تبصرہ: مراد از قلب: قلب جامع بسیط می باشد یعنی قلبی کہ تمام لطائف عشرہ اجزاء
اگر دیدہ باشد زیرا کہ لطائف عشرہ بعد از تصفیہ و تزکیہ اجزای قلب میگردد پس قلب بہ سبب
بساطت و خور دی و جامعیت مناسبت فی الجملہ بہ او تعالیٰ پیدا کردہ است چہ حق تعالیٰ بسیط جامع
است و قلب نیز بسیط جامع است اما بساطت او تعالیٰ بہ معنای عدم ترکیب است و بساطت
قلب بہ معنای صغارت و خورد بودن آن است پس مراد از قلب قلب بسیط جامع است نہ قلب
نوری کہ این لیاقت ندارد۔ بتا بران قلب اقرب ترین اشیا است پس معارف ذات مقدس او تعالیٰ
مخصوص این قلب جامع میباشد کہ عالم خلق و عالم اجزای او گردیدہ و ہست و وحدانی پیدا کردہ
و بلائیک ہم این جامعیت ندارد و بہ کمالات قلب نمیرسند۔

تذکرہ: از سیاق و سباق این مکتوب شریف معلوم می شود کہ لطائف انسان بعد از تکمال
خود بہ اصول خود ملحق شدہ و یا از اسم جزئی کہ مرئی آنهاست رسیدہ و بواسطہ آن با اسم کلی کہ یکی از
صفات ثمانیہ او تعالیٰ است میرسد ناگفتہ نمائند کہ اسم جزئی عبارت از ظلال یک صفت است کہ مرئی
آن لطیف است و اسم کلی عبارت از خود صفت او تعالیٰ است زیرا کہ در یک صفت اشخاص بسیار
شرکت داشتہ و ہر کدام بہ ظل از ظلال آن صفت قرار داشتہ و باز بہ آن صفت میرسند۔ باید دانست

بسیط بودن قلب بنا بران است کہ قلب بعد از کمال خود غیر از ذات مقدس هیچ چیز را جلے نمید
حتی ذکر را ہم در انجا گنجایش نیست صرف انجا جائے مذکور است و پس یعنی لطایف دیگر ہم کلام
به مبدأ فیض خود میرسد اما بذات مقدس او تعالی تمیز شد تنها قلب است کہ بعد از تصفیہ و تزکیہ لطایف
بذات مقدس او تعالی میرسد خلاصہ قلب بہ دو نوع است۔

اول قلب واصلان و عارفان است و قریب ترین قلب ہمین قلب است سبب اقربین
این قلب آنست کہ این قلب بوصول بلا کیف بذات مقدس او تعالی رسیده است۔
دوم: قلب غیر عارفان است و این قلب ہم بہ نسبت دیگر اجزای بدن بعالم و جوب قریب
است زیرا کہ ہدایت و اتصال از ہمہ اول تر باین قلب رسیده و بواسطہ آن با اجزای دیگر بدن سرانجام
میکند۔ خلاصہ اینکه توجیہ اول مناسب قلب عارف بوده و توجیہ دوم مناسب قلب عوام می باشد
خلاصہ ہر دو قلب بہ نسبت بدن دیگر بہ حق سبحانہ نزدیک تر است۔

مکتوب چہل و ششم

حضرت امام میفرماید کہ آن نقطہ مرکز عالم ظلی است الخ یعنی مراد از مرکز خود با ہست
امکانی و قدر مشترک عالم امکان است کہ زمین و زبان و بکین و مکان ہمہ افراد آنند و آنچه میفرمایند
آن نقطہ در اشراق بہ مثل شمس است و محاذی غیب ہوت است الخ یعنی افراد آن نقطہ مقتضای
صفات ثمانیہ پورہ و خود آن نقطہ محاذی ذات مقدس است۔ مراد از محاذات و اشراق علم آن خواہد بود
کہ در آن نقطہ حصول تجلی ذات و در افراد آن نقطہ تجلیات صفات است کہ بعد از آن بہ تجلی ذات
میرسد۔ و آنچه در باب بعد میفرماید کہ عروج از آن نقطہ بمرکز دائرہ اصل است الخ یعنی مراد از مرکز دائرہ
اصل ذات مقدس خواہد بود و نقطہ عدم کہ عبارت از عدم صرف است کہ آنرا حضرت امام مقام کمال
گفتہ و این فرمودہ شان باین دلیل خواہد بود کہ آن نقطہ مرکز عدم است و عدم خالص عبارت از ظلمت
و ضلالت است بنا بران در انجا ایمان و معرفت نبوده و افراد عدم صرف بہ سبب انعکاس صفات

ہر ہدایت و ایمان گردیدہ اند و خود آن نقطہ تیر بعد از نزول عارف کامل بہ انوار آن عارف مظهر
ذات مقدس میگردد کہ عارف مظهر آنها گردیدہ است۔

سوال: چون نقطہ اولی یعنی نقطہ مرکز عالم امکان مقابل غیب ہوتی بودہ باشد باید
در وقت عروج بہ آن رسیدہ شود نہ در وقت نزول؟

جواب: مراتب قرب بہ نزول و ادای عبادات مربوط است باید دانست کہ مقام انبیاء
عظام عبارت از مرکز و اجمال تجلی ذات مقدس بودہ باشد و در مرکز تجلی ذات و اجمال آن نیز مراتب است
کہ باصلان آن مقام پوشیدہ نیست۔ نہ می بینی کہ تمام حضرات انبیاء بہ ذات مقدس رسیدہ اند، اما
درجات شان متفاوت می باشد۔

تبصرہ: بخاطر باید داشت کہ ہر عارف باین نزول مشرف شدہ نمی تواند بلکہ از حبلہ
محمدی مشربان بعضی کمل محبوبان باین مقام مشرف شدہ می توانند و عدم صرف این عارف
نیز اصلاح شدہ برخلاف دیگران کہ عدم مقید آنها اصلاح و عدم صرف شان ہنوز بہ مرتبہ اصلاح
نرسیدہ است و این عارف مانند آن فرزندان صالح است کہ پدر و پدر کلال خود را مسلمان گردانیدہ
باشد و آنچه میفرماید کہ این انقطاع تا بوقت موت است الخ یعنی مراد از انقطاع توجہ عارف است
بہ خلق نہ محبوبیت و عدم عرفان زیرا کہ آن حجب کہ در عروج خرق شدہ بود در نزول واپس عود نمیکند
زیرا کہ در بین عارف و او تعالی هیچ حجب و حاجب حائل نبودہ صرف اینقدر است کہ عارف
متوجہ خلق است حضرت امام در مکتوب میفرماید کہ سردار دوعالم در نماز ہم متوجہ بہ امت بودہ اند
و مظهر تجلیات ذات بودہ و در عین مظهریت این تجلی ذاتی بارشاد و ہدایت خلق توجہ داشتند کہ دیگران
با توجہ بحق مظهر آن تجلیات شدہ نمی توانند۔ پوشیدہ نماند کہ عدم ہای مقیدہ ہر عارف نیز اصلاح
نمی شود بلکہ آن عدم و اصلاح میشود کہ در مقابل مبداء فیض اوست و از محمدی مشربان تمام اعداء
مقیدہ شان اصلاح میشود و عدم صرف شان می ماند اما در عارف محمدی مشرب تمام استعداد ہر دو
عدم مقید و عدم مطلق اصلاح میشود زیرا کہ نزول او بہ عدم صرف میرسد و نزول با اندازہ عروج است۔

مکتوب چہل و ہفتم

سلطان عبارت از سلطان جہانگیر است چنانچہ در کتاب حضرات القدس تحریر است کہ سلطان جہانگیر در وقت وفات حضرت امام برائے تعزیه داری در سرسند شریف تشریف آورده و محذوم زادگان را تسلیہ داده بودند۔ اے عزیز اگرچہ جہانگیر حضرت امام را جس کردہ بود اما مقام اورا می شناخت۔

مکتوب چہل و ہشتم

تبصرہ: علم حضوری نیز در علم معقول سے علاقہ میخواد کہ آن عبارت از عینیت نقیبت و معلولیت می باشد یعنی علم عالم بذات خود بہ صفات خود و بالآخرہ بہ معلولات خود علم حضورہ بودہ و علمیکہ حاوی این سے علاقہ نباشد علم حصولی نامیدہ می شود اما نیز حضرت امام این چنین نبودہ بلکہ علم حضوری نیز حضرت امام علم بخود یک شی است و علم حصولی عبارت از علم مفہوم و صفات آن شے است نہ بخود آن شے پس تا وقتیکہ ادراک عارف بذات بحت تر شد علم آن عارف بذات مقدس علم حصولی است اما زانیکہ ادراک عارف بخود ذات مقدس او تعالیٰ تعلق بلا کیف پیدا کتر در این وقت علم عارف بذات مقدس علم حضوری میگردد بخاطر باید داشت کہ علم بہ اقربیت او تعالیٰ فرع علم است بذات او تعالیٰ۔ ازین جاست کہ حضرت امام میفرمایند کہ معاملہ اقربیت او تعالیٰ بعلم حضوری مربوط است و نیز میفرمایند سبحان اللہ چہل بستہ را علم بآن شے گفتہ اند یعنی علم مفہوم و علم صفات آن چیز علم آن چیزتہ بودہ و در علم مفہوم و علم صفات یک چیز اسرار و دقائق و خصوصیات آن چیز نمی گنجید بیت

گر مصور صورت آن لستان خواہد کشید حیرتے دارم کہ نازش را چہاں خواہد کشید

یعنی ناز معشوق در تصویر صورتی گنجدار اما عارفان کامل کہ بفنای ذات رسیدہ باشند و بوجود مومہوی تجلیات ذاتیہ مشرف شدہ باشند بواسطہ این وجود مومہوی از درک این اسرار و دقائق باخبرا

خلاصہ اینکه فنا چتر نوع می باشد۔

(۱) فنا در صفات فعلیہ کہ ظلال صفات ثبوتیہ می باشد و این فنا صورت فنا است زیرا کہ صفات فعلیہ واجب نیستند بلکہ بر زرخ و جوب و امکان می باشد و ولایت این مرتبہ ولایت صغری است و اکثر اولیائے کرام باین ولایت رسیدہ اند۔

(۲) فنا در خود صفات ثمانیہ بودہ و این مقام ولایت کبری است کہ ولایت انبیائے عظام است۔
(۳) فنا در شیونات کہ مربوط بولایت ملا را علی است، بعد از ان فنا در مرتبہ تجلیات ذات مقدس او تعالیٰ است کہ اقل قلیل اولیاء باین مقام مشرف شدہ اند چنانچہ حضرت امام و اقل قلیل از اولیائے دیگر خلاصہ عرفی کہ بہ فنا ذات رسیدہ باشند و بانعکاس تجلیات ذاتیہ منعکس شدہ باشند بواسطہ این وجود مومہوی بادرک ذات بیچون حتی بدرک ادراک نیز مفتخر میگرددند۔

سوال: اقربیت از حمله صفات است پس عارفیکہ بہ صفات برسد می باید از سر اقربیت

باجرودہ باشد؟

جواب: اقربیت از حمله صفات ثمانیہ ذاتیہ نیست کہ دارے وجود خارجی باشد بلکہ از شیونات ذاتیہ است کہ از ذات مقدس منشرع شدہ پس عارفیکہ بہ شہود ذات مقدس او تعالیٰ مشرف نشود از درک سر اقربیت قاصو و عاجز می باشد۔

تبصرہ: ادراک سر اقربیت بوجد مومہوی عارف مربوط است و وجود مومہوی علی تفاوت بقائے متذکرہ مربوط می باشد پس عارفیکہ بہ فنا و بقا انتہائی نہ رسیدہ باشد از ادراک ذات مقدس و سر اقربیت بے خبر خواہد بود۔ ناگفتہ نمائند کہ مراتب فنا فوق ہر کدام دارے وجود مومہوی است چنانچہ عارفیکہ بہ صفات فعلیہ برسد و ہستی خود را در تجلیات صفات فعلیہ فانی بنماید بعد از ان در مقام بقا تجلیات افعال اجزائے بدن او میگردد و این انعکاس عبارت از وجود مومہوی است ہمچنان در فنا و بقا صفات ثبوتیہ تجلیات صفات مقدسہ اجزائے عارف میگردد و ازین تجلیات برائے عارف وجود مومہوی غایت میگردد و علی ہذا القیاس تجلیات شیونات و اعتبارات را بر این قیاس باید کرد۔

تذکرہ: فرق شیونات و اعتبارات این است، در صورتیکہ عارف از شہود ذات مقدس یک صفت معین را انتزاع کند چنانچہ حیات و علم و قدرت و غیرہ این انتزاع را شیونات مینامند و اگر عارف از شہود ذات مقدس یک صفت غیر معین را انتزاع نماید این شہود را اعتبار مینامند پس مقام اعتبارات فوق مقام شیونات است مقام تجلیات ذات از ہمہ مراتب بلندتر است۔ ناگفتہ نماند کہ مقامات متذکرہ ہر کدام دارای قنای بقائی است۔ قنای عبارت از شہود مراتب و جوب و بقا عبارت از قبول انعکاس مراتب و جوب است۔ و وجود مہیوی عبارت از تجلیات عالم و جوب است کہ جز بدین عارف میگردد۔ پوشیدہ نماند کہ انسان از عبادات متقابلہ صفات واجبی و تجلیات صفات مقدسہ مرکب است و عدم بمنزلہ ہیولا و تجلی بمنزلہ صورت است اما در وجود مبارک انبیاء عظام تجلیات بمنزلہ ہیولا و عدم بمنزلہ صورت است، ازین سبب انبیاء عظام معصوم و اولیاء کرام غیر معصوم می باشند و نیز در وجود انبیاء عظام تجلیات اصلیہ و در وجود اصلی و ابتدائی اولیاء کرام تجلیات ظلیہ است اما اولیاء کہ بمکالات نبوت برسند از تجلیات اصلیہ برخوردار خواهند شد و تجلیات خود صفات جزو وجود آنها گردیدہ و تجلی بمنزلہ ہیولا و عدم بمنزلہ صورت ضعیف خواهد گشت۔

سوال: این شہود عارف کہ خود را در آن وقت معدوم می بیند و وجود خود را تجلی می بیند از کدام ترتب آثار خارجی موجود است و یا صرف شہود است و پس ؟

جواب: این شہود تجلیات موجب تصفیہ و تزکیہ لطافت انسان گردیدہ و عارف را منظر تجلیات مراتب و جوب میگرداند و لطافت عالم امر او تصفیہ و لطافت عالم خلق او تزکیہ می یابد و نفس امارہ اطمینان پیرامی کند تفصیل مقام قرار ذیل است۔

(۱) قلب توری: منظر تجلی صفات فعلیہ - (۲) روح، منظر صفات ذاتیہ ثنائیہ -
 (۳) لطیفہ سر، منظر تجلی شیونات - (۴) خفی، منظر تجلیات صفات سلبیہ کہ راجع باعتبارات است
 (۵) احقی، منظر تجلیات شان جامع - (۶) نفس امارہ، منظر تجلیات اسم باطن و عناصر ثلاثہ
 نیز منظر تجلیات اسم باطن و مختصر خاک منظر تجلیات ذاتیہ میگردد۔

حضرت امام در مکتوب میفرماید که بعد از فنا و بقا، کامل ظاهر انسان تجلیات صفات باطن
 او تجلیات ذات میگردد و عدم یعنی عالم خلق و عالم امر بمنزله یک لباس عاریتی او میگردد و باید دانست
 که فنا دو نوع است: فنا مطلق و مطلق فنا۔ فنا مطلق فنا تمام لطافت عارف است
 و مطلق فنا فنا بعض لطافت اوست و نیز فنا قرار تقسیم دیگر دو نوع است: یعنی اول فنا
 مطلق یک لطیفه دوم مطلق فنا همان یک لطیفه مطلق فنا یک لطیفه است که یک لطیفه بعض ممکنات
 را فراموش و بعضی دیگر آنها را فراموش نکرده باشد و فنا مطلق آن لطیفه است که آن لطیفه تمام ماسوی
 را فراموش کرده باشد۔ خلاصه اینکه فنا یک لطیفه دیگر است و فنا عارف دیگر۔

تبصره: چون وجود موهوبی عارف بچون پیراکت رتبا بران یک مناسبت فی الجمله به بچونی
 مطابق پیرامی کند و بواسطه آن از عالم وجوب مستفید و مشاهد مراتب وجوب مشرف می شود۔ زیرا افاده و
 استفاده بینی بر مناسبت است۔ ناگفته نماند که بچون مطلق دیگر است و بچون فی الجمله دیگر۔

مکتوب چهل و نهم

حضرت امام میفرماید باید دانست که علم حصولی نسبت به آفاق است انچه یعنی علم شما
 بذات شما حضوری بوده دیگران حصولی است و آنچه میفرماید چون معامله اقریبیت او تعالی انچه یعنی در
 این وقت عالم وجوب مشهور و خود عارف از علم بوجود خود غائب میگردد و معامله قرب در اتحاد است
 مگر معامله اقریبیت فوق اتحادی باشد زیرا که اتحاد در ابتداء ولایت صغری و اقریبیت در کمالات
 ولایت انبیاء عظام است و یا بعبارہ دیگر اقریبیت بعد از مرتبه جمع و در مرتبه اثبیت و دوی
 قرار دارد که در این مرتبه سالک واجب را واجب و ممکن میداند اما قرب در مرتبه جمع و اتحاد تعلیق
 دارد که در این مرتبه سالک هر دو واجب و ممکن را عنوان وجوب می پندارد۔ آنچه میفرماید
 صحویکه دون سکر است حال عوام است انچه یعنی صحوقیل از سکر صحو عوام است و صحو بعد از سکر
 حال خواص اولیاء است و ولایت صغری در مقام سکر اندر بلکه صاحب سکر به ولایت صغری

ہم نہ رسیدہ کہ عبارت وصول صفات اضافیہ است بلکہ بہ ظلال صفات فعلیہ رسیدہ اند۔

تبصرہ: در اطراف مرتبہ جمع دو نظریہ موجود است یکے نظریہ صوفیہ وجودیہ و دیگرے نظریہ صوفیہ محققین است۔ در نزد صوفیہ وجودیہ مرتبہ جمع عبارت از ان مقامی است کہ واجب و ممکن را یک چیز می بیند سبب این دید آنست کہ آنہا روح را بعنوان وجوب می بینند پس در وقت عروج کہ روح و نفس یکے می باشند آنہا این مرتبہ را مرتبہ جمع میدانند و واجب و ممکن را یک چیز می بینارند و در وقت نزول کہ نفس از روح جدا می شود آنرا مقام فرق بعد از جمع میدانند اما در نزد صوفیہ محققین مرتبہ جمع عبارت از اتحاد روح و نفس است کہ در وقت عروج ہر دوے روح و نفس یکجا عروج می نمایند و بعد از نزول نفس از روح جدا می شود این مرتبہ را فرق بعد از جمع میگویند کہ در این مرتبہ روح در حال عروج بودہ نفس برآے دعوت خلق نزول و از روح تفریق می یابد۔

خلاصہ اینکه در نزد صوفیہ محققین واجب واجب است ممکن ممکن یعنی ممکن واجب شدہ نمی تواند و گفتار وجودیہ از سکر احوال است۔ اما این سکر یک حال آنہا بودہ و عقیدہ آنہا نیست۔ آنچه میفرمایند بلکہ راجع بحجج صدیق سازد الخ۔

سوال: تو ای گفت کہ علم حضوری عینیت میخواید پس عارف ہم ممکن و ہم واجب میگردد۔
جواب: این معاملہ در شہود است بنا بران ممکن واجب نمی شود بلکہ علم حضوری کہ نفس عارف تعلق داشت این علم حضوری بعد از آنکہ وجود بشری عارف بوجود موهوبی تبدیل یا بدل بواسطہ این وجود موهوبی علم او بواجب تعالی تعلق پیدا می کند و علم او بہ نفس حصولی و بواجب تعالی حضوری میگردد۔

مکتوب پنجاہم

حضرت امام میفرماید ایمانی ازین راہ تیز موثر حقیقی پیدا می کند الخ

تبصرہ: محشی در این جا بہ خطارفہ و گفتہ کہ چنانچہ از راہ تجلیات پیدا کردہ بودند و سبب غلطی آن است کہ تجلیات و ظہورات نیز از جملہ آثار و علامات است پس آثار و علامات بعلم استدلالی

مقابل شدہ نمیتواند زیرا کہ اینها نیز از حمله استدلالات و علامات می باشند بلکه مراد حضرت امام آنست که ایمانیکه از راه مشاہدہ دارند از راه استدلال نیز ایمان داشته می باشند صرف این قدر است کہ ایمان شان در وقت عروج بمشاہدہ مطلوب شہودی و در وقت نزول از راه استدلال است و استدلال مقابل تجلیات نبوده بلکه مقابل شہود خود محبوب است۔

تبصرہ: علمائے راسخین اگر چه بہ نسبت اکثر اولیاء افضل اند زیرا کہ اکثر اولیاء در ولایت صغری می باشند و علمائے راسخین بہ ولایت کبری و کمالات نبوت مشرف شدہ اند باز ہم کمالات رسالت و مقام اولوالعزمی و مقام کلیمیت حضرت کلیم و مقام خلعت و مقام محبوبیت از کمالات راسخین بلندتر اند و اولیاء محمدی مشربان و مکمل محبوبان بتبعیت پیغمبران عظام بہ آن کمالات نیز مشرف شدہ می توانند۔ ناگفتہ نمائند کہ از مکتوبات آخرین حضرت امام معلوم می شود کہ در انتہای مقامات ادراک و درک ادراک او تعالی میسر میگردد و شمایند انید کہ ادراک و مرتبہ درک ادراک بدون حضور مطلوب امکان پذیر نیست۔ آنچه میفرماید علم بہ تقدیر صحت تادہلیز مطلوب است الخ یعنی علم علما چونکہ از راه آثار و علامات است و بمشاہدہ ذات مقدس مشرف شدہ اند بتا بر آن مطلوب را از راه آثار و علامات معلوم کردہ اند و بخود مطلوب علمی ندارند و با آثار رسیدہ اند کہ بہ منزله دہلیز مطلوب است۔

مکتوب پنجاہ و یکم

تبصرہ: در این مکتوب شریف حضرت امام بحث از یقین و تصدیق می نمایند۔ حضرت عروۃ الوثقی میفرماید کہ یقین غیر از تصدیق است یعنی تصدیق خاص است و یقین عام زیرا کہ بعد از حصول یقین برے قلب دو حالت است یا تسلیم و انقیاد است و یا جحود و انکار است بہ مومن بہ اگر بعد از یقین تسلیم و انقیاد پیدا شود بہ مومن بہ پس تصدیق حاصل میگردد و اگر بعد از حصول یقین انکار و جحود پیدا شود در این صورت یقین بوردہ و تصدیق موجود نیست۔ خلاصہ

شخصی کہ دلائل یقین پورہ و تصدیق نہ داشته باشد این شخص مومن گفته نمی شود۔ ازین جاست کہ در اہانت باللہ اقرار بزبان و تصدیق بہ قلب ذکر شدہ است و اقرار بزبان و یقین بہ قلب ذکر شدہ است زیرا کہ یقین بدون تسلیم و بدون انقیاد موجب تصدیق نمی گردد۔ چنانچہ اہل کتاب کہ یقین بہ رسالت سردار دو عالم داشته تصدیق نہ داشتند۔

سوال: حضرت امام در سطر ہفتم این مکتوب شریف تذکرہ داده اند کہ علامات وجود انکار کلاہیت قلبی است بہ مومن بہ و مصدق بہ ازین فرمایش شان معلوم میگردد کہ بعد از تصدیق نیز انکار موجود شدہ می تواند۔

جواب: در اینجا مراد حضرت امام از مصدق بہ مومن باست نہ مصدق بہ۔ ہمچنان در سطر ہفتم نیز مراد از تصدیق یقین است نہ تصدیق زیرا کہ خود تصدیق موجب خداوندی است و بعد از ان وجود انکار وجود ندارد۔

مکتوب پنجاہ و دوم

حضرت امام میفرمایند نسیان آفاق عبارت از زوال علم حصولی است الخ یعنی علم ہما سوی خود علم حصولی است و زوال این علم کہ بآفاق منسوب است فنائے علم حصولی است و فنائے نفس عارف فنائے علم حضوری است کہ بذات عارف تعلق دارد خلاصہ علم بذات خود علم حضوری است و علم ہما سوی خود علم حصولی است آنچه میفرمایند زوال علم حصولی ہر چند تعسر دارد الخ یعنی فنائے علم آفاق و زوال علم ہما سوی اگرچہ دشوار است اما در ولایت صغری دست می دہد و فنائے علم نفس و علم حضوری در ولایت کبری است کہ دشوار تر است۔ و آنچه میفرمایند عدم حضور بدرک را بدرک سفسطہ انگار نہ الخ یعنی چون در علم حضوری بدرک عین بدرک است پس زوال بدرک با وجود بقائے بدرک در نزد حکماء یونان امکان پذیر نیست اما نزد صوفیہ کرام این امر کشفی و شہودی است۔ آنچه میفرمایند لا یعود ابدا الخ یعنی تا کہ سالک در عروج است از نفس خود خبر ندارد بواسطہ اینکہ نفس او از امارگی

خلاص و بہ نعمت فنا مشرف گردیدہ و وجود مومنی تبدیل شدہ است بتایران علم این عارف
در وقت خروج از نفس او بطور ابدال گشتہ و بعد از رجوع معاملہ تکمیل و ارشاد با درجہ است
پوشیدہ نمازد کہ بعد از رجوع عارف اگر علم بہ نفس واپس اعادہ میگرداند این نفس نفس دیگر است حتی
نفس امارہ او بہ نفس مطمئنہ تبدیل گردیدہ است۔

تذکرہ: اولیائے مستہلکین کہ نزول ندارند تا مادام الحیات علم بہ نفس خود ندارند و گرفتارند

محبوب اندومی گویند۔ بیت

ماہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

و معاملہ شان بہ مردم مربوط بہ حواس آہامی باشد۔

مکتوب پنجاہ و سوم

حضرت امام میفرماید، لا شہود اولاً و لا وجود الخ یعنی ذات عارف ہمیشہ در دو عالم در دو جہ
قانی میگردد و وجود بشری او بوجد مومنی تبدیل می یابد چنانچہ دلائل مورد قبلاً تذکرہ مفصل دادہ شد
است۔ آنچه میفرماید بعد از ازل بہ حیات توحی و بہ بقائے تو باقی میگردد الخ یعنی بعد از قتل و وجود بشری عارف
منظر حیات و منظر بقائے تو میگردد و حیات و بقائے عارفی او حیات و بقائے دائمی تبدیل می یابد۔

سوال: عارف می میرد و قانی میشود پس چہ طور میفرماید کہ بہ بقائی تو باقی میگردد۔

جواب: اگرچہ حیات صوری عارف میرود اما حیات حقیقی او باقی است حضرت

عروۃ الوثقی می فرماید کہ موت صوری نقیض حیات صوری است نہ نقیض حیات حقیقی۔ شخصیکہ لطائف

او حیات ابدی زندہ شدہ باشد بہ موت صوری حیات حقیقی او نمی رود اشخاصیکہ بتصوف آشنا

گردیدہ تصرفات برزخی اولیائے کرام راحی بینند۔ حضرت خواجہ حافظ شیرازی میفرماید۔ بیت

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است در جریدہ عالم دوام ما

آنچہ میفرماید بلکہ از فصل تو در عین فنا تو باقی و در عین در تو قانی میگردد الخ یعنی بواسطہ قائلے

وجود بشری عارف بوجود موی بقی بماند۔ بطور مثال اگر شخصی در معدن نمک بیفتد و وجود بشری او به وجود نمکی تبدیل شده و آن بقی بماند یعنی وجود بشری این شخص بجای از بین رفته بلکه از نوع بشری به نوع نمکی تبدیل گردیده است و همچنان وجود بشری عارف نیز بوجود موی بقی که انعکاس تجلیات مراتب وجودی است تبدیل و آن تجلیات وجودی بقی بماند و مطلق نمی گردد۔ آنچه میفرمایند انصافاً یک چیز به چیز دیگر الخ یعنی آن انسان که در نمک افتیده اگرچه نمک شده اما روحی و انشئت او از بین نرفته چنانچه مقدار نمک اصلی قبل از نمک شدن انسان یک صد خورار بوده و بعد از نمک شدن انسان ده سیر نمک دیگر مقدار آن افزوده شده است که این زیادتی نمک همان وزن و مقدار انسانی است که در نمک افتیده نمک گشته است و از نمک سابقه کدام فرقی ندارد صرف بمقدار نمک اصلی زیادت بخشیده است و در ظاهر شکل و قیافه انسانیت را از دست داده و رنگ نوع نمکیت را بخود گرفته است و نمک شده است۔ اما انشئت عارف از مرتبه و جوب مانند انشئت نمک و انسان نمک شده نیست و عارف بواجب تعالی متحد شده و به شکل و قیافه انسانیت خود باقی می باشد صرف وجود بشری عارف بوجود موی تبدیل یافته و لطافت او منظر تجلیات شده است و این معانی به عوام معلوم نمی شود۔

تبصره: حضرت امام در مکتوب میفرماید که ظاهر عارف تجلی صفات و باطن او تجلی ذات او تعالی میگردد عالم خلق و عالم امر او که وجود بشری او می باشد حکم لباس و پوشش را پیدا میکند لهذا طبقه عوام الناس او را شناخته و ظاهر او را مانند خود می پندارند ازین جاست که کفار در حق خضر اینیای عظام می گفتند که چه طور بنغمه است که طعام می خورد و در بازار میگردد۔ اگر کافران از حقیقت انبیاء عظام آبا خبر می شدند این چنین نمی گفتند ازین سبب گفته اند که ابو جہل سر دارد و عالم را ندیده پس عبدالله را دیده بود۔

آنچه میفرمایند که آن شیخ که از انسان باقیمانده است در حقیقت صورت ملح است که آن انسان بزرگ آن منصف گشته نه صورت انسان مگر آنکه آن ملح حکمی مقدر و اندازه شده است

بمقدار شیخ آن انسان و مصور است بصورت آن در حقیقت ہر دوے عین و اثر انسان نمک شدہ
وقائی گردیدہ الخ یعنی پس آنچہ در سابق در محتویات این مکتوب شریف گفتہ شدہ کہ بقائے قد انسان
بقائے شیخ انسان است نہ بقائے اثر او درست است کہ حضرت امام آثار بقائے اثر انسان دانستہ اند
بلکہ آثار شیخ دانستہ اند و قییکہ انسان نمک شود تا چند وقت در آن نمک عکس قد انسان بگردید می شود و
بعد از آن آنہم معدوم میگردد۔

سوال: حضرت امام انسان نمک شدہ را نمک حکمی گفتہ اند نہ حقیقی پس معلوم شد کہ انسان فانی شدہ
جواب: مراد از نمک حکمی آنست کہ انسان نمک شدہ حکم نمک را بخود گرفته و از اوصاف
انسانیت برآندہ است نہ اینکہ اصلاً حکم نمک نگرفتہ و در حقیقت و اصلیت خود است۔ حضرت امام در
در تنبیہ ارشاد میکند کہ مثال انسان نمک شدہ بمرور زمان انہیں میرود و انشیت او باقی نمی ماند اما
انشیت عارف زائل شدنی نیست و لباس بشری ہمیشہ در بر اوست اگرچہ وجود بشری عارف تبدیل
گردیدہ اما در ظاہر بہ مثال دیگران است۔ مصرع

کار پا کاں را قیاس از خود بگیر

تبصرہ: عارف ہیچ وقت با حق سبحانہ تعالیٰ اتصال و معیت پیدا کردہ نمیتواند قرب و معیت
او بلا کیف است فنا و بقا احوال باطنی است درک آن از عقل بشری بلند است حضرت مولانا میفرماید بیت
اتصال بے تکلیف بے قیاس ہست رب الناس با جان ناس

سوال: عارف از صفات بشری خلاص شدہ در صفات بشری با دیگران شریک است
پس انسان فانی شدہ۔

جواب: حضرت امام در جواب سوال سائل میفرماید کہ در وقت رجوع و نزول صفات
بشری عارف بوجہ موهوبی عارف معیت بلا کیف پیدا می کند یعنی صفات بشری عارف از حقیقت
او بیرون میگردد۔ اما در ظاہر با اوست۔ اما این معیت ظاہری صفات بشری عارف بواسطہ ارتباط
مناسبت است با دیگران۔ زیرا کہ افادہ و استفادہ مربوط بہ تناسب است و نیز این ترکیب

صفات بشری بوجود موهبی عارف بواسطہ آن است کہ ایمان بہ غیب بوده باشد و طبقہ عوام از ایمان شہودی با خبر نبوده باشند و اگر معانی باطنی عارف ظاہر شود و تجلیات اورا تمام عالم مشاہدہ نماید در آن صورت ہیچ کس منکر و کافر نخواہد شد و این خلاف حکمت و عادت او تعالیٰ است۔ آنچه حضرت امام میفرماید کہ فنا و بقا اصالتاً از صفات باطنی است انہ
در این قریبش حضرت امام دو سوال وارد میگردد:

سوال اول: حضرت امام فنا و بقا بے باطن فرمود و نفس را از لطائف باطنی استہ اند
حالانکہ حضرت امام لطائف عالم امر را باطن و عالم خلق را ظاہر میدانند و نفس از لطائف عالم خلق
است پس چرا میفرماید کہ فنا و بقا از صفات باطنی است و باطن را بے نفس تعبیر فرمودہ اند و حال آنکہ
نفس از حجلہ ظاہر است؟

سوال دوم: آنکہ تمام لطائف داراے فنا و بقا است حضرت امام فنا را چرایی نفس تخصیص داده است؟
جواب سوال اول: مراد حضرت امام آنست کہ فنا امر باطنی است و بہ چشم معلوم نمی شود
نہ آنکہ وظیفہ لطائف باطنی است و از ظاہر نیست۔

جواب سوال دوم: درست است کہ تمام لطائف داراے فنا و بقا بوده باشند مگر بخاطر
باید داشت کہ فنا بے لطائف بدون فنا بے نفس فنا بے صورتی بودہ فنا بے حقیقی بود از فنا بے نفس میسر میگردد
زیرا کہ نفس جزو عمرہ انسان است و فنا بے او داراے اہمیت است کہ حقیقت فنا است حضرت
امام در تنبیہ دوم اشارہ نموده و میفرماید کہ فنا خلق اعدام از صفات بشری بوده و بقا عبارت از ثبوت
و ایجا تجلیات عالم وجوب است و فنا عبارت از معدوم شدن نیست و آنچه در اخیر مکتوب میفرماید
کہ وجود اضافت در عدم از ثبوت فی الجملہ وی منبئ است انہ یعنی عدم حیات و عدم علم و غیرہ
صفات ہر کدام عدم مقید بودہ و عدم مطلق نیست بلکہ عدم این دو صفات بودہ کہ از افراد مطلق
عدم اند اما در ذات این عارف عدم صرف و عدم مطلق فانی و تجلیات وجوب بعض آن جا نشین میگردد
پس تنہا عدم مقید عارف فانی نبودہ بلکہ عدم مطلق او فانی گردیدہ است این فنا فنا بے مطلق است۔

بیت مراد گیر یہ جاے من نہ بینی چو جان آئی بہ جاے من نشینی
 و چنان نیست کہ عدم مضاف عارف کہ مضاف بہ صفت اوست رفتہ و عدم صرف اومانہ -
 تذکرہ: حضرت امام فناءے خود را بیان فرمودہ و بہ عارف بہ این جانمی رسید بلکہ اکثر عرفا بقا
 عدم مفید کہ فناءے صفات است رسیدہ اند و بہ فناءے عدم مطلق نہ رسیدہ اند -
 مکتوب پنجاہ و چہارم و پنجاہ و پنجم حاجت بہ شرح نیست -

مکتوب پنجاہ و ششم

حضرت امام میفرماید در این جا آن گوہر بدست می آید الخ یعنی در این جا کمالات تجرید است
 کہ در جاہاے دیگر وجود ندارد -

تذکرہ: حضرت امام این مکتوب را بعد از ایام حبس نوشتہ اند کہ سلطان جہانگیر پادشاہ
 حضرت امام را با خود نگاہ میداشت. آنچه میفرماید گوید در جرگہ ملائکہ و ذرہ قلندر یہ الخ یعنی مردم
 فقیر را از جملہ مصاحبان پادشاہ دانستہ و از وضع فقر و درخواست است - آنچه میفرماید علاج آنرا
 کردہ الخ یعنی واضح ساختہ ام کہ در فناءے وجودی ممکن واجب نمیکرد و اثبیت از بین نمی رود و ظو
 این معارف غریبہ بواسطہ تکالیف حبس است و تربیت جلالی است چنانچہ عاشق میگوید کہ اگر چہ
 معشوق بدشنام نامم را بر زبان برده اما سبب فخر و امتیاز من شدہ است کہ نامم بر زبان معشوق یاد شدہ
 است - مکتوب پنجاہ و ہفتم حاجت بہ شرح نیست -

مکتوب پنجاہ و ششم

حضرت امام میفرماید چون خواست کہ کمالات مکتوبہ خود را الخ
 تبصرہ: صفات ثنائیہ حق سبحانہ و تعالیٰ بہ عبادات متقابلہ خود پرتوان تراختہ و انعکاس
 این تجلی با عبادات متقابلہ صفات ثنائیہ او تعالیٰ در علم حق سبحانہ بودہ نہ در خارج زیرا کہ عدم

وجود خارجی ندارد بعد از آن عریان مفرج بنا بر مشیت خداوندی در بصریت تخلیق از عدم بود
آورده شده و این ایجاد عالم در مرتبہ حس و وهم بود و نمود بدون بود است اما این وهم ادراک تقان
و ثبات است نہ وهم سوفسطائی ہا کہ مجرداً اختراع و وهم است پس عالم امکان در حس و وهم ثبوت
پیدا کردہ و این ثبوت و ہی منافی عدم خارجی نیست در خارج معدوم و در وهم ثابت است۔
پس عالم در خارج معدوم و در وهم کہ مرتبہ نمود بدون بود است موجود است تا گفتہ نمائند کہ مثال
واجب و ممکن مثال نقطہ حوالہ و دائرہ مہمومہ میباشد کہ نقطہ نہ داخل دائرہ است و نہ خارج
دائرہ۔ آنچه میفرمایید ازین تحقیق استغنا حاصل میگردد الخ یعنی در صورتیکہ حقایق ممکنات عبادات بود
بہ تفصیلات شیخ حاجت نمی مانند کہ وجود ممکنات را تنزلات خمسہ می دانند۔

تبصرہ: حضرت شیخ اکبر گفتہ کہ غیر از ذات مقدس هیچ چیز در خارج موجود نبودہ و
صفات ثمانیہ نیز در خارج موجود نیست صرف وجود علمی داشتہ و در علم او تعالیٰ ظہورات اجمالی و
تفصیلی دارند کہ دیلا شرح می شود۔

(۱) ظہور اجمالی: یعنی صفت العلم با صفات دیگر بصورت اجتماع ظہور کردہ است کہ این
ظہور را شیخ اکبر ظہور علم اجمالی و تعین اول و وحدت و حقیقت محمدی میدانند۔

(۲) ظہور تفصیلی: یعنی ہر کدام از صفات ثمانیہ بصورت جداگانہ ظہور کردہ است و این
ظہور را شیخ اکبر ظہور تعین ثانی و واحدیت و حقایق ممکنات دیگر میدانند و میگویند کہ صور علمی صفات
در آئینہ ظاہر وجود یعنی در ذات حق تعالیٰ افتیدہ و عکس آن در خارج ظاہر شدہ است و این گفتار
شیخ منافی عقیدہ اہل سنت است و نیز بالائے شیخ دو اعتراض وارد میشود۔

(۱) شیخ اکبر چون بوجود صفات قایل نیست پس صفات دیگر در علم حق تعالیٰ کہ آنہم از حجلہ
صفات است چگونه وجود پیدا خواہد کرد؟

(۲) چون شیخ بوجود خارجی اشیا قایل نیست پس چگونه تعینات ثلاثہ را خارج میدانند۔

جواب سوال اول: مراد از وجود علمی صفات ظہورات صفات است در علم و تعالیٰ و مراد

از علم عالمیت او تعالیٰ است نہ صفت علم او تعالیٰ۔

جواب سوال دوم: مراد شیخ ظہور خارجی است نہ وجود خارجی بطور مثال صورت زید در آئینہ ظہور زید است نہ وجود خارجی زید۔

پس گفتار شیخ اگرچہ مخالف عقیدہ اہل سنت بوده و دوران حقیقت است اما این دو اعتراض فوق بالاے او وارد نمی گردد۔ آنچه میفرماید موجود خارجی وراء اہتمام باست الخ یعنی ذات مقدس او تعالیٰ وصفات ثنائیہ و کہ در خارج موجود اند فهم آن مراتب مقدس از ادراک مایلند است۔

مکتوب پنجاہ و نہم

در این مکتوب شریف حضرت امام بہ مخلص خود تو صبیہ میکند کہ یہ نبودن ثروت و رقابیت خود غمگین مبادید حکیم مطلق در کار ہلے خویش حکمت ہلے خفیہ داشتہ کہ بندہ از فہم آن قاصر است اگرچہ رقابیت شما سبب آلامی مساکنین بودہ یا زہم آزرده نباشد نہ یہ کہ آہنام ارحم الراحمین دارند۔

بیت گردے بستہ شد اے دل دیگرے بکشایت

و ثواب ہلے نیت شما بہ شما نصیب خواہد شد

مکتوب شصتم

در شرح معارف غریبہ این مکتوب شریف تبصرہ ہلے ذیل تحریری یابد۔

تبصرہ (۱): حضرت امام حقایق ممکنات را توضیح میفرماید کہ حقایق ممکنات عبادات متقابلہ صفات ثنائیہ میباشد بطور مثال صفت علم بمقابل خود کہ عدم علم و جہل بودہ پر توانداختہ و همچنان صفت قدرت در عدم قدرت کہ معجزہ عجز است پر توانداختہ علی ہذا القیاس و تفریق مشارب اولیائے کرام نیز از ہمیں جاسر چشمہ گرفته بعضی محمدی مشرب و برخی ابراہیمی مشرب و موسوی مشرب و غیرہ مشارب دیگر از ہمیں سبب تفریق یافتہ کہ عدم یک شخص مقابل یک صفت و عدم شخص دیگر مقابل صفت دیگر است۔

تبصرہ (۲): این انعکاس و پرتو صفات در عبادات صرف در علم خداوندی بوده نہ در خارج
زیرا کہ عدم وجود خارجی نداشته صرف داراے وجود علمی میباشد کہ بعد از ان صفت تخلیق آن عدم
منزه علمی را در مرتبہ و ہم حس وجود بخشیدہ بنا بر ان ممکنات در خارج وجود نداشته بلکہ در مرتبہ
حس و ہم موجود شدہ اند مثال واجب و ممکن مانند نقطہ حوالہ و دائرہ مہومہ می باشد در این
قرابیش حضرت امام سوال ذیل مندرج می گردد۔

سوال: عقیدہ اہل سنت و جماعت بر آنست کہ حق سبحانہ محدود و تنہای نیست
حالانکہ او تعالی در مرتبہ ممکنات موجود نیست پس حق سبحانہ تنہای شد زیرا کہ در مرتبہ ممکنات وجود
ندارد بلکہ ورای ممکنات بودہ و ولایت متلزم محدودیت است حاصل جواب اینکه ممکنات وجود
خارجی نداشته تا سبب تخدید واجب بگردند۔

جواب: بخاطر باید داشت کہ ممکنات در خارج موجود نبودہ بلکہ در مرتبہ حس و ہم روح
اند و وجود ہی وجود خارجی را محدود ساختہ نمی تواند چنانچہ دائرہ مہومہ نقطہ حوالہ را محدود
ساختہ نمی تواند۔

تبصرہ (۳): حضرت امام میفرماید: منافی عدم وجود است الخ یعنی منافی عدم وجود است
نہ موجود و در این جا عدم وجود شدہ بلکہ موجود شدہ پس عدم نقیض وجود است نہ نقیض موجود
حضرت امام میفرماید: ازین تحقیق معلوم گشت الخ یعنی حقایق ممکنات عبادات اند و عدم ہیولاء
ممکنات است و تجلیات صفات صورت حالہ کہ در ہیولاء ممکنات حال گردیدہ اما این قدر
شان در حقایق غیر انبیاء عظام است و در حقایق انبیاء عظام تجلیات عالم و جوب ہیولاء
عدم بمنزلہ صورت است و نیز در حقایق انبیاء عظام تجلیات خود صفات مقدسہ بودہ و در حقایق
دیگران تجلیات ظلال صفات است۔ بنا بر ان حضرات انبیاء معصوم و دیگران معصوم نمی باشند
ناگفته نماند کہ اولیاء کرام نیز بعد از مراتب فنا و بقا با انعکاس تجلی خود صفات منعکس میگرددند و تجلی
ہیولاء و عدم بمنزلہ صورت می گردد اما چون در خلقت ابتداء شان نیست بنا بر ان اولیاء کرام

رحمہ محفوظ اندام معصوم نمی باشد۔ خلاصہ اینکه حضرت امام حقایق ممکنات را عبادات میدانند اما حضرت شیخ اکبر ممکنات را ظہورات خارجی و تنزلات عالم وجوب میدانند۔ پوشیدہ نماںد کہ بالائے شیخ سوالات ذیل وارد میگردد۔

سوال اول: نزد شیخ غیر از ذات مقدس هیچ چیز وجود خارجی نداشته پس بطور عکس صورت علمی صفات در خارج از کجا خواهد بود، زیرا کہ بنزد علم وجود خارجی ندارد و غیر ذات مقدس هیچ چیز وجود خارجی ندارد۔
جواب: مراد شیخ از خارج ظہور خارجی است نہ وجود خارجی چنانچہ صورت شمار آئینہ ظہور شماست در خارج و وجود شما نیست۔

سوال دوم: وقتی کہ صفات وجود نداشته باشد معلی بطور علمی و انتیاز صفات در علم چه معنی خواهد داشت زیرا کہ علم در نزد شیخ وجود خارجی ندارد۔
جواب: مراد شیخ انتیاز صفات است در عالمیت او تعالی نہ در صفت علم او تعالی و عالمیت او تعالی بوجہ صفت العلم موقوف نیست چنانچہ بقادر و دگر و دیگر از وجود خارجی صفات منکرو بہ عالمیت او تعالی قابل اند و اگر از عالمیت ہم منکر شوند کافر مطلق و کافر مجاہر میگرددند۔
تبصرہ: علم حضوری بہ حق سبحانہ نصیب اولیاء بزرگ است مانند حضرت امام و امام جعفر صادق و سلطان العارفین حضرت یابزید و حضرت ابوالحسن خرقانی، خواجہ محمد یوسف ہمدانی، خواجہ جہاں حضرت عبدالخالق غجدوانی، حضرت حکیم سنائی غزنوی و خواجہ بزرگ حضرت شاہ نقشبند و حضرت غوث الثقلین و بعض دیگر و ہر کس یا بن مقام رسیدہ نمی تواند۔

مکتوب شخصت و حکیم

حضرت امام میفرماید: جمیع نسب و اعتبارات ساقط میگردد الخ
تبصرہ: نسب و اعتبارات عبارت از صفات و حیثیات و اعتبارات است و وقتی کہ عارف در مرتبہ صفات بودہ و صفات مناسبت فی الجملہ بذات خود مقدس دارند و بہ عارف ہم یکگونہ

مناسبت داشتہ می باشد زیرا کہ صفات اصول ممکنات اند بنا بر آن عارف با مداد نور صفات عروج می نماید چنانکہ عارف از مرتبہ صفات عروج نماید اسباب مناسبت نمی ماند تا بران عارف بہ اسباب خارجی محتاج می گردد۔

سوال: مظاہر جمیلہ بعالم وجوب چہ مناسبت داشتہ کہ سبب عروج میگردد۔

جواب: در حدیث شریف است ان الله خلق ادم علی صورته یعنی انسان یک تمثال بعیرہ حضرت رحمان است پس باین مناسبت شہود مظاہر جمیلہ سبب عروج میگردد این است توجیہ ما و حقیقت آن خداوندی دانند و اللہ اعلم۔ انچہ میفرماید میتوان گفت کہ آن فیوض الہی یعنی فیوض دیگران فیض وجود و بقا و تزئین و غیرہ است و عارف محتاج فیوض بلندتر است کہ لایق حال او می باشد یعنی فیض عروجیات مقامات عالیہ۔

تبصرہ: علم حضوری دو نوع است اول علم حضوری بخود، دوم علم حضوری بحق سبحانہ تعالیٰ کہ در وقت عروج بعارف کامل دست میدہد۔

سوال: حضرت امام در بعضی مکاتیب خود فرمودہ کہ زوال علم حضوری زوال نفس عارف است و در علم حضوری عارف کہ بذات او تعالیٰ تعلق می گیرد در وقت زوال این علم زایل میگردد زوال این علم حضوری سبب زوال عارف نمی گردد؟

جواب: زوال علم حضوری کہ سبب زوال عارف است در علم حضوری اول است نہ در علم حضوری ثانی۔

تبصرہ: علم حضوری بذات مقدس و ادراک ذات مقدس لباس است کہ بر قد حضرت امام و بعض کلان ہای دیگر دوختہ شدہ است ہر عارف باین مرتبہ مقدسہ نمیرسد۔

سوال: حضرت امام در بعضی معارف خود فرمودہ کہ اقل قلیل اولیا باین معارف رسیدانہ حضرت امام این معرفت را از کجا دانستہ باشند؟

جواب: عالم مثال آئینہ چیز ہای گذشتہ و آئندہ می باشد و تمام کمالات اولیای کرام

نیز در عالم مثال منعکس بوده و عالم مثال با ولیاے کرام مشہور است۔
 ناگفته نماند کہ علمای معقول علم حضوری و حصولی را یک نوع تعبیر و حضرت امام طوری دیگر
 تعبیر میفرماید چنانچہ علم حضوری بہ نزد علمای معقول عبارت از علم ذات عالم و علم صفات عالم و علم
 معلومات عالم می باشد اما نزد حضرت امام علم حصولی عبارت از علم مفهوم و یا علم صفات یک چیز است
 و علم حضوری علم خود آن چیز است و در بین مفهوم یک چیز و خود آن چیز فرق بسیار است۔ نمی بینی کہ مفهوم
 آتش احراق و اشتراق و اضافت ندارد۔ اگرچہ علمای معقول مفهوم یک چیز را خود آن چیز می دانند۔
 ناگفته نماند کہ علم حضوری بہ حق سبحانہ بعد از فناے وجود بشری و بعد از حصول وجود موهوبی
 عارف بہ عارف میسر میگردد۔

تذکرہ: وصول بہ مرتبہ از مراتب و حجب داراے وجود موهوبی جداگانہ است چنانچہ
 وجود موهوبی ولایت صغری و وجود موهوبی ولایت کبری و وجود موهوبی ولایت علیا و ولایت
 ملأ اعلیٰ و وجود موهوبی تجلیات ذاتیہ از ہمہ فوق تر و در مرتبہ نہائی است۔ پوشیدہ نماند کہ ہر کدام
 لطائف انسان عروج جداگانہ داشتہ می باشد۔ چنانچہ عروج قلب بہ صفات اضافیہ و عروج
 روح بہ صفات ثبوتیہ ثمانیہ و عروج لطیفہ سر بہ شئون ذاتیہ و عروج خفی بہ صفات سلبیہ کہ راجع
 باعتبارات است و عروج اخفی بہ شان جامع و عروج نفس و عناصر ثلاثہ باہم باطن و عروج عنصر
 خاک بہ تجلیات ذاتیہ ذات مقدس او تعالیٰ مربوط است و ادراک ذات مقدس و طبقہ ہیئت حدائی
 انسان است و ریاست آنجا نیز مربوط عنصر خاک است۔ خلاصہ اینکہ وقتیکہ عارف بذات مقدس
 می رسد و از تمام صفات و حیوانات و اعتبارات میگذرد علم او بذات مقدس حضوری و بنفس خود
 حصولی می گردد۔ بیت

توئی از ہر دو عالم آرزویم ترا چون یافتم از خود چه گویم
 تبصرہ: در طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجاہد ہم بطور محبوبان سیر می کنند زیرا کہ این طریق
 طریق محبوبان است۔ حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبند میفرماید: از حق سبحانہ طریقہ خواستہ ام

کہ البتہ موصل است۔ پس این طریق طریق محبوبان می باشد۔

سوال: درامت آنحضرتؐ غیر محمدی مشرب چرا بوده باشد؟

جواب: شان العلم مربی سردار دو عالم است و صفت علم مربی حضرت نورؑ و حضرت ابراهیمؑ است و صفت کلام مربی حضرت موسیٰ و صفت قدرت مربی حضرت عیسیٰ و صفت تکوین مربی حضرت آدم است۔ پس شخصیکہ عدم ذاتی او مقابل شان العلم بوده باشد آن شخص محمدی مشرب بوده و شخصیکہ عدم او مقابل صفات دیگر افتاده باشد غیر محمدی مشرب است اگرچہ ازین امت بوده باشد زیرا کہ استعداد او مناسب آن نبی است کہ عدم آن شخص مقابل صفت آن نبی بوده باشد۔

حضرت امام میفرماید کہ شہود آنجا نزدیکتر باشد و حاضر است الخ یعنی چون در فناء قلب نیان آفاق است کہ غیریت دارد پس فناء شہود غیر فناء قلب است بلکہ فناء شہود است نہ فناء قلب و در علم حضوری فناء علم حضوری فناء خود عالم است زیرا در علم حضوری علم و عالم و معلوم یک چیز است پس زوال علم مستلزم زوال خود عالم است۔

تبصرہ: علم عارف در وقت عروج بذات مقدس حضوری و علم او بنفس خود حصولی میگردد و در وقت نزول برعکس است یعنی در این وقت علم عارف بہ نفس خود حضوری و بحق سبحانہ حصولی میگردد۔

تبصرہ: وصول بذات مقدس بہ سیرا قربیت مربوط است کہ عبارت از سیر صفات است زیرا کہ صفات حق تعالی بہ ازا نزدیکتر است و ذات حق تعالی از با و صفات حق تعالی بہمان نزدیکتر است۔

تذکرہ: صوفیہ جو یہ پیران تہ جو یہ نرسیدہ اند بلکہ خود را واجبہ استہ و از خود نگزشتہ اند۔

تبصرہ: معنائ فنا این نیست کہ سالک از عبادت خلاص میشود بلکہ فنا عبارت از بین رفتن وجود بشری و بقا عبارت از ایجاد وجود مہوہی است و وجود مہوہی عارف نیز عابد مہوہی حقیقی است و وفات صوری عارف سبب موت حقیقی نیست بلکہ سبب موت صوری است۔ منقول است کہ در وقت وفات حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ خلفائے کرام او این بیت را می خواندند۔ بیت

کشتگان خیر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است
 در وقت خواندن مصرع اول حضرت بختیار کاکی وفات و در وقت خواندن مصرع دوم دوبارہ
 زندہ میگردید۔ بالآخرہ مصرع ثانی را ترک نموده و مصرع اول را تکرار میکردند و همان بود کہ روح
 مبارک بعالم قدس عروج و وفات نمود۔ از بزرگان کرام نقشبندیہ منقول است شاید کہ از فرمودہ ہا
 خواجہ عزیزان یعنی سید علی رامتنی بودہ باشد۔ بیت

در مسلخ عشق جز نیکو را نکشند لاغر صفتان و زشت خوراک نکشند

گر عاشق صادقی از کشتن مگر نیہ مردار بود آنکہ او را نکشند

در این جا کشتن عبارت از قتل و جود بشری است کہ سبب بقا و جود مویبی است و نیز بزرگی
 فرمودہ شاید کہ فرمودہ مخدومی حضرت مولانا عبدالرحمن جامی بودہ باشد۔ بیت

مراد دیگر بجائے من نہ بینی چو جان آئی بجائے من نشینی

تویی از ہر دو عالم آرزویم ترا چون یافتم از خود چہ گویم

تبصرہ: باطن عارف تجلیات عالم و جوب بودہ اما در ظاہر بمنزلہ عوام می باشد و
 ہم از حکمتہائے خداوندی است کہ تا معاملہ ابتلا و اختیار و آزمائش باقی ماندہ باشد زیرا کہ دار
 دنیا دار ابتلا بودہ و حق و باطل در این دار متمیز است اگر مشرکین قریش انوار باطن سردار دو عالم
 را میدیدند سرگزا نکار نمیکردند بگر حکیم مطلق چیزے را کہ خواستہ آنرا کردہ است۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ
 عبداللہ انصاری میفرمایند کہ مردم از اخیر می ترسند و عبداللہ از اول کہ در بارہ ماچہ نوشتہ اند حضرت فاروقؓ
 دعا میکرد خدا یا اگر مارا شفی تو شستہ آنرا محو کن و مرا سعید بگردان و اگر بار اسعید نوشتہ آن نابت بردار
 و حضرت مولانا روم میفرمایند مصرع: ماہی از سر کنده گردد نہ زدم

مکتوب شصت دوم

تبصرہ: در این مکتوب شریف تفصیل فرمودہ حضرت امام قرار ذیل است:

حقیقت انسان عدم است و انسان از عدم بوجود آمده و عدم وجود خارجی نداشته بلکه صرف وجود علمی دارد و در علم او تعالیٰ یک عدم از عدم دیگر متمیز است و همچنان در علم ذات ایزدی انعکاس یک صفت معین بیک عدم معین و انعکاس صفت دیگر بہ عدم دیگر رسیده بود و بعد از ان صفت تخلیق پر تو وجود واجب تعالیٰ را بران عدالت مخرج انداخته آن عدم مخرج را موجود خارجی گردانیده است و اختلاف مشارب نیز از همین جا سرچشمہ گرفته است یعنی عدم کہ در مقابل صفت علم واقع بوده و پر تو علم بآن رسیده افراد این عدم کہ زید و بکر و غیرہ بوده باشد برابر اسمی مشرب و نوحی مشرب اند و عدم کہ پر تو کلام بہ آن رسیده موسوی مشرب اند و علیٰ ہذا القیاس خلاصہ ذات انسان عدم و کمالات صفات ثمانیہ او یعنی علم و غیرہ صفات انسان پر تو صفات واجب است و از خود انسان نیست - بیت

تیاوردم از خانہ چتری نخست تو داری ہمہ چیز من چیز تست

در این جایک سوال دقیق وارد می شود:

سوال: در حالیکہ یک عدم در مقابل علم و عدم دیگر در مقابل قدرت و علیٰ ہذا القیاس ہر عدم بمقابل یکہ از صفات ثمانیہ واقع گردیدہ باشد پس عدمیکہ در مقابل علم واقع گردیدہ باید کہ تنہا دارای علم بودہ باشد و عدمیکہ مقابل قدرت واقع شدہ باید کہ تنہا دارای قدرت بودہ باشد و علیٰ ہذا القیاس عدالتیکہ بمقابل یکہ از صفات ثمانیہ واقع گردیدہ باید کہ تنہا دارای پر تو ہماں صفات بودہ باشد نہ پر تو صفات دیگر حالانکہ انسان جامع تمام صفات ثمانیہ است و انسان بصفت ثمانیہ موصوف است -

جواب: عدم زید و بکر کہ در مقابل یک صفت بودہ قبل از تخلیق پر تو آن صفت بآن عدم رسیده بود اما در زمانی کہ پر تو وجود حق سبحانہ تعالیٰ کہ جامع کمالات صفات ثمانیہ می باشد بنا بر مشیت خداوندی بآن عدمیکہ بمقابل ہر صفت واقع بودہ منعکس گردیدہ و در نتیجہ زید و بکر و غیرہ بوجود آمدہ اند چون حضرت وجود دارای کمالات صفات ثمانیہ است بنابراین از برکت پر تو وجود زید و بکر و غیرہ افرادیکہ بوجود آوردہ شدہ اند ہر کدام دارای نمونہ و پر تو کمالات صفات ثمانیہ گردیدند حضرت امام مہدیؑ بیدارین تحقیق لازم آمد لہذا این قدر بہت کہ وصول آن شخص بہ واسطہ آن صفت است کہ عدم آن بمقابل آن صفت

تبصرہ: فنا و نوع است یکی فناء شہودی است و دیگرے فناء وجودی۔ فناء شہودی آنست کہ ماسوی مرتبہ وجوب از دید و شہود عارف برآمده باشد۔ و فناء وجودی آنست کہ وجود بشری عارف بوجود مویہی تبدیل گردد۔ ناگفته نماند کہ وجود مویہی مراتب متغیر دارد چنانچہ تفصیل آن قبل گذشت۔

تبصرہ: در نزد حضرت امام موجودات سه قسم اند۔

- (۱) موجودات خارجی کہ عبارت از ذات مقدس او تعالی و صفات ثمانیہ او تعالی است۔
- (۲) موجود نفس الامری عبارت از عرش و کرسی، لوح و قلم، ہشت و موجودات بہشت ظاہر و باطن، انبیاء عظام تنہا باطن اولیاء کرام و حروف قرآن کریم و وجود ملائکہ غیرہ ذات مقدس۔
- (۳) موجود وہمی کہ عبارت از عالم امکان است کہ اصل آن عدم است۔ ناگفته نماند کہ نفس الامر علمائے معقول دیگر است و نفس الامر حضرت امام دیگر زیرا کہ عارف کامل در وقت وجود مویہی از مرتبہ وہمی بہ مرتبہ نفس الامری عروج و ارتقائی یابد۔ لہذا در این تعبیر نفس الامر حضرت امام و نفس الامر علمائے معقول کہ از فلسفہ خشک مادیات منبع میگیرند فرق زیاد موجود است چنانچہ گفته اند۔

از فلسفہ چہ پرسی اسرار کبریا را

مصرع

سوال: مرتبہ نفس الامر دارے چہ فضیلت خواہد بود؟

جواب: موجودات نفس الامری نسبت بموجودات وہمی بمرتبہ وجود خارجی نزدیکتر است لہذا وجود نفس الامری از وجود وہمی کہ در مرتبہ وہم قرار داشتہ و از عدم سرچشمہ گرفتہ بمراتب افضلیت داشتہ می باشد کہ بموجود خارجی نزدیک است۔

سوال: در فناء شہودی عارف وجود خود را کہ عدم است نمی بیند زیرا کہ ماسوی از

دید و شہود او برآمده است اما فناء وجودی کہ عارف معدوم نشدہ چہ مفہوم خواہد داشت؟

جواب: فناء اول مشاہدہ نمودن مرتبہ وجوب است و فناء دیگری بقایافتن

بآن مرتبہ مقدسہ شتان ما بینہما یعنی در مرتبہ فناء شہودی ماسوی از دید عارف برآمده و

عارف بعد میت اصلی خود پر بردہ اما در مرتبہ فنا و وجودی تجلیات آن مرتبہ مقدسہ جانشین عدم میگردد و عدم عارف از بین میرود یعنی وجود بشری عارف کہ اصل آن عدم بوده بوجود موهوبی تبدیل و باطن عارف تجلیات ذات مقدس و ظاہر او تجلیات صفات ثمانیہ او تعالی میگردد۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ خلاصہ اینکه بعد از مراتب فنا و وجودی و وجود عارف بہ وجود موهوبی تبدیل می یابد و معدوم نمی گردد۔

مکتوب شصت سوم

تبصرہ: در این مکتوب شریف حضرت امام میفرماید کہ عالم ممکنات موهوم بوده و حق سبحان موجود است پس قرب عالم بہ حق سبحان شبیہ قرب صورت است بہ آئینہ چنانچہ صورت در آئینہ نمود بلکه صرف در آن نمودار گردیدہ و از زشتی صورت بہ آئینہ هیچ نقصان عاید نمی گردد و آئینہ بہمان صرافت خود موجود است حضرت امام باز توضیح میفرماید کہ چون باین موهوم آثار موجود ترتیب یافته بنا بران عذاب و ثواب ابدی بآن مترتب گشتہ و در حص بنزلہ موجود نشان داده شدہ و بعض افراد آن اولیای کرام اند بہ موجود حقیقی قرب اتصال بلا کیف پیدا نمودہ و بآن مسر و اند۔ بیت

در این دیار بدان زندہ ام کہ گاہ گاہے نسیم عاطفت ازان یاری آید
حضرت امام عشق عارفانہ خود را اظہار و میفرماید کہ اگر چہ کہ موهوم ام مگر امید قرب کہ بدار حقیقی خود دارم
و این فرمودہ ہلے حضرت امام ہم اثر عشق عمیق و سرشار اوست کہ یہ بدار و محبوب حقیقی خود دارند۔
بزرگان فرمودہ کہ انسان حیوان عاشق می باشد۔ بیت

گر عشق نبودی و غم عشق نبودی چندی سخن لغز کہ گفتی کہ شنیدی
بنابران لازم بود کہ انسان را بہ حیوان عاشق تعریف می کردند نہ بہ حیوان ناطق۔

ہر چہ پیر خستہ دل و ناتوان شدم ہر گاہ کہ باد روے تو کردم جوان شدم
نشوی عشق آن شعلہ است کہ او چون بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

مکتوب شخصیت چہام

تبصرہ: معنی زوال عبارت از فنا و وجود بشری و ثبوت عبارت از بقا و وجود موهوبی است حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصومؒ در مکتوبات خود میفرماید کہ اولیائے کرام بہ حیات حقیقی زندہ اند و مرگ صوری حیات حقیقی آنہا را زائل کردہ نمی تواند و مرگ صوری نقیض حیات صوری است بہ حیات حقیقی کار ندارد چنانچہ حضرت حافظ شیرازی میفرماید:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است در جریدہ عالم دوام ما

حیات حقیقی عبارت از بقا و لطائف است با توار و جو کہ در موت تغییر نمی یابند حضرت حافظ شیرازی میفرماید:

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

معناے فناے عین و اثر ازین قرار است: عارفیکہ بہ صفات ثنائیہ رسیدہ باشد اگرچہ عین او فانی مگر اثر او فانی نمی شود زیرا کہ قبل از فنا اثر آن صفت در وجود عارف رسیدہ و این اثر بہ شہود صفات زائل نمی گردد یعنی شہود صفت سبب فناے اثر آن صفت نمی شود اما عارفیکہ بہ شئون ذاتیہ و مقامات برتر از ان برسد عین و اثر او ہر دو فانی میگردد بواسطہ اینکہ ذات او اثر صفت بودہ نہ اثر شئون ذاتیہ و صفات از شئون پائین تر است چوں صفت در شہود عارف فانی شد اثر آن نیز فانی شد لہذا در مقام شئون ہر دوے عین و اثر عارف فانی میگردد۔ پوشیدہ نمائند کہ فناے اثر خاص محبوبان و محمدی مشربان است و ہر عارف بہ فناے اثر مشرف شدہ نمی تواند۔ مصرع

نہ ہر کہ سر بر ترا شد قلندری داند

تذکرہ: اولیائے کرام در بارہ رجوع و عدم رجوع و اصل اختلاف دارند بعض آہتا میگویند کہ اصل ہم صفات بشری رجوع می کند و برخی مدعی آن اند کہ اصل از رجوع صفات بشری مخلوط و مصنون است۔ این اختلاف شان تیرہ بینی بر تفاوت مقامات است زیرا کہ آنیکہ بہ صفات رسیدہ باشند رجوع و اصل قائل اند و عارفانیکہ بہ شہود شئون مشرف شدہ باشند

برجوع واصل قابل نیستند۔ باید دانست کہ این اختلاف شان و ربارہ امکان رجوع می باشد نہ در وقوع رجوع یعنی رجوع واقع نیست حضرت امام میفرماید حقیقت ممکنات چون اعدام باشند انچه یعنی ذات زید و یا بکر آن عدم است کہ در مقابل علم و یا در مقابل قدرت مقتیدہ پس عدم زید و عدم بکر کہ ذات زید و بکر است عدم مقتیدہ است نہ عدم مطلق و این عدم مقتیدہ عبارت از آن عدم است کہ مضاف است بعلم و قدرت و عدم مطلق نیست۔ انچه میفرماید لازم می آید انچه یعنی فرمودہ حضرت امام بیان یک سوال است؟

سوال: وقتیکہ عدم از اہمیت عارف زائل شود و وجود مومہوی بجای آن نشیند باید کہ عارف واجب گردد و وجود واجب پیدا کند حالانکہ ممکن واجب شدہ نمی تواند؟

جواب: ممکن در وقت زوال عدم دارای آن وجود نمی گردد کہ از صفات واجب یا ذات واجب است بلکہ ممکن دارای آن وجود میگرد کہ ظل وجود واجب است کہ عبارت از وجود مومہوی است۔

مصرع زمین فلک شود و آدمی خدا نہ شود

بیت نہ آن این شود نہ این شود آن کہ اشکال گردد بر نوآسان

سوال: در سابق گفتہ شد کہ وجود از صفات واجب و یا عین ذات واجب است، این تردید برآی چہ خواہد بود؟

جواب: نزد اہل سنت وجود یک صفت زاید است بذات او تعالی و عین ذات نیست و نزد حکما وجود عین ذات است نزد حضرت امام کہ از محققین اہل سنت است و از مشاہدہ و الہام بیان میفرماید۔ وجود از صفات انتزاعیہ پورہ کہ وجود خارجی ندارد و حق سبحانہ بذات خود موجود است نہ بوجود صفات ثمانیہ او تعالی بذات او تعالی موجود اند نہ بوجود ذات مقدس از مرتبہ وجود و صفات دیگر بلندتر است۔ بیت

زاعلی بالا و بالا زبالا بندی ہم نمی گنجدر آنجا

باید دانست کہ وجود دو قسم است وجود اصلی و وجود ظلی۔ وجود اصلی خاصہ حق تعالی است

ووجود ظلی مشترک است در بین واجب و ممکن و بہر دوے آنها اطلاق میگردد چنانچہ کہ میگوئیم خداوند موجود است انسان موجود است و وجودیکہ خاصہ واجب تعالیٰ است از نقاضت عدم برتر است و صفات واجبہ اگرچہ واجب و قدیم اند لکن از رایجہ ممکن خالی نیستند و احتیاج صفات بہ قیام ذات بر تثبیت راجحہ ممکن است و عدم نیز در مقابل صفات ثمانیہ بہ نقاضت خود برتر است خلاف ذات مقدس کہ عدم بہ نقاضت آن مرتبہ مقدسہ برپائیدہ نمی تواند زیرا کہ عدم در مرتبہ وجود مشترک سلب گردید پس بمراتب بالاتر قیام کردہ نمی تواند پوشیدہ نماید ثبوتیکہ بعض عدم حقیقت عارف گشتہ نائب مناب عدم ذاتی آن عارف گردیدہ است کہ بعد از فناء عدم آن عدم بہ ثبوت وجود موهوبی تبدیل گردیدہ و این نیابت تا بہ اخیر مقام قاب قوسین است کہ وجود بشری بطور کمال فنا نیافتہ است و در مقام اودنی کہ عدم بانجام رسیدہ و عارف ہمہ ثبوت گردیدہ عدم بکلی از بین رفتہ این مرتبہ مرتبہ نہایت فنا است۔

نصیرہ: قوسین عبارت از قوس وجوب و قوس وجود امکانی عارف است۔

تذکرہ: قاب قوسین دارای سہ مراتب است۔

(۱) قوس امکانی و قوس مراتب وجوب است در این مرتبہ کہ سالک قوس صفات اضافیہ را دیدہ و خود را ہنوز فراموش نکرده است پس دو قوس عبارت از قوس صفات اضافیہ و قوس وجود عارف است۔
(۲) وقتی کہ عارف از صفات ثمانیہ عروج کند و ذات مقدس مشہود او گردد در اینجا دو قوس عبارت از قوس صفات و قوس ذات مقدس است۔

(۳) وقتی کہ عارف کامل بہ شہود ذات مقدس مشرف گردد و صفات را فراموش کند در این مرتبہ قوسین عبارت از وجود موهوبی عارف و مرتبہ ذات مقدس است و این مقام قاب قوسین بلندترین مقامات قاب قوسین است و مقام اودنی آن است کہ عارف از شہود وجود موهوبی خود گذشتہ تنہا بہ شہود مرتبہ ذات مقدس مشرف گردد و وجود بشری او بوجود موهوبی تبدیل شود۔

تذکرہ: حضرت امام در مکتوبی قوس اولی و قوس ثانی را چنین بیان میفرماید کہ قوس اول عبارت از وجود عارف است قبل از آنکہ بمقام اودنی مشرف شود و قوس ثانی عبارت از وجود موهوبی

عارف است کہ در وقت نزول از مقام او ادنی باز وجود مویہی خود را مشاہدہ کند و آنچه میفرماید کارخانہ عدم بروی برپا ماندہ الخ یعنی اثبتیت قبل از این مقام بوجود عدمی مربوط بودہ حال اگر چہ اثبتیت است اما اثبتیت وجود مویہی است کہ تغیر آن بہ ثبوت کردہ میشود نہ بہ عدم۔ آنچه میفرماید چون معاملہ از نقیض ثبوت بالا رود الخ یعنی وقتی کہ عارف بشہود ذات مقدس مشرف و از شہود ثبوت خود کہ ذات او بودہ عروج فرماید او ادنی است و نقیض ثبوت کہ عدم است در آنجا گنجایش ندارد چنانچہ در سابق گفتہ شد کہ در مرتبہ ذات مقدس عدم را ناب نقاضت نیست۔

تبصرہ: در این وقت قیام عارف بذات مقدس او تعالی است قبل ازین قیام او بظلال ذات مقدس بودہ کہ عبارت از صفات ثمانیہ و ظلال صفات ثمانیہ است۔

سوال: قیام عارف بذات بحت گفتہ شدہ حالانکہ قیام بذات بحت خاصہ صفات ثمانیہ بودہ پس فرق در بین قیام عارف و قیام صفات چہ خواہد بود؟

جواب: قیام صفات بذات مقدس قیام خارجی است کہ خاصہ صفات ثمانیہ است و قیام عارف قیام شہودی است شتان بینہما۔ آنچه میفرماید اما صفات را نقایض است کہ عدم علم و عدم قدرت بودہ باشد الخ یعنی چوں وجود این عارف از تجلی ذات بحت است بنابران وجود عارف ہم از نقاضت عدم فارغ است آنچه میفرماید پوشیدہ تماند الخ این فرمودہ شان بیان سوال است اما جواب این سوال را خود شان بیان فرمودہ و گفتہ اند کہ عارف واجب نمی گردد زیرا کہ وجود مویہی او نیز در وہم و حس می باشد نہ در خارج۔ مراد از وہم نفس امر است زیرا کہ عارف از مرتبہ وہم گذشتہ است و بہ مرتبہ نفس امر رسیدہ است۔

سوال: حضرت امام در بعضی مکاتیب خود وجود این طور عارف را نفس امری گفتہ و در این جا آنرا وہمی فرمودہ اند علت آن چہ خواہد بود؟

جواب: مراد حضرت امام از وجود وہمی مقابل وجود خارجی است نہ وجود وہمی ممکنات دیگر کہ مقابل موجود نفس الامر بودہ باشد و آنچه میفرماید بدانند الخ یعنی تمامی ذات مقدس علم است و

تمامی قدرت و کلام علیٰ ہذا القیاس یعنی ذات مقدس عین کمالات ثنائیہ می باشد، باقی مانند ظهور حق سبحانہ کہ حق تعالیٰ گاہے بصورت علم و گاہے بصورت سایر صفات ظهور میفرماید۔

سوال: ذات مقدس تعبیر ندارد و ظهور یک امر حادث است پس ظهور ذات مقدس مناسبت ندارد؟
جواب: ظهور ذات غیر ذات بوده و یک تمثال ذات است و این ظهور و تمثال منافی قدامت ذات شدہ نمی تواند۔ آنچه میفرماید نیز ازین قبیل است الخ یعنی تجلی ذات مقدس بصورت این عارف کامل متمثل میگردد و این ظهور برخلاف مرایای صوری است زیرا کہ در مرایای صوری صورت تابع مراتب است و در این جامرات واجب بصورت عارف متمثل گردیده یعنی صورت تابع مراتب نشدہ چنانچہ کہ در آئینہ ہائے ظاہری صورت تابع آئینہ می باشد۔ پوشیدہ نماند کہ رسیدن باین معارف مقام حضرت امام است و اکثر عرفاے دیگر باین مقام رسیدہ نمی توانند۔ آنچه میفرماید این تعین با وجود حدوث الخ یعنی غیایت داعطای این وجود مہوہی اکمل ترین وجودات مہوہی است۔

سوال: مراتب وجود حق چه معنی خواہد داشت؟

جواب: بہ شما معلوم است کہ آئینہ صوری و ظاہری صورت اشیا را نمایان می سازد؛ همچنان در علم واجب تعالیٰ ہمہ چیز معلوم است و ذات حق سبحانہ ہمہ چیز را میداند و ہر چیز برے نمایان است بتابراین اطلاق مراتب بران مرتبہ و حجب واقع شدہ است۔

تبصرہ (۱)۔ ظهور این تمثال و حجب در مرتبہ عالم مثال نیست زیرا کہ عالم مثال مانند عالم محسوسات در مرتبہ و ہم است بلکہ این ظهور در ظل خارج و در مرتبہ نفس امری باشد کہ از مرتبہ و ہم و محسوسات بلندتر است و بوجد خارجی نزدیک تر است و وجود خارجی در عالم مثال نمی گنجد زیرا کہ وجود خارجی خاصہ ذات مقدس است۔

تبصرہ (۲)۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ بر میر محمد نعمان می نویسد آیہ کریمہ است کہ میفرماید: کہ "حق سبحانہ بین شخص و قلب او حائل میگردد" بوجدان خود رجوع فرمائید الخ یعنی تجلی ذات مقدس در بین شخص و قلب او جاگزین میگردد۔ خلاصہ اینکہ در قلب تو تمثال ذات مقدس موجود است

پس متوجہ شو و از ان عاقل مباش حضرت میر نعمان ہم شخص بسیار کلان بوده از جملہ اولیاء بزرگ است۔
 آنچه میفرماید گوئیم تنزل بر تقدیر لازم می آید انچه یعنی فقیر طور را عین مرتبہ و جوب نمی دانند بلکه این
 طور را طور یک تمثال می انگارند که غیر ظاهر است چنانچه صورت زید در آئینہ عین زید نبوده بلکه انعکاس
 تجلی صورت زید است در آئینہ و ظاهر عبارت از حق سبحانہ است کہ تمثال آن مرتبہ مقدسہ در قلب
 عارف ظاهر است۔

تبصرہ: عارفیکہ بہ بقای ذاتی مشرف شود یعنی ذات و حقیقت او تجلی ذاتی بگردد
 ہر صفت از صفات ثمانیہ او ہر لطیفہ از لطائف او بہ شان خود عارف متمثل شدہ می تواند ازین جا
 است کہ میگوید حضرت غوث الثقلین و حضرت خواجہ بزرگ در یک آن زبان معین بچند جا
 حاضر شدہ بودند حق سبحانہ در حدیث قدسی میفرماید "وقتیکہ بندہ خود را محبوب گردانم من سمع
 و بصراوحی شوم" پوشیدہ نماںد کہ حقیقت جامعہ عبارت از قلب توری است و مصنفہ از قلب
 صنوبری است در ابتدا و قبل از کمال ادراک مصنفہ بواسطہ قلب توری بودہ و بعد از حصول کمال
 کمالات او از کمال لطائف دیگر فوق تر است و وصول بذات مقدس خاصہ اوست آنچه میفرماید
 در رنگ آنکہ در رنگ پختہ انچه یعنی قلب صنوبری بہ تجلیات لطائف دیگر متاثر نمی شود و کمال او
 بہ تجلیات بلند تر مربوط است۔

مکتوب شصت و پنجم

تبصرہ: وقتیکہ عارف بہ شہود ذات مقدس او تعالی مشرف شود بہ تجلی ذاتی باقی گردد۔
 ہر صفت از صفات عارف بہ عنوان ذات عارف ظہور می نماید و ہر لطیفہ او بہ شان وجود او
 متمثل میگردد۔ آن چیزیکہ عوام را در آخرت و جنت میسر میگردد و اولیاء را آن کمال در دنیا دست میدہد
 زیرا کہ این کمال مربوط بہ موت است و اولیاء کرام در دنیا بواسطہ فنا و بقا بموت مشرف شدہ اند
 بنا بر آن آنچه برای دیگران در بہشت میسر میگردد این بزرگواران در دنیا از آن مستفید و بہرہ وراند۔

”ذلک فضل اللہ“ مومنان بہ تمام وجود خود حق سبحانہ را می بینند اولیائے کرام در دنیا بہ تمام وجود خود کلام حق را می شنوند۔

مکتوب شصت و ششم

حضرت امام میفرماید معرفت ظل مستلزم معرفت اصل است الخ یعنی مراد از معرفت معرفت فی الجملہ است زیرا کہ حضرت امام در جائے دیگر فرمودہ کہ در بین صورت یک چیز و خود آن چیز اثبیت موجود است و عبارت دیگر خودشی و صورت شی دو چیز متغایر اند پس معرفت یکے سبب معرفت کامل آن دیگرے شدہ نمی تواند۔ اما معرفت ظل سبب معرفت فی الجملہ اصل می شود۔ آنچه میفرماید کہ اہل سنت ہم آنرا بلا کیف گفتہ اند الخ یعنی دیدار حجت بے چون بودہ و حجت داراے لیاقت دیگر است یا بعبارہ دیگر حجت محل دیدار ویت بلا کیف حق سبحانہ است و این دنیا کہ داراے چون و چہرہ بودہ داراے آن لیاقت نیست و دیدار حجت ہم بلا کیف است۔

تبصرہ: در این جہان باطن اولیائے کرام عاری و مبری از دنیا گردیدہ و لیاقت رویت قلبی را پیدا نمودہ است۔ آنچه دیگران را نسبہ برائے این بزرگواران نقداست۔

مکتوب شصت و ہفتم

حضرت امام میفرماید بواسطہ انعکاس و تلبس صور علمی الخ یعنی نزد حضرت شیخ اکبر غیر از ذات حق سبحانہ ہیچ چیز وجود خارجی نداشتہ و صفات ثنائیہ نیز داراے وجود خارجی نبودہ بلکہ صرف وجود علمی دارند و نزد حضرت شیخ ابن صورت علمی صفات در آئینہ ذات افتیدہ و بصورت عالم نمایان شدہ است و صور علمی صفات را اعیان ثابۃ نامیدہ اند یعنی آن موجودات را در علم ثابت میدانند نہ در خارج و مراد از علم عالمیت او تعالی مراد داشتہ نہ صفت علم را زیرا کہ صفت علم در زیر لو و وجود ندارد۔

تبصرہ: این پنداشت ہائے حضرت شیخ کہ در مقام توحید و جودی رخ داده بود خطائے کشفی است در ثانی حضرت شیخ ازین مرتبہ ترقی نموده اند چنانچہ حضرت امام در مکتوبی میفرمایند کہ شیخ در تحت صفت الحجات کلمہ دارد۔ سوال: حضرت امام این عالم را موصوفہ متقن دانستہ و این فرمودہ شان خلاف شریعت است زیرا کہ شریعت مقدس عالم را موجود و مکلف میدانند و امر موصوفہ مکلف شدہ نمی تواند۔

جواب: بہ نزد حضرت امام تخلیق عبارت از انقائ و جود و ہی است کہ درستی عالم ثابت است پس فرمودہ حضرت امام خلاف شریعت نیست۔ علمائے کرام مخلوق و حضرت امام و ہم متقن فرمودہ است۔ انچہ میفرمایند در رنگ عرصہ خارجی نفس الامری است الخ: مراد حضرت امام در این جا نفس الامر متعارف است نہ اصطلاح خود حضرت امام زیرا کہ آن نفس الامر امام نقیض مرتبہ و ہم است۔

تبصرہ (۲): مقام انتفاء است کہ ممکنات از شہود برآید و مقام نفی آن است کہ سالک بہرہ از ممکنات نگذشتہ اما در صدر گذشتن است۔

سوال: فرق حضرت شیخ و حضرت امام چہ خواہد بود؟

جواب: حضرت شیخ شہود عالم را شہود ذات مقدس دانستہ و حضرت امام حقایق ممکنات را عدمات دانستہ کہ ظلال و تجلی صفات بہ عدمات ممزوج گشتہ و عدم ہیولائے آنها و تجلی صورت آنها کہ در آنجا حال گردیدہ پس بطور حضرت امام حقیقت ممکنات مرکب از عدم و تجلیات صفات است و ممکن بود جودی خود در خارج موجود است بنا بران ممکنات را واجب نمی توان گفت و نیز ممکنات را واجب حمل نمی توان کرد زیرا کہ تعدد خارجی مانع حمل است اما در نزد حضرت شیخ ممکنات عین واجب بوده و حمل ممکن بر واجب بہ نزد او ثابت است نہ بہ نزد حضرت امام۔

مکتوب شصت و ہشتم

تبصرہ: اگر سائل سوال کند کہ در خارج دو موجود وجود دارد یکی وجود حق سبحانہ و دیگری وجود ممکنات و وجود ہر کدام این دو موجود سبب تحدید یک دیگر میگردد حالانکہ حق تعالی از تحدید تنہای

وجہات ہر است حقیقت این موضوع چگونه خواهد بود؟

جواب: علمائے طواہر اگرچہ حق تعالیٰ را نامحدود میدانند اما از حل این سوال عاجزانند ولی حضرت امام از کمال شان کہ خداوند جل شانہ از فضل و کرم خود باو شان عنایت فرمودہ جواب این سوال را چنین میفرماید: در خارج دو موجود نبودہ بلکہ یک موجود است کہ وجود حق سبحانہ و تعالیٰ است و ممکنات وجود خارجی نداشته بلکہ داراے وجود ویمی متفنن است و یک چیز موم سبب تحدید موجود خارجی شدہ نیست و اند یعنی در موجود ویمی فوق و تحت، شمال و جنوب و چو در ندارد و موجود خارجی فوق و تحت و بین و شمال موجود ویمی نمی باشد۔

سوال: وراثت مسلم تحدید است و حق تعالیٰ و ولی عالم است پس حق سبحانہ محدود میگردد؟

جواب: در خارج غیر از ذات مقدس حق تعالیٰ و صفات ثمانیہ او تعالیٰ هیچ چیز دیگر وجود ندارد و دران مرتبہ مقدسہ وراثت را گنجایش است و نہ غیر وراثت را و وراثت حق تعالیٰ از جملہ نقاہات است کہ بشر از درک آن عاجز است۔ حضرت بیدل میفرماید: بیت

بحر بیتاب کہ آن گوہر نایاب کجاست چرخ سرگشتہ کہ خورشید جہانتاب کجاست

حضرت امام در مکتوبی میفرماید کہ حق تعالیٰ و راہ الوراہ ثم و راہ الوراہ است۔ بیت

ترا علی بالا و بالا ز بالا بلندی ہم نمی گنج در آنجا

آنچه میفرماید اولیاء در دنیا این دولت حاصل میگردد الخ یعنی عارف کامل بہ تمام سمع و بصر میگردد

سوال: وقتی کہ تمام بصر گردد چرا مشاہدہ شان رویت گفته نمی شود؟

جواب: باز ہم وجود این جہان بہ نسبت وجود آن جہان ضعیف است و از ادراک او تعالیٰ

بعید اگرچہ ادراک در آخرت ہم نیست باز ہم آن رویت رویت دیگر است و آن چشم چشم دیگر شاید کہ بعض

خواص بلکہ خاص با دراک آن مرتبہ مقدسہ شرف بودہ باشند ذلک فضل اللہ۔ آنچه میفرماید شاید مومن را

در آخرت الخ یعنی چون رویت مربوط بہ موت است و مردار در عالم فرمودہ الموت جسرا الخ و اولیاء کرام بواسطہ

فتا و بقا باین موت باین جسرا در این دنیا مشرف شدہ اند و دیگران بعد از موت باین جسرا پائے میگذرانند و نشتان باینجا۔

مکتوب شصت و نہم

حضرت امام میفرماید اصحاب کرام بہ دولت صحبت انھ
سوال: حضرت امام صحبت خود را بہ صحبت آنحضرت مقایسہ کرده است و حالانکہ صحبت
آنحضرت چیز دیگر است۔
جواب: صحبت سردار دو عالم چیز دیگر بودہ اما صحبت نائبان آنحضرت نیز مانند صحبت
آنحضرت است۔

مکتوب ہفتاد

تبصرہ: حضرت امام میفرماید کہ نقل مکتوب را بشما فرستادہ ام انرا بخامی فہمید کہ کار بہ صحبت
است و شیخ کریم الدین نیز از فوائد صحبت بشما خواہد نوشت۔ بیت
صحبت صارح ترا صارح کند صحبت طارح ترا طارح کند
بیت بنشین یہ گدایان دردوست کہ ہر کس بنشست باین طایفہ شاہی شد و برخواست
خواجہ احرامی فرماید۔ بیت
نماز را بحقیقت قضا تواند بود ولیک صحبت ما را قضا نہ خواہد بود
حضرت امام در مدح حضرت خواجہ احرامی فرماید: قطب المحققین سید العارفین ناصر الدین حضرت
خواجہ عبید اللہ احرامی و نیز در مکتوبی دیگر میفرماید کہ حضرت خواجہ را از وظیفہ اقطاب اثنا عشر کہ تائید
دین باہتمام روط است نیز حصہ دادہ اند۔
بخط باید داشت کہ فوائد صحبت صالحین در احادیث آنحضرت تذکار یافتہ است۔

مکتوب ہفتاد و یکم

تبصرہ: ۱) خواجہ عبداللہ سپردوم شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ می باشد کہ عالم شہر

وسر آمد وقت خود بوردہ است و شاہ عبدالرحیم پدر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی از شاگردان ایشان است از فریدان حضرت امام بوردہ امان توحید و جود قدم راسخ داشته و ہمیشہ مکاتیب توحیدی را بحضور حضرت عروۃ الوثقیٰ مینوشت و حضرت خواجہ محمد معصوم بجواب او توصیه فرمودہ کہ آئندہ از ارسال چنین مکاتیب خودداری نماید۔

تبصرہ (۲): حضرت امام حقیقت واجب و ممکن را در مثال نقطہ حوالہ و دائرہ مومن توضیح میفرماید کہ در شہود دائرہ و مرتبہ ہم نقطہ ہم مشہود است مگر در حجاب دائرہ و در خارج بدو حجاب است حقیقت دائرہ ہمان نقطہ است و اشراق تمام حصص دائرہ از ہمان نقطہ است و دائرہ صورت آن نقطہ است پس واجب بر ممکن قریب بلکہ اقرب است اما سبب بعد از واجب تعالی خود با و نفس بایبنا شیم کہ از اصل خود معرض و بہ نفس خود منوجہ گردیدہ ایم و اشراق نقطہ را از خود دانستہ دعوی ہم سری نمودہ و از اصل خود دور مانده ایم ورنہ خداوند بمانند یک تراست۔ عارفی می فرماید۔ بیت

یار نزدیک تر از من بمن است این عجب تر کہ من ازوے دوم

و حضرت ابن عربی نیز حکایت کردہ کہ واجب از ممکن دور نیست اما ممکن بواسطہ غفلت از واجب دور گشتہ است چنانچہ حضرت بیدل میفرماید۔ بیت

جهان نیست جز تجلی دوست این من و ما ہمان اصافت اوست

آنچہ میفرماید باید دانست الخ این فرمودہ شان برائے دفع سوال ذیل است:

سوال: وقتی کہ ممکن وجود خارجی نداشته و تعدد خارجی در بین ممکن و واجب نباشد باید کہ حمل در بین ممکن و واجب جائز گردد و ممکن واجب دانستہ شود لہذا کہ مانع حمل یک چیز بر چیز دیگر تعدد خارجی است۔ زیرا کہ ظہور خارجی مانند وجود خارجی سبب تعدد وجودی گردد۔

جواب: صورت و تمیز صورت اگرچہ وہی است مگر وہم متقن می باشد کہ موجب تعدد

خارجی بوردہ و مانع حمل میگردد و ظہور خارجی سبب تعدد وجود خارجی پیدا شد و آثار خارجی داشته است۔

حضرت امام میفرماید: سبحان الله الخ یعنی قدرت کامله حق تعالی مرتبہ و ہم را یک نوع
تقریر و ثبات بخشیده و چنان نمود بدون بود داده است کہ نہ در اے وجود خارجی است و نہ صرف
وجود علمی بلکہ با وجود اینکه در علم است بدون علم ہم موجود است و این بود و مانع حمل او بر اصل
او گردیده است زیرا کہ وجود جدا گانہ پیدا کرده است اگرچہ در مرتبہ و ہم متفق است و در خارج
نیست۔ آنچه میفرماید عجب معالہ است الخ یعنی مراد حضرت امام آنست کہ ممکن عین واجب
نیست زیرا کہ قدرت او را جدا ساختہ اگرچہ اشراق او را اصل است مگر عدم جز اعظم حقیقت است
و از عدم ترکیب یافته و این دو چیز یعنی وجود خارجی و ترکیب مانع اتحاد ممکن با واجب گردیده بواسطہ
اینکہ واجب ترکیب ندارد و ممکن در اے ترکیب است آنچه میفرماید نقطہ آخر دائرہ نزدیک
ترین نقطہ ہا است بہ مبدأ دائرہ الخ

تبصرہ: از فرمایشات حضرت امام معلوم میگردد کہ نصف اول دائرہ عالم امر و
نصف دوم آن عالم خلق است، و عالم خلق مقبل بمرکز و عالم امر معرض از مرکز است و نیز از
سباق کلام حضرت امام معلوم و مہویدا است کہ تخلیق عالم امر قبل از تخلیق عالم خلق است و از
فرمودہ سردار دو عالم نیز تقدم عالم امر بر عالم خلق ثابت است چنانچہ میفرماید کہ من نبی بودم و حضرت
آدم در آب و گل بود یعنی من بصورت روحانی خود بملائک تبلیغ می کردم و حضرت آدم درین آب و گل بود
بحاطر باید داشت کہ این تبلیغ آنحضرت صرف بوجود ملکی و روحانی شان تعلق داشتہ
است خلاصہ بعذر درک مقدمات فوق اعتراض کہ در این مکتوب وارد است این است کہ حضرت امام
نقطہ اخیر اقرب و معرض دانستہ است این فرمودہ شان بالغتہ دیگر شان از دو ناحیہ متناقض بنظر میرسد۔
اول آنکہ درجائے دیگر نقطہ آخر را بعد و این جا قریب فرمودہ و دوم اینکہ درجائے دیگر
نقطہ آخر را مقبل و در این جا معرض دانستہ علت آن چہ خواهد بود؟

جواب: مراد حضرت امام از نقطہ اخیر نقطہ اخیر نموده و اخیر بکسرہ قانیست بلکہ آخر
است بہ فتح فا و مراد از نقطہ آخر نقطہ اول است کہ غیر از نقطہ مرکز اول ترین نقاط است بہ مرکز

و در ظهور مقدم است مگر پشت او بمرکز است زیرا کہ ظہورات دائرہ تا نصف دائرہ معرض از مرکز و بعد از نصف مقبل بمرکز است پس از فرمودہ ہاے حضرت امام معلوم است کہ عنصر خاک نقطہ اخیر نصف اخیر دائرہ بودہ و در قرب پیش قدم است زیرا کہ مقبل است۔ بتایران در فرمایشات حضرت امام ہیچ گونہ تناقض موجود نیست۔ آنچه میفرمایند بعد از طے جمیع نقاط الخ یعنی اول دائرہ با وجود قرب چوں طرف ظہورات متوجہ و از مبدا معرض است تا چار بعید میگردد و در نتیجہ بعد از طے تمام نقاط دوبارہ بہ مبدا خود خواہد رسید۔ ازین فرمایش معلوم میگردد کہ عالم امر بعد از طے عالم خلق بہ مبدا خود می رسد و نیز از فرمایشات حضرت امام معلوم می شود کہ قرب اصلی نصیب عالم خلق بلکہ نصیب عنصر خاک عالم خلق است۔ بیت

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظهر گل
ترجمہ این بیت بفکر بندہ آن است کہ عنصر خاک خود را تزکیہ و تصفیہ بد از تا گل ذات مقدس ظہور کند۔

حضرت بیدل میفرماید

خاک گرد و بہار جان دریاب سیر نسرین و نسترین این است
مراد از بہار جان عالم امر است یعنی تا زبانی کہ عالم امر تصفیہ نشود کمالات عالم خلق آغاز نیابد و بالخاصہ عنصر خاکی کہ رئیس ہیئت وحدانی عارف است بکمال نہ رسد سیر نسرین و نسترین کہ عبارت از مجاہدہ عناصر و یافت او تعالی است صورت نمی گیرد۔

مکتوب ہفتاد و دوم

تبصرہ: شاید این وقت آن زمانی بودہ باشد کہ سلطان جہانگیر حضرت امام را با خود میداشت
چون حضرت امام خواہان عزلت بودہ این وضعیت را ہم جس میدانند و مراد از قرۃ العین خواجہ جمال الدین پسر میرزا حسام الدین احمد است کہ جوادت و فیض بخشی حضرت امام خواہان کمال اوست۔
حاصل مکتوب مبارک اینکہ کسانیکہ بہ جمعیت باطن مشرف اند تلوین ظاہر در باطن شان سرایت نمی کند۔

یعنی اگرچہ درطاہر بہ نزد سلطان بودہ اما باطن بہ مرتبہ تمکین است۔

مکتوب ہفتاد و سوم

حاصل این مکتوب شریف این است کہ شیخ اکبر صفت علم را صفت اول و ظہور اول میدانند و در عین حال علم را موجود خارجی ندانستہ صرف ظہور علمی می انگارند و فوق آنرا مرتبہ لا تعین می گویند و حالانکہ فوق مرتبہ صفت علم صفت حیات و فوق صفت حیات شان العلم و فوق شان العلم شان انجیات است و فوق آن مرتبہ مرتبہ ایست کہ تعبیر از آن بہ مرتبہ علم و یا نور صرف و حقیقت محمدی میگردد حضرت شیخ این مراتب را مشاہدہ نکرده و فوق صفت علم را لا تعین و ذات بحت پنداشتہ است۔
سوال: شان حیات یک امر انتزاعی بودہ و نزدیک بذات مقدس است زیرا کہ صفت حیات اقرب ترین صفات است پس بدرک عارف چگونه خواہد گنجید؟

جواب: شان حیات با وجود اقربیت چون پائین تر از ذات قرار داشتہ و عین ذات نیست بنا بران در علم و ادراک عارف می گنجد۔

تبصرہ: صفات ثمانیہ واجب تعالی ہمہ در یک مرتبہ موجود اند اما در کشف عارف یکے فوق دیگری مشہود میگردد زیرا کہ عارف بہ انعکاس صفات خداوندی منعکس میگردد و این انعکاس صفات بصورت تدریجی و یکے بعد دیگرے دست میدہد ہذا با وجودیکہ صفات در یک مرتبہ بودہ اما در مشہود عارف فوقیت و تحتیت بہ نظری رسد۔

سوال: در صورتیکہ فوق صفت علم صفت حیات بودہ باشد و مرتبہ علم پائین تر از حیات قرار داشتہ باشد در این صورت در مرتبہ ذات مقدس کہ فوق حیات است علم نخواہد بود؟

جواب: این اعتراض را حضرت امام چہین جواب دادہ است کہ صفت العلم دیگر است و شان العلم دیگر یعنی شان العلم فوق صفت حیات قرار دارد پس علمی کہ در مرتبہ پائین تر از حیات است صفت العلم است نہ مطلق علم و نیز حضرت امام درجائے دیگر فرمودہ کہ خود ذات مقدس علم است و

نیز در مکتوب ۷۶ ہمیں دفتر مکتوبات قدسی آیات مرتبہ علم را چار درجہ از مرتبہ صفت حیات بلند تر دانستہ است پس اعتراض فوق وارد نیست۔

تبصرہ: علم کہ از صفات است معلوم او غیر ذات مقدس است و علمیکہ از شیونات ذات مقدس است آن صرف ذات مقدس او تعالیٰ است۔

سوال: حضرت امام میفرماید کہ صفت العلم او تعالیٰ بذات او تعالیٰ نمی رسد و مرتبہ ذات مقدس بہ صفت العلم معلوم نیست پس در صورتیکہ علم واجب کہ صفت واجب است بآن مرتبہ مقدس نہ رسد علم عارف چگونه بآن مرتبہ مقدسہ خواہد رسید؟

جواب: عارف چنانچہ کہ از اصل خود کہ صفت علم واجب است و مبرا فیض او است انعکاس میگرد و باین انعکاس بقا می یابد بعد ازین از بہت این بقا از مراتب شیونات اعتباراً نیز انعکاس گرفته و بہ آن بقا یافتہ تا بذات مقدس او تعالیٰ میرسد و بہ تجلی ذات مقدس منعکس میگرد پس عارف از اصل واصل الاصل خود نیز گذشتہ و بذات بخت او تعالیٰ می رسد و وجود بشری او بوجہ موهوبی تبدیل می یابد و حق تعالیٰ بہ بندگان خاص خود چنین فضل و کرم عنایت فرمودہ کہ بوجہ موهوبی بوصول بلا کیف بذات مقدس او تعالیٰ واصل میگردند و باین انعکاس آن علم کہ عین ذات است منعکس شدہ و بواسطہ این انعکاس از ذات او تعالیٰ نیز با خبر میگرد۔ ذلک فضل اللہ۔

حضرت امام میفرماید کہ این عنایت باری تعالیٰ در حق ما الخ یعنی اصل ما را کہ حضرت آدم است از مشت خاک افریدہ سجود ملک گردانیدہ و بہ خلافت خود سر قرار و مفتخر ساختہ و سر دار و د عالم را کہ از نسل حضرت آدم است بہترین عالم گردانیدہ و زمین و زمان را بواسطہ او خلق کردہ است و امت او را امت مرحومہ و خیر الامم گردانیدہ است و این عنایت حق از قدیم بابا موجود است و امروزہ نیست۔

مکتوب ہفتاد و چہارم

تبصرہ: حضرت شیخ اکبر ویت حق تعالیٰ را بصورت لطیفہ مثالی دانستہ میگوید کہ

بینندہ صورت خود را می بیند مگر در مرآت حق حضرت امام اول قول شیخ را توضیح کرده و باز گفته
شیخ را تر دید نموده و آنرا مخالف عقیده اہل سنت میدانند۔

حضرت شیخ میگوید کہ مراد از مرآت حق آن شان ذاتی است کہ صفت مری آن شخص ظل
آن شان است مثلاً شخصی کہ عیسوی مشرب است این شخص حق تعالی را بصورت شان قدرت
می بیند بہ این تفصیل کہ شان قدرت بصورت صفت قدرت متمثل گردیدہ و صفت قدرت بصورت
بینندہ میگردد۔ و شیخ حق سبحانہ را مرآت دانستہ و میگوید کہ مرآت بصورت بینندہ متمثل میگردد بنا بران
نزد حق تعالی ہم مرآت است و ہم بینندہ و نیز میگوید کہ بینندہ و عارف حق تعالی را ندیدہ بلکہ صورت
خود را در آئینہ وجوب و بصورت وجوب دیدہ زیرا کہ ذات مقدس از فیود مطلق و حالی است مطلق
مرآت یک صورت مقید شدہ نمی تواند مگر آن شان کہ اصل صفت مری سالک است مقید است تخصیص
بآن سالک داشتہ کہ مری اوست یعنی آن صفت کہ ظل این شان است مری آن شخص است پس خود
شان ہم مقید و مرآت گردیدہ و این را از این سبب مرآت میگوید کہ مرآت واسطہ دیدن است چو این
شخص خود را بصورت این شان می بیند پس شان حکم آئینہ پیدا کردہ است کہ او را بہ او نشان دادہ۔

حضرت امام میفرماید کہ شیخ از صوفیہ وجودیہ پورہ و وجودیہ ممکن و واجب را یک چیز میدانند
پس نزد آنہا دیدن ہر شخص دیدن حق است اما حضرت شیخ چوں عالم بزرگی است بہ نقص این موضوع
ملتفت گردیدہ ابتدا دیدن ہر فرد را دیدن حق ندانستہ بلکہ تنہا دیدن آن شان را کہ سالک بصورت
خود دیدہ است آن را دیدن حق می داند و آن صورت خود بینندہ است کہ بصورت شان مری خود
آنرا دیدہ است۔ آنچه میفرماید کہ این مرآت برخلاف دیگر مریا است و این مرآت بصورت خود بینندہ
میگردد و مریاے دیگرہ چنان است الخ یعنی مرآت عبارت از آن شان است کہ بینندہ خود را بعنوان
وجوب دیدہ است و واجب دانستہ و تا این جا شرح کلام شیخ پورہ بعد از آن حضرت امام قول او را
تردید و میفرماید کہ ظہور آن شان ظہور یک مخلوق است کہ حق سبحانہ او را اظہار نمودہ و نیز میفرماید
عجب است از کلامہاے صوفیہ کہ بر دیون تشبیہی تسلی خود کرہا نمودارہ و تشبیہ غافل ملغوا اند و دیدن

شان منتهی را دیدن حق دانسته اند آنچه میفرماید بلکه گمان برده که قابل تنزیه محض قاصر است انچه تبصره: وجودیہ میگویند که حق سبحانہ جامع تنزیہ و تشبیہ است و تشبیہ عبارت از مرتبہ امکان است و میگویند که تشبیہ عین تنزیہ است و ممکن واجب است و این را از این سبب میگویند که واجب محدود نشود و اگر ممکن واجب نگردد واجب محدود خواهد شد۔ زیرا کہ یک موجود موجود دیگر را محدود می گرداند حضرت امام میفرماید کہ وجود ممکنات محدود واجب شده نمی تواند زیرا کہ ممکن موجود خارجی نبوده بلکه وہم متفق است۔

خلاصہ اینکه وجودیہ ممکنات را واجب پنداشته و واجب را دارای مراتب متعدده میدانند چنانچہ مراتب تعینات خمسہ و مرتبہ لاتعین ہمہ را واجب می پندارند اما حکم مرتبہ لاتعین را در مراتب دیگر مقایسہ نمی کنند و میگویند کہ مرتبہ لاتعین احکام و خواص جداگانہ داشته و تعین اول کہ عبارت از علم اجمالی است حکم جداگانہ داشته و تعین ثانی کہ علم تفصیلی است خواص جداگانہ و عالم ارواح خواص جداگانہ و عالم مثال کہ تعین رابع است خواص جداگانہ و عالم اجساد کہ تعین پنجم است خواص جداگانہ دارند مگر تمام این مراتب واجب اند حضرت مولانا عبد الرحمن جامی کہ از صوفیہ وجودیہ است میفرماید:۔
گرفرق مراتب نکنی ز ندیقی

یعنی این مراتب ہمہ واجب اند مگر خواص ہر مرتبہ جدا است۔ حضرت امام بہ کلمہ لایحقی بالائے شیخ اعتراض کرده و میگویند کہ در نزد شما تشبیہ وجود خارجی نداشته صرف وجود علمی دارد و موجود علمی محدود وجود خارجی شدہ نمیتواند بمنزلہ عدم خارجی کہ محدود وجود خارجی شدہ نمیتواند و اگر عدم وجود خارجی میداشت محدود وجود خارجی میگردد و او را محدودی ساخت و چون عدم وجود خارجی ندارد محدود وجود خارجی شدہ نمیتواند۔ همچنان لے شیخ ممکنات بنزد شما وجود خارجی ندارد۔ بتابراین چگونه محدود واجب شدہ میتواند پس نیست کہ شما ممکن را عین واجب پندارید و نیز واجب را مرکب از کامل و ناقص بانکارید و حالانکہ مرکب از کامل و ناقص ناقص است و نیز اعیان ثابتہ بہ نزد شما صرف وجود علمی داشته و وجود خارجی ندارند و موجود علمی محدود وجود خارجی نمی گردد چنانچہ تصور شریک

باری تعالیٰ مستلزم تحدید واجب شدہ نمی تواند زیرا کہ صرف تصور بوده وجود خارجی ندارد بنابراین
 چون شما عالم را فقط موجود علمی میدانید پس موجود علمی موجود خارجی را محدود ساخته نمی تواند لهذا
 حکم اتحاد درست نبوده و بآن احتیاج نیست حضرت امام بہ کلمہ فنقول قول شیخ را بیان کرده
 میفرمایند کہ شیخ تجلی شان را انتہای تجلیات میدانند و میگویند کہ بالاتر از این تجلی هیچ مقام نیست
 تبصرہ: این مکتوب حضرت امام تا تمام مانده مگر حضرت امام در مکاتیب آورده فرمودہ
 کہ شیخ از وصول مطلب دیگران را باز میدارد و میگویند کہ بالاتر از این ترقی نیست و حضرت امام
 میفرمایند کہ اگر بالاتر عروج نہ کنیم چه کرده باشیم و از مطلوب چه چیز بدست آورده باشیم الخ یعنی
 ہر گاہ بالاتر از این مقام عروج نہ کنیم از مطلوب معشوق حقیقی محرومی مانیم بیت
 ترسم کہ یاربانا آشنا بماند نادامن قیامت این غم بہ ما بماند
 مصرع درون دیدہ اگر نیم مواست بسیار است

مکتوب ہفتاد و نهم

تبصرہ: حضرت امام بہ خواجہ محمد ہاشم کشتی تفہیم میدارد کہ تجلی افعال آن است
 کہ گفتہ شد و میفرمایند کہ در قول وجودیہ افعال مختفی نشدہ بلکہ نسبت افعال مختفی شدہ و فاعل
 افعال را کہ زید و بکر است واجب گفتہ اند و لازم بود کہ افعال ممکنات را بہ ممکنات منسوب می سلطنت
 اما آنہا افعال ممکن را بہ واجب منسوب کردہ اند و زید و بکر را واجب دانستہ اند افعال ممکن را نہ بینند
 آنچه میفرمایند اگر توجہ است الخ یعنی وجود بشری سالک فانی و وجود موسوی کہ بہ او غایت شدہ
 را کہ میگرد و نیز قبل از این سالک صفات ثمانیہ را از خود میدارست و در این وقت میدانند کہ این
 صفات از ان من نبودہ بلکہ بر توصفات واجب است و مورد کلمہ انا کہ برائے وجود بشری وضع شدہ
 است فانی میگردد و این عارف انا را بخود راجع نمی سازد۔

تبصرہ: اگرچہ عارف بہ وجود موسوی بانی گردیدہ و کلمہ انا کہ موضوع برائے

وجود بشری اولیٰ و دوم از بین رفتہ است و عارف خود را عین واجب می بیند مگر تا را با آن مرتبہ مقدسہ راجع ساختہ نمی تواند زیرا کہ اثبات خودی و بشریت بودہ و خودی از وی رفتہ است و در انانیت خودی از بین ترقی بلکہ عنوان خودی تبدیل شدہ و ممکن کہ سالک است بہ عنوان وجوب دیدہ شدہ ناگفتہ نہاند کہ عارف در ابتدا عارف خود را مانند جماد بدون حس دیدہ و در ثانی آن جماد نیز از نظرش معدوم میگردد فناء اول فناء عین بودہ و فناء ثانی فناء اثر است۔

سوال: وقتی کہ عارف ہر دو وجود و عدم را باختہ باشد عارف معدوم مطلق خواہد بود پس کہ میگوید و چہ را می بیند؟

جواب: فناء بقا در شہود مستلزم فناء وجود خارجی نیست این سوال میر حسین سادات ہروی است کہ حضرت خواجہ محمد معصوم مجدی جواب این سوال را بصورت غائب آمیز نوشتہ و فرمودہ کہ فناء شہودی بودہ و وجودی نیست و نیز تمام لطائف عارف بیک مرتبہ فانی نمیکرد بلکہ فناء بقاء لطائف تدریجی است و در وقت فناء یک لطیفہ لطیفہ دیگر باقی است۔

تذکرہ: زیانہ عروۃ الوثقی و میر حسین متی نہ بودہ سوال میر حسین در کتاب است پوشیدہ نہاند کہ نزد صوفیہ مقرر است کہ حقیقت سالک یک عدم مقید بودہ کہ بہ انعکاس تجلی صفات از اعدام دیگر امتیاز یافتہ و وجود پیدا کردہ است چنانچہ صورت کہ مشخص ہیولا است و عدم ہیولائے ممکنات و تجلی صورت آہا است یعنی صورت تشخیص کتہہ ہیولا است و ہیولا محل صورت است اما حضرت امام کہ بکمال عروج و علم مفتخر اند میفرمایند کہ انعکاس تجلی در عدم بہ اعتبار توہم است و در حقیقت تجلی در عدم منعکس نگشتہ و عدم نیز وجود نیافتہ پس تجلیات در عالم وجوب و عالم در کتم عدم است و وجود ممکن در مرتبہ توہم است و کمال اقتدار صانع حقیقی است کہ تجلی از مرتبہ وجوب و عدم از مرتبہ عدم نیامدہ باز ہم مخلوق نمایاں گردیدہ و این تخلیق در مرتبہ توہم است یعنی نمود بدون بود است۔

مصرع
لے برادر تو ہمیں اندیشہ

یعنی خود را موجود میدانی حالانکہ عدمی حضرت امام میفرماید کہ این وجود تو ہی یک نوع اتقان و ثبات داشتہ عذاب و ثواب ابدی بران مترتب گردیدہ است۔

حضرت جامی میفرماید :-

ممکن ز تنگنای عدم ناکشیدہ رخت واجب ز بارگاہ قدم ناہارہ گام
در حیرتم کہ این ہمہ نقش عجیب چیست در لوح ظاہر آمدہ مشہود خاص عام

تبصرہ : وجود اقسام عالم بمنزلہ مصنوعات مداری و شعبہ باز است مگر فرق شکلیہ شعبہ باز و عالم ممکنات آن است کہ شکلیہ شعبہ باز اتقان و ثبات نداشتہ اما وجود تو ہی عالم اگرچہ وجود خارجی ندارد اما دارای ثبات و اتقان می باشد۔ باید دانست کہ این کمال قدرت صانع است کہ نیست را بہت نما نشان دادہ و ثبات و رسوم بخشیدہ است و تخلیق عبارت از ہمیں اتقان و ثبات است فقہار ک اللہ احسن الخالقین۔

تذکرہ : فرق صنع مداری و صنع حق تعالی این است کہ مداری اشیاء ناموجود را موجود نشان میدہد اما حق تعالی اشیاء ناموجود را موجود میگرداند۔

آنچہ میفرماید تائیدی نیابی الخ یعنی نازمانے کہ بہ واجب نہ رسی مطلوب را بدست نیاری و یا اینکه تا از وجود بشری خلاص نشوی وجود موهوبی نیابی و یا اینکه تا کہ از ممکنات نہ گزری بواجب نرسی چنانچہ حضرت بیدل میفرماید۔

بی فنا سیر عیش نتوان کرد در خود آتش زن و چراغان باش

و نیز میفرماید۔

چند محبوس الفت جسمی سیر بر و ن آرتا جہان بینی

آنچہ میفرماید علت سماوی وارضی الخ یعنی علت سماوی عبارت از عدم جاذبہ حق سبحانہ و عدم توجہ مرشد خواہد بود و علت ارضی عبارت از عقول و نقص استعداد سالک است۔ آنچہ میفرماید این تجلی برزخی الخ یعنی این تجلی برزخی تجلیات ذاتیہ بودہ تجلی کہ ایکہ شیخ آنرا انتہا دانستہ

تجلی یک شان از شیون بودہ و این تجلی بر زخی عارف را فانی ساختہ و سزاوار تجلی ذاتی میگردد و از تجلی ذاتی شیخ بلندتر است۔ آنچه میفرماید کہ نصیب از مرتبہ الخ یعنی معرفت آن مرتبہ بے چون تیرہ چون است و عارف ہم در این وقت بہ چون میگردد باز ہم بہ چون مطلق دیگر است و بے چون فی الجملہ دیگر در این وقت علم عارف ہم بہ چون میگردد زیرا کہ در علم متعارف عقل و نفس مدرك اند و این علم با دراک تمام لطائف عارف مربوط است و عنصر خاک است کہ باین قرب مشرف میشود و ہیئت وحدانی عارف است کہ ادراک ذات مقدس می نماید۔ بیت

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظهر گل

خلاصہ اینکہ رسیدن بذات مقدس وظیفہ عنصر خاک و ادراک ذات مقدس نصیب ہیئت وحدانی انسان است کہ در رأس آنہم عنصر خاکی قرار دارد۔ آنچه میفرماید باین اعتبار گفته الخ یعنی چون سالک اثر صفات است و اثر صفات تحت صفات واقع میباشد باین بران وقتیکہ عارف بصفات میرسد فانی میگردد و معدوم میشود این قول شیخ درست است کہ بعد از ان عدم است یعنی فنا است مگر خطائے شیخ آن است کہ از مقامات فوق قدسیہ کہ از حوصلہ سالک بلندتر است می ترساند و حالانکہ عارف بسبب انعکاس تجلی اصل خود از اصل گذشتہ بہ اصل الاصل و ذات مقدس میرسد۔

تبصرہ: شخصیکہ فانی نشدہ بہ تجلیات ذات بیہوش میگردد و تجلی او ہم تجلی شیون است نہ تجلی ذات مقدس حضرت امام در مکتوبی بربان عربی میفرماید معنائے آن این است کیکہ بہ آتش مساس کند می سوزد و کیکہ آتش کشتہ نمی سوزد، و شخص کہ وجود مومہونی یا فتنہ بے ہوش نمیکردد و تجلی ذاتی در حق او استوار ندارد۔

شرح حصہ ہفتم در ہمیں جا خاتمہ یافت

احب الصالحین ولست متهم لعل الله یرزقنی صلاحًا

وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم علیہ و علی آلہ

و اصحابہ و علینا معہم اجمعین

از کمالات حضرت امام قدس

حقایق و معارف آگاه سیادت پناه سید زوار حسین آغا که یک شخص عارف عالم و متقی بوده و نیز مولانا محمد علی صاحب ادارہ مجددیہ ہر دو نے این اشخاص نیک حکایت می کنند کہ حضرت محمد ہاشم جان مجددی مرحوم می گفت کہ در یک وقت با سید سلیمان صاحب ندوی ملاقات رخ داد بہ مجرد دیدن بہ من گفت کہ حضرت صاحب چون کہ ہیج وقت اورا ندیدہ بودم و او نیز مراندیدہ بود با و گفتم کہ از کجای دانی کہ من از حضرات مجددی می باشم در جواب یک خوارق عجیب حضرت امام را حکایت کرد۔ گفت کہ بادوستان خود بہ سرسند شریف حاضر شدہ بودم ہمان بود کہ دوستان درون روضہ مبارکہ حضرت مجدد مشرف و من کہ بسیار علاقہ نداشتم پہلوئے یک دیوار نشستہ و چون ماندہ شدہ بودم پائے خود را دراز کردہ بودم دیدم کہ از طرف مزار مبارک یک شخص تشریف آوردہ کہ جبہ را پوشیدہ بمن گفت کہ مکتوبات من را خواندہ، گفتم خواندہ ام، فرمود کہ فہمیدہ۔ ہمان بود کہ از بسیاری ہیبت بے ہوش شدہ بودم تا آنکہ ہمراہیان من آمدند و مرا بہ ہوش آوردند۔ حال کہ ترا دیدم چہرہ تو بان چہرہ مبارک یک گونہ مشابہت داشتہ ازین سبب ترا بہ نام حضرت صاحب خطاب کردم۔

و جناب سید سلیمان ندویؒ یک شخص بسیار عالم و متقی و صاحب تصانیف کثیرہ

می باشند۔

الَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ

شرح مکتوبات قدسی آیات

بیان عقائد اسلامی و تصوف

محبوب بھجانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی کابلی

سرہندی قدس سرہ السامی

حصہ نہم ————— دقت سوم

شارح

مولوی نصر اللہ ہوتکی ولد مرحوم حاجی محمد شاہ خان
حافظ مضامین مکتوبات قدسی آیات

رکن ازارا کین جمعیت العلماء دولت علیہ اسلامیہ جمہوری افغانستان

محرر و مرتب و ہمکار شرح ابن کتاب مقدس

الحاج حفیظ اللہ خان سیرت بدشتی تالقانی ولد مرحوم صفر علی خان

بینگ باشی

و آغاے خیری مدیر صاحب وزارت جلیلہ مطبوعات نیز بابتہ معاونت زیادہ فرمودہ است۔

فہرست مضامین

- مکتوب نمبر ۷۶ - بیان آن مرتبہ علم کہ تعبیر بہ حقیقت محمدی میشود۔
صفحہ ۷۶۷
- ۷۷ - بیان وسعت مرتبہ ذات بیچون بیان معرفت و عجز از معرفت۔
۷۶۹ { بیان حقیقت کعبہ معظمہ و حقیقت قرآن و حقیقت صلوٰۃ و بیان
معبودیت صرف و حقیقت کلمہ طیبہ۔
- ۷۸ - بیان معارف دورہ توقیف و وقت نزع عارف۔
۷۷۳
- ۷۹ - بیان آن عارفیکہ منظر ذات مقدس او تعالیٰ گردد و وجود موسوی ادا
۷۷۴ { قیام بذات بحت او تعالیٰ پیدا می کند۔
- ۸۰ - بیان آن عارفیکہ منظر ذات مقدس او تعالیٰ بگردد و وجود بشری ادا
۷۸۱ { بوجود موسوی تبدیل بیاید در این مقام صفات و ذات عارف بلکہ
تمام افراد عالم بآن ذات موسوی عارف قیام پیدا می کنند این
عارف قیوم زبان و مجد دماۃ و یا مجد الف خواهد بود۔
- ۸۱ - ستارہ پروین مناسبت بہ قلب و نبات الغش مناسبت بروح دارد۔
۷۸۲
- ۸۳ - بیان ارباب فراغت و ارباب بلا و مصیبت۔
۷۸۳
- ۸۴ - برائے طالب مبتدی تکرار اسم ذات مناسب است۔
۷۸۴
- ۸۶ - ریاضت اہل اجتناب از شرایط و وصول نہودہ اما خالی از منافع ہم نیست۔
۷۸۵
- ۸۷ - حق تعالیٰ دنیائے حضرت امام را آخرت شان گردانیدہ۔
۷۸۸ { حق تعالیٰ در مرتبہ لاتعین بودہ و در مرتبہ اول بصورت وجود نمایاں گردیدہ
لہذا تعین اول ظہور وجود است کہ مرکز آن حقیقت آنحضرت بودہ کہ
عبارت از حب است و محیط آن حقیقت حضرت خلیل است۔ سایر
تعیینات در تحت این تعین وجودی قرار دارند۔
- ۸۹ - مراد از انا الحق و سبحانی حکایت از خداوند نہ بودہ بلکہ بیان یک احوال تصوفی است۔
۷۹۴
- ۹۰ - در این دنیا ابصار تابع قلب است۔
۷۹۵
- ۹۱ - در وجود انسان دو سلطان حکمرانی بینماید یکے نفس دیگر روح۔
۷۹۶

- ۷۹۸ مکتوب نمبر ۹۲ - عرفا بواسطہ وجود موسوی کلام حق سبحانہ را بدون واسطہ گوش می شنوند۔
- ۷۹۹ ۹۳ - بیان وجود و کشفات متصوفین درباره وجود۔
- ۸۰۱ { ۹۴ - بیان سزوات مقدس او تعالیٰ کہ تعبیر از ان بہ حقیقت احمدی می شود
و بیان جمال ذاتی مرکز ان کہ حقیقت احمدی است۔
- ۸۰۶ { ۹۵ - ولایت حضرت امام مرکب از ولایت موسوی و محمدری است
یعنی محبوبیت ممتاز ج است۔
- ۸۰۷ { ۹۶ - در ولایت محمدری دویم علامہ دو حدوث و در ولایت احمدی یکیم علامہ
یک حدوث است و بجای یکیم الف الوہیت آردہ محمد احمد شدہ است
- ۸۰۸ ۹۷ - بیان حقیقت ممکنات کہ نمود بدون بود است۔
- ۸۰۹ ۹۸ - حسن ممکنات از حسن واجب است نہ از خود ممکنات۔
- ۸۱۰ { ۱۰۰ - بیان حسن ملاح و صباحت حسن حضرت یوسف صباحت است و
حسن آنحضرت ملاحت بودہ کہ حسن ذات است۔
- ۸۲۱ ۱۰۲ - حضرت امام قیام حضرت داؤد و ہم بیداری ثلث آخر شب را مراعات نموده است۔
- ۸۲۲ ۱۰۳ - در بیان خلیفہ مقید و خلیفہ مطلق۔
- ۸۲۳ { ۱۰۴ - در این مکتوب شریف حضرت امام حضرت عروۃ الوثقی را بہ منصب قیامت
و خواجه محمد سعید را بمقام خلعت مژدہ میدہند۔
- ۸۲۴ ۱۰۵ - بیان حالات بلند شیخ حسن برکی۔
- ۸۲۵ { ۱۰۶ - آنحضرت بحضرت امام بشارت داده اند کہ در مقام شفاعت نصیبی دارد
و حضرت امام میفرماید کہ حق تعالیٰ باین فقیر فرمود کہ کسی کہ ترا بمن تائب قیام
قیامت بواسطہ یا بدون واسطہ وسیلہ میگرداند اورا می بخشم۔
- ۸۲۵ ۱۰۷ - در بیان نصیبی کہ در راہ سلوک بمعارف رخ میدہد۔
- ۸۲۶ ۱۰۸ - در بیان مقام رضا و رسیدن بہ تجلیات ذاتیہ۔
- ۸۲۷ ۱۰۹ - در بیان خیال و کشف و خیال سبب بصیرت است۔
- ۸۲۸ { ۱۱۰ - تا وقتیکہ عارف در صفات و در ظلال صفات قرار دارد ممکنات را
ظہورات و ظلال حق می پندارد زمانیکہ بذات بخت میرسد ممکنات را
مصنوعات حق میدانند نہ ظہورات و ظلال۔

- مکتوب ۱۱۱ - درہم فنا وجود مومہوی بعارف عنایت میگردد آخرین وجود مومہوی
 ۸۲۸ { بفناے ذاتی میسر می گردد۔
- ۱۱۲ - صفات ثمانیہ او تعالیٰ لا ہو ولا غیرہ می باشد۔ صوفیہ کرام میگویند چیزیکہ
 ۸۳۰ { در این جہاں نمونہ داشتہ باشد بخیاں می گنجد و چیزیکہ نمونہ نداشتہ باشد
 در خیال نمی گنجد، صفات ثمانیہ در این جہاں نمونہ دارند چنانچہ صفات ثمانیہ
 انسان اما ذات مقدس او تعالیٰ نمونہ ندارد لہذا در خیال نمی گنجد۔
- ۱۱۳ - در بیان صفات ثمانیہ حق تعالیٰ کہ در کمال تقدس بودہ و بہ صفات
 ۸۳۱ { ثمانیہ انسان مناسبت ندارد۔
- ۱۱۴ - در بیان مرتبہ تفصیل و اجمال و در بیان آنکہ در علم او تعالیٰ ظرفیت و
 ۸۳۳ { منظر و قیوت نیست بلکہ قیام معلوم است بعلم۔
- ۱۱۵ - در این مکتوب شریف بیان یک استعارہ است۔
 ۸۴۱
- ۱۱۶ - بہ خلق اللہ مہربانی و شفقت باید نمود۔
- ۱۱۷ - در بیان ارباب تلویں و ارباب تمکین و وجود مومہوی و در بیان اینکہ
 ۸۴۲ { برای اہل تلویں مکاشفہ بود اما مشاہدہ نیست و برای اہل تمکین مشاہدہ است
- ۱۱۸ - در بیان گفتار شیخ شہاب الدین و در بیان آنکہ چیزیکہ در مرتبہ
 ۸۴۵ { صفات است مکاشفہ است و چیزیکہ در مرتبہ ذات است مشاہدہ
- ۱۱۹ - در بیان قول شیخ شہاب الدین در اطراف حلول۔
 ۸۴۷
- ۱۲۱ - در بیان جوابات حضرت امام بمقابل اعتراض مخالفین۔
 ۸۴۸
- ۱۲۲ - وصول بمطلوب بدون واسطہ آنحضرت امکان پذیر نیست و بیان
 ۸۵۱ { اینکہ وجود مومہوی کہ بعارف عنایت شدہ از جملہ ممکنات است
 وظل آن وجود است کہ در مرتبہ وجوب است۔
- ۱۲۳ - در راہ قرب نبوت واسطہ نیست۔
 ۸۵۳
- ۱۲۴ - در بیان اینکہ حقیقت کعبہ بر حقیقت محمدی افضلیت دارد۔
 ۸۵۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

شرح مکتوبات قدسی آیات

حصہ نم دفتر سوم
مکتوب ہفتاد و ششم

حضرت امام میفرماید: شان العلم ہر چیز تابع شان الحیات است الخ یعنی شان الحیات اگرچہ فوق شان العلم است و صفت حیات فوق صفت علم است اما علم را مرتبہ ایست کہ حیات را نیست زیرا کہ علم عین عالم و عین معلوم شدہ می تواند ولی حیات عین حی شدہ نمی تواند بنا بران علم را مقامی است فوق صفات کہ تنہا اطلاق نور بران گنجایش داشتہ و تعبیر دیگر در آنجا گنجایش ندارد علم حضوری و علم حصولی نیز دران مرتبہ مقدسہ رہ ندارند بواسطہ اینکہ این دو علم تحت صفت حیات قرار دارند و این علم فوق صفت حیات است۔ آنچه میفرماید کہ فوق مرتبہ علم مرتبہ ایست کہ علم را ہم در آنجا گنجایش نیست و آن مرتبہ ہمہ نور بودہ و اصل علم و شعور است و بے مثل و بے مانند است الخ در حالیکہ ظل آن حضرت ہم نور بیچون باشد از بیچونی اصل آن نور مقدس چہ گفتہ شود و حضرت در این جا عبارت از ان نور است نہ ذات مقدس او تعالی و تمام کمالات و جوبی و امکاتی بہ نور بر پا اند و وجود کہ شامل تمام اشیاء و تمام اعداد بودہ فرع نور و یک فرد نور است۔ خلاصہ اینکہ آن مرتبہ مقدسہ در مرتبہ لا تعین قرار داشتہ و از شائبہ و راکحہ عدم مبرا است و سایر صفات و صفت العلم از راکحہ عدم خالی نیستند و در مقابل آنها عدم بہ نقا صنت ایستادہ است۔ آنچه میفرماید مرتبہ اولی الخ یعنی ما تحت آن مرتبہ کہ جامع نور و شعور است معبر بہ مرتبہ حقیقت محمدی است کہ مسمی بہ تعین اول است و علم اجمالی را کہ حضرت شیخ اکبر حقیقت محمدی پنداشتہ یک ظلی از ظلال این مرتبہ علم است زیرا کہ ظل اول این مرتبہ

مقدسہ شان الحیات و ظل دوم آن شان العلم و ظل سوم آن صفت حیات و ظل چہارم آن صفت علم و ظل پنجم آن ظہور علم اجمالی است پس این تعین و حقیقت محمدی از ان تعین و حقیقت محمدی کہ مطلوب شیخ اکبر است پنج درجہ فوقیت دارد۔ آنچه میفرماید باید دانست الخ یعنی تعینات و صفات در مرتبہ لا تعین نہ بودہ و از راکہ امکان خالی نیستند۔ آنچه میفرماید عجب است کہ الخ یعنی عجب است کہ حضرت شیخ اکبر علم اجمالی و تفصیلی را از مراتب و حجب پنداشتن است و حالانکہ علم اجمالی و تفصیلی از راکہ امکان خالی نبودہ زیرا کہ اگرچہ قدیم اند اما در قیام خود بذات مقدس محتاج اند و این احتیاج علامہ امکان است۔ آنچه میفرماید مرتبہ دوم کہ نور صرف و از علم بلندتر است الخ یعنی آن مرتبہ ہم ذات بحث نبودہ بلکہ آخرین حجاب نورانی ذات مقدس بودہ و از راکہ عدم مبرا است۔ آنچه میفرماید آن نور حقیقت کعبہ ربانی است الخ یعنی حقیقت کعبہ فوق حقیقت محمدی بودہ اما از حقیقت احمدی بلند نمی باشد حضرت بیدل میفرماید۔ بیت

در غیب احد است و در شہادت احمد این است رموز خواجہ ہر دوسرا

تفصیل بیشتر این موضوع در مکتوب ۹۴ ہمیں دفتر سوم بملاحظہ خواہد رسید۔ آنچه میفرماید چون کمال فضل الخ یعنی وقتی کہ از فضل او تعالی عارف باین نور کہ حقیقت کعبہ است بقا حاصل نماید و بانعکاس آن نور منعکس گردد از مراتب فوق کہ حقیقت قرآن و فوق الفوق کہ حقیقت صلوة است بہرہ کامل خواہد یافت۔

تبصرہ: حقیقت کعبہ اگرچہ فوق حقیقت محمدی است اما فضیلت سردار در دو عالم راست زیرا کہ آنحضرت تہا داراے حقیقت محمدی نبودہ بلکہ داراے دو حقیقت یعنی حقیقت محمدی و حقیقت احمدی است۔ حقیقت احمدی حقیقت روحی سردار در دو عالم و حقیقت محمدی حقیقت جسدی آنحضرت است و نیز ناگفتہ ماند کہ کعبہ از حقیقت خود بالاتر عروج ندارد اما عروجات آنحضرت فوق حقیقت کعبہ عروجات غیر تنہا ہی است چنانچہ حضرت امام در مکتوب ۷۶ میفرماید کہ حقیقت کعبہ زینہ اول عروجات سردار در دو عالم است حضرت عروۃ الوثقی نیز در مکتوبات خود عین موضوع را مابین نمودہ است۔

سوال: حضرت امام در مکتوب اخیر دفتر ثالث حقیقت کعبہ را ذات مقدس و تنزیہ صرف
گفته اند و در این جا حقیقت کعبہ را زنیہ اول عروجات آنحضرت دانسته اند تطبیق این فرمایشات
چگونه خواهد بود؟

جواب: حضرت عروۃ الوثقی در مکتوبات خود مینویسد کہ مراد حضرت امام در مکتوب اخیر
ذات بخت مقدس و تنزیہ صرف نبوده بلکه مقصد حضرت امام شان مسجودیت او تعالیٰ می باشد
نه ذات بخت تعالیٰ آنچه میفرماید این معارف چنانچہ وراے طور نظر و فکر است وراے طور کشف و
شہود است نیز الخ یعنی این معارف معارف ولایت نبوده بلکه معارف نبوت است و دست
ارباب ولایت از دامن این معارف کوتاه ہست۔ آنچه میفرماید تنبیہ الخ یعنی در این جا در حق این
عارف بقا با حجب است نہ خرق حجب و نیز این خرق خرق شہودی است نہ خرق وجودی۔ زیرا کہ صفا
مقدسہ از بین نمی روند بلکه از شہود عارف می برآیند۔

مکتوب ہفتاد و ہفتم

آنچه میفرماید وسعت آن مرتبہ مقدسہ نہ از درازی طول الخ یعنی آن وسعت یک وسعت
بلا کیف بورہ و ہر چند در آن مرتبہ مقدسہ سیر واقع شود با وجود بیچونی و بے کیفی آن مرتبہ مقدسہ باز ہم
در آن مرتبہ مقدسہ یک نوع امتیازات بلا کیف بدرک عارف احساس میگردد ولی حقیقت آن امتیاز
بدرک او نمی آید۔

خلاصہ حاصل فرمایش حضرت امام اینکہ فہم آن امتیاز بلا کیف بدرک عارف می آید، اما
عارف از درک کنہ و حقیقت آن امتیاز عاجز است و این عجز از معرفت و دریافت حقیقت آن
معرفت دلالت بہ جہالت و بے معرفتی عارف نمی کند بلکہ دلالت بقرب عارف و دلالت بمعرفت
و فہم او میکند۔ زیرا کہ عارف میدانند کہ در مرتبہ وسعت بیچون او تعالیٰ یک موضع از موضع دیگر
امتیاز بلا کیف داشته اما عارف از ادراک کنہ آن امتیاز عاجز است و آن عجز است نہ جہل و

ناہمیدن آن انتیاز و آن وسعت جہل است۔

تبصرہ: عجز از معرفت دارے دو علم بودہ یکے علم بابتیاز مواضع آن مرتبہ مقدسہ از یکدگر و دیگری علم بعدم دریافت کنہ آن انتیاز بواسطہ کمال عظمت و کبریائی آن مرتبہ مقدسہ۔
 آنچه مینر باید ہرگز عجز معرفت را بہ جہل یاد نمی کرد الخ یعنی شیخ اکبر عجز معرفت را بہ جہل تعبیر نمودہ و حالانکہ عجز معرفت دیگر است و جہل دیگر یعنی دانستن وسعت ذات مقدس او تعالی معرفت است و عدم ادراک کنہ آن عجز معرفت و ندانستن وسعت ذات مقدس جہل است اگر حضرت شیخ این دقیقہ را مبداست ہرگز عجز معرفت را بہ جہل تعبیری فرمود اما در نزد حضرت امام عدم معرفت حکم بعدم انتیاز آن موطن است کہ جہل است و عجز از معرفت و اعتراض بہ انتیاز آن موطن و عجز از درک حقیقت آن انتیاز بلا کیف عجز است پس در بین عجز معرفت و جہل فرق زیاد موجود است و عجز معرفت جہل نیست۔ آنچه میفرماید بعد از آن علوم شق اول را الخ یعنی شیخ اکبر مکشوفات شق اول را کہ مربوط بعلوم من علماست متخصر بخود میدانند و شق دوم آن من جہل می باشد۔

تبصرہ: شیخ اکبر دو شق را بیان کردہ و گفتہ است کہ منامن علم و منامن جہل فقال العجز درک الادراک ادراک معانی گفتار شیخ اکبر این است کہ بعض از با آنانند کہ عالم اند یعنی صاحب کشف اند و بعضی از با آنانند کہ جاہل اند یعنی بدون کشف اند و عجز از ادراک ادراک است۔ خلاصہ اینکہ حضرت شیخ اکبر جہل را بہ عجز از ادراک تعبیر کردہ و حالانکہ عجز از ادراک جہل نبودہ بلکہ عین ادراک و عین معرفت و قرب است و جہل نقص است کہ مدح ندارد و نیز شیخ اکبر علوم شق اول را کہ عبارت از من علم باشد مخصوص بخود دانستہ و گفتہ است کہ خاتم الانبیاء این علوم را از خاتم الاولیاء یعنی از من اخذ میدارد۔ اما در حقیقت مکشوفات شیخ اکبر از مرتبہ عجز پائیں بودہ و در مقام ظلال قرار داشتہ و عجز از معرفت در مقام اصل است اما حصول ظلال بر آئینہ انحضرت بواسطہ شیخ باک نداشتہ زیرا کہ شان خود سر دارد و عالم از ظلال بلندتر است علم ظلال یک تحسین زاید میباشد۔

تبصرہ: در اینجا مراد از علم کشف و مراد از جہل عدم کشف است۔
 آنچه میفرماید ہر گاہ خواجہ صدیق الخ و قتیکہ شیخ اکبر خواجہ صدیق یعنی آنحضرت را در اخذ فیض
 بخود محتاج بدانند و بگویند کہ آنحضرت از من اخذ فیض میدارد اگر عجز صدیق را جہل بگوید از حال و س
 بعید نخواهد بود زیرا کہ شیخ در ظلال قرار داشته و مراتب ظلال بسبب ہمو گفتار ہا گردیدہ است۔ آنچه
 میفرماید اطلاق نور نیز در این مرتبہ گنجایش ندارد الخ یعنی قرآن کریم در ذات خود از مرتبہ نور ہم بلند است
 و اطلاق نور کہ در آیہ کریمہ بالا قرآن آمدہ در مرتبہ نزول و تنزیل قرآن خود بود و قرآن در ذات و
 حقیقت خود از نور فوقیت دارد زیرا کہ حقیقت کعبہ مقدسہ نور است و حقیقت قرآن فوق حقیقت کعبہ
 است پس از نور ہم بلند تر است۔ آنچه میفرماید فوق آن مرتبہ مقدسہ مرتبہ ایست پس عالی کہ حقیقت
 صلوة است الخ یعنی در این مرتبہ مقدسہ کمال وسعت است۔

تذکرہ: حقیقت قرآن مبدأ وسعت و حقیقت صلوة کمال وسعت است یعنی حقیقت
 کعبہ و حقیقت قرآن ہر دو اجزای حقیقت صلوة اند زیرا کہ توجہ بہ کعبہ و تلاوت قرآن مجید ہر دو
 در نماز موجود است لهذا حقیقت صلوة حاوی و جامع این ہر دو حقایق است۔ آنچه میفرماید کہ صورت
 آن در عالم شہادت الخ یعنی صورت آن حقیقت صلوة نماز گذاران منتہی است و نماز عوام از مرتبہ
 صورت صلوة ہم پایین تر است حضرت عروۃ الوثقی در مدح حقیقت نماز میفرماید۔ بیت
 چکہ مشک تر از دستم گراں گیسو بدست افتد دد صبح از گریہ یا نم گراں مہ در کنار آید

و نیز حضرت عروۃ الوثقی اقتداء صلوة را بہ صلوة بیان فرمودہ از قریبات شان چنین معلوم میشود
 کہ در وقت قیام مصلی یک تجلی بصورت قیام و در رکوع یک تجلی بصورت رکوع متمثل می گردد
 و قتیکہ حق سبحانہ تعالی تعظیم ذات مقدس خود را بصورت نماز متجلی سازد نماز عارف بہ آن اقتدا
 می کند۔ واللہ اعلم۔ آنچه میفرماید حقیقت نماز کہ جامع جمیع عبادات است الخ یعنی حقیقت صلوة جامع
 و حاوی سایر عبادات است و عبادات دیگر اجزای او نیز در نماز حج و زکوۃ و صوم و کلمہ شہادت ہمہ
 موجود می باشد۔ آنچه میفرماید در آن موطن وسعت نیز کوئی نمی نماید الخ یعنی مرتبہ ذات مقدس ازین

مقام فوقیت داشتہ و انبیا و وسعت ہم در راہ می ماند و هیچ نوعی از خفایق بآن دروہ علیانی رسد۔ بیت
زاعلی بالا و بالا زبالا بلندی ہم نمی گنجد در آنجا

آنچه میفرماید: منتہائے اقدام کمال یعنی بعد از ان معبودیت صرف است کہ سیر قدمی بانہما میرسد
و تا بہ حقیقت تمام دروہ سیر قدمی و نظری موجود بودہ بعد از ان سیر قدمی بانجام رسیدہ صرف
سیر نظری می ماند۔

تبصرہ: سیر قدمی تا بہ مبداء فیض خود عارف بلکہ عارف تا بہ مبداء فیض آن بنی است
کہ عارف بقدم وے است بعد از ان سیر نظری است اما بہ نزد حضرت امام سیر خفایق بسعہ سیر قدمی
بودہ و تنہا مرتبہ مقدسہ معبودیت صرف را سیر نظری میدانند ناگفتہ نمائند کہ در سیر قدمی عارف منظر
مقامات مشہودہ می گردد و در سیر نظری صرف مشاہدہ بودہ و منظریت وجود ندارد اما عارف کامل
کہ بہ تجلی ذات بحت مشرف گردد و فنا و بقا بہ آن تجلی حاصل نماید شاید کہ منظر تجلی ذات بلکہ منظر ذات
مقدس نیز برگردد چنانچہ حضرت امام و اقل قلیل از اولیائے کرام کہ منظر ذات مقدس گردیدہ اند۔
مصرع ہر کسے را بہر کارے ساختند

شاید کہ در بارہ آہن سیر نظری و قدمی فرق نداشتہ باشند و اندر علم۔ بیت
اگرچہ این لحظہ ممکن کار شب نیست ز بخت مقبلان آن ہم عجیب نیست

آنچه میفرماید: حقیقت کلمہ طیبہ درین موطن الخ یعنی تا بہ اینجا عابد و معبود انبیا و نداشتہ و مراتب
صفات و شیونات کہ بہ نسبت ما معبود و بہ نسبت ذات او تعالی عابد اند تا اینجا در معبودیت شرکت
داشتہ اند اما وقتی کہ وصول بلا کیف بذات مقدس میسر گردد و از مراتب صفات و شیونات
گذشتہ شود در ان وقت بجز از ذات مقدس حق سبحانہ تعالی دیگر معبودی نمی ماند۔ آنچه میفرماید
لا مقصود فوق لا موجود است الخ یعنی لا موجود مناسب مقام وحدت الوجود و لا مقصود مناسب
مقام توحید شہودی و لا معبود مرتبہ کمالات نبوت است۔ آنچه میفرماید: تا بہر جا کہ شوب عابدیت
و معبودیت است الخ در این جا مطبوعہ در متن این مکتوب شریف چنین طبع کردہ است "تا بہر جا کہ

شوق عبادت و عابدیت است و در مطبوعہ سہوا بجائے کلمہ عابدیت عبادت و بجائے کلمہ
معبودیت عابدیت طبع شدہ است و حقیقت این است کہ تا جائے کہ عابد و معبود از ہم امتیاز نیافتہ
قدم و نظریکجا است و در وقتیکہ معاملہ بہ معبودیت صرف برسد قدم کو تہی می کند۔ انچہ میفرماید
گنجائش دارد کہ در امر وقف یا محمد الخ یعنی در شب معراج کہ حق سبحانہ با حضرت خطاب نمودہ
فرمود کہ توقف کن اے محمد کہ پروردگار تو نماز میخواند یعنی تعظیم کہ شایان اوتعالی است خود
اوتعالی آنرا بجای آوردہ میتواند و یا اینکه توقف کن اے محمد تا خداے تو نزول رحمت فرماید و
کمال تو بیشتر گردد و لیاقت ملاقات ذات کبریا نصیب تو گردد و یا اینکه شاید مراد ازین توقف
توقف قدمی بودہ باشد یعنی امر توقف ازین ناحیہ خواهد بود کہ بیش ازین قدم را گنجائش نیست۔
پیشہ نماز کہ حقیقت کلمہ نفی و اثبات در این مقام بہ ثبوت می پیوندد بواسطہ اینکہ تا وصول
باین مرتبہ مقدسہ عابد و معبود از ہم امتیاز نہ داشتند بعد ازین معبود صرف از عابد امتیاز می یابد
خلاصہ اینکہ سیر قدمی تا اینجا با انجام می رسد اما سیر نظری بعد ازین ہم گنجائش داشته۔

تذکرہ: بر فکر بندہ فرق قدم و نظری این است کہ تا جائے کہ عارف مظهر مراتب و جوہ
شدہ بتواند آنرا سیر قدمی و در مرتبہ کہ عارف مظهر آن مرتبہ مقدسہ شدہ بتواند وصول نظری
تعبیری گردد۔ ناگفتہ نماز کہ بعض کمل محبوبان و اقل قلیل شاید مظهر آن مرتبہ مقدسہ نیز شدہ بتواند
چنانچہ حضرت امام و اقل قلیل از اولیای کرام پس در بارہ شان نیز نظری و قدمی فرق ندارد۔ واللہ اعلم۔

مکتوب ہفتاد و ہشتم

آنچہ میفرماید این جا آن بیسراست الخ یعنی معارف این مقام معارف تجدید است
کہ این معارف و این مقام عالی نصیب ہر کس نمی گردد و ہر جہے دستیاب نمی شود۔ مصرع
نہ ہر کہ سر بہ تلاش در قلندری داند

این فرمایش حضرت امام در ایام حبس قلعه گوالیار است کہ در وقت سلطنت سلطان جہانگیر محبوس گردیدہ بودند۔

تبصرہ (۱۵) : قرب و معارفیکہ در محبس باولیاے کرام دست میبرد مانند معارفی است کہ در وقت نزع و یاد قبر و برزخ صغری باین طائفہ پیسر میگردد یعنی قرب معارف این وقت از قرب و معارف صلوة ہم بلندتر است۔ زیرا کہ در وقت نزع و یاد قبر و همچنان در محبس عارف داراے هیچگونه اختیار نمی باشد تا بران درجہ معارف این مقام فوق معارف ایام دیگر است و مشابہ معارف آخرت است۔

تبصرہ (۲) : معارف وقت انتقال عارف فوق مقام حیات عارف است زیرا کہ موت از مقدمات آخرت است و معارف آخرت فوق معارف زیان حیات است و جس ہم شبیہ موت است۔ آنچه میفرماید از پیشکا چین آدرہ الخ یعنی در ابتداء خلقت این جهان محبت از جانب حق سبحانہ تعالیٰ بوده نہ از جانب عالم ممکنات کہ حق سبحانہ بر روی محبت مخلوقات را خلق کرده است بعد از ان اثر این محبت خالق بمخلوقات او عنایت گردیده است و گرنہ مخلوقات در ذات خود داراے هیچگونه محبت نہ بوده است عشق ہم یک مخلوق عجیب و عطیہ او تعالیٰ است چنانچہ این موضوع در نسل حضرت آدم بہ تجربہ رسیده است کہ ہر پدر بہ اولاد خود محبت داشته می باشد و محبت اولاد بہ اندازہ محبت پدر نمی باشد۔ زیرا کہ حضرت آدم بہ پدر خود محبت نکرده است بلکہ باولاد خود محبت داشته است بنا بران محبت از جانب اصل سرشتیہ گرفته است نہ از جانب فرع بیت در حقیقت عشق از معشوق پیدا می شود شمع گر خاموش میگردد کجا پروانہ شیرامی شود

آنچه میفرماید اگر دہلی است بشما ہمسایہ است الخ یعنی شما کہ در صدر خلاصی من بیبا شد دہلی و اگر کہ مسکن سلطان و مامورین عالی رتبہ است بشما نزدیک است۔ خالق عشق ذات خراوند بوده کہ از رحمت خود عشق آفرید و بہ انسان عنایت کرد و دوستان خود را بہ عشق امتیاز بخشید۔

مکتوب ہفتاد و نہم

آنچه میفرماید چون را بہ بچوں راہ نیست الخ یعنی عارفیکہ مظہر ذات مقدس گردد این عارف

ہم بچوں پی پیدامی کن و بذات بچوں خود متوجہ بچوں حقیقی می گردد و در این وقت وجود بشری اواز حقیقت عارف خارج و بمنزلہ لباس او میشود و عارف دارے وجود مومہوی میگرد و این وجود مومہوی عارف کن و حقیقت عارف است و وجود بشری از عوارض او بوده کہ از حقیقت عارف خارج و حکم لباس را گرفته است۔ آنچه میفرماید غیر از نفی و سلب الخ یعنی دران مقام از ذات این عارف تعبیر بہ سلب کردہ میشود نہ بایجاب چنانچہ گفتہ میشود کہ این عارف مانند دیگران نیست و بایجاب تعبیر نمی گردد زیرا کہ تعبیر بایجابی عاری از عوارض نیست یعنی اگر گفتہ شود کہ عالم است صفت علم آید و اگر گفتہ شود کہ عارف است صفت عرفان می آید و تعبیر از ذات او نمی گردد بنابراین تعبیر ذات عارف باین طور کردہ میشود کہ عارف مانند دیگر افراد بشر نیست و این تعبیر سلبی تعبیر از ذات عارف است چنانچہ کہ از ذات مقدس او تعالی باین طور تعبیر می شود کہ مثل او تعالی چینی نیست و اگر بخالق و رازق و عالم و قادر تعبیر گردد تعبیر ذات مقدس او تعالی نخواہد بود زیرا کہ خالق و رازق و غیرہ صفات عاری از صفات و عوارض نمی باشد چنانچہ تخلیق و ترزیق و غیرہ۔

آنچه میفرماید از بچوں تا بہ بچوں فرق بسیار است الخ یعنی ذات اقدس او تعالی بچوں حقیقی و ذات عارف بچوں فی الجملہ است۔ آنچه میفرماید از کمال رافت و مہربانی الخ یعنی خداے کریم و رحیم بعضی افراد ممکنات را تا اندازه بچوںی عنایت فرمود تا از ذات بچوں حق تعالی آگاہ و عاشق محبوب خود گردد با کریمیان کار ہادشوار نیست۔

آنچه میفرماید کہ معرفت کہ ذات را محال گفتہ اند الخ یعنی علمے ظواہر گفتہ اند کہ کہ ذات مقدس او تعالی بادر اک و تصویری گنج یعنی حضرت امام میفرماید کہ آنہا در بارہ آن مردم گفتہ اند کہ بچوں و بے کیف نشدہ باشند زیرا آنہاے کہ چون و چندان بادر اک ذات بچوں مشرف شدہ نمی توانند را با عارفیکہ وجود بشری او وجود مومہوی تبدیل شدہ باشد از بچوں حقیقی آگاہی حاصل کردہ میتوانند۔ آنچه میفرماید و سایر ممکنات ذات ندارند الخ یعنی ممکنات و اشخاص دیگر کہ مظهر ذات مقدس نشدہ اند ذات ندارند و وجودشان ظلال اسما و صفات است و پس و چون صفات ثمانیہ

اعراض اند کہ قیام بذات مقدس دارند پس ظلال صفات کہ ممکنات است جو ہر شے نمی تواند بلکہ خودشان و اصول شان کہ صفات فعلیہ است ہمہ اعراض اند قیام بہ صفات ثمانیہ دارند اما عارفان کامل کہ منظر ذات مقدس گردیدہ باشند داراے کمال جوہریت است۔ خلاصہ اینکہ عارف محبوب و محمدی مشرب جوہر بودہ و باقی تمام اعراض است۔ آنچه میفرمایید کہ اصنعت است الخ یعنی در نزد حضرت امام خلق ممکنات در مرتبہ و ہم و در مرتبہ نمود بدون بود است لہذا ضعیف است قیام شان بہ عرض دیگر کہ صفات ثمانیہ است مما لغت ندارد و یا اینکہ قیام عرض بہ عرض جائز است چنانچہ سرعت و بطوت کہ بحرکت قائم اند و حرکت بہ متحرک قائم است و در حقیقت ہر دو عرض یعنی حرکت و سرعت قائم بجوہر اند کہ عبارت از متحرک است۔ آنچه میفرمایید در رنگ آن است الخ حضرت امام این جملہ را برائے دفع سوالی فرمودہ اند تقریر سوال قرار ذیل است۔

سوال: در فرمایشات حضرت امام گفتہ شدہ است کہ ذات ممکنات عدم است و این جملہ قضیہ موجبہ است و قضیہ موجبہ وجود موضوع میخواید پس باید کہ عدم موجود بودہ باشد؟
جواب: حضرت امام در جواب میفرمایند کہ این قضیہ در حقیقت قضیہ موجبہ نہ بودہ بلکہ قضیہ سالبہ است و قضیہ سالبہ موضوع نمی تواند پس معنائے آن جملہ کہ ذات ممکنات عدم است این است کہ ممکنات ذات ندارند و این قضیہ سالبہ می باشد نہ موجبہ۔

آنچه میفرمایید فی الحقیقت الخ یعنی عکس صفات در حقیقت بخود صفات قیام داشتہ اما در مقام قیام آنہا بعدم متوہم میگردد و این ہم از شکار ہائے قدرت است کہ موہوم را بطور موجود نشان دادہ است از اینجا است کہ گفتہ اند "اے برادر تو ہمیں اندیشہ" و خیال کردہ کہ موجود اما در حقیقت معدوم و بجز از موہوم چیز دیگر نیستی۔ ناگفتہ نہ اند کہ این وہم و ہم سوفسطائی نیست بلکہ وہم متفق است کہ برفع وہم مرتفع نمی گردد۔ ابیات مخدومی مولانا عبدالرحمن جامی اشارہ باین معنی خواہد بود۔

ممکن ز رنگناے عدم ناکشیدہ رخت واجب ز بارگاہ قدم تاہنہادہ گام
در حیرتم کہ این ہمہ نقش عجیب چیست در لوح ظاہر آیرہ مشہود خاص عام

حضرت عروۃ الوثقی در بارہ حقایق ممکنات میفرماید کہ در حقیقت عدم در مرتبہ عدمیت خود است و تجلیات صفات در خود صفات است و با ہم امتزاج ندارند اما شہکار ہای قدرت چنان نشان دادہ است کہ تجلیات با عبادات متمیز ج گردیدہ و در حقیقت این چپیں نیست و فیکہ اندیشہ توضیح شود می فہمی کہ تجلیات در وجوب و عدم در عدم است۔

آنچہ میفرماید عارف تام المعرفت الخ یعنی آن عارف کہ بہ تجلیات ذاتی بقایا فتنہ است عکوس صفات ثمانیہ بذات این عارف قیام می یابد و در سابق این عکوس قیام باصول خود داشتند کہ عبارت از خود صفات ثمانیہ بودہ باشد و صفات ثمانیہ بذات مقدس او تعالی قیام دارند۔

خلاصہ اینکہ پرتو ذات مقدس او تعالی وجود مومہوی عارف بودہ و صفات عارف کہ عبارت از عکوس صفات ثمانیہ باشد در این وقت باین پرتو قیام دارند و این پرتو کہ ذات عارف است قیام او بذات مقدس او تعالی است۔ آنچہ میفرماید پس این عارف الخ یعنی پس این عارف مرکب است از جوہر کہ وجود مومہوی او است و از عرض کہ صفات ثمانیہ او است۔ آنچہ میفرماید از اصل خود گذشتہ الخ یعنی اصل او عبارت از صفات ثمانیہ و ظلال صفات حق تعالی است کہ عارف در این وقت از اصل خود گذشتہ است و آنچہ میفرماید علوم و معارف دیگر الخ یعنی رسیدگان صفات از معارف ذات مقدس خبر ندارند اما رسیدگان ذات کہ وجود مومہوی کامل دارند از معارف ذات مقدس با خبر اند و پوشیدہ نما ند عارفیکہ بذات مقدس رسیدہ است قیوم وقت یا مجدد الف است۔ یعنی آن رسیدہ گان ہم در مراتب خود ہا متفاوت می باشند۔ مصرع

خاص کند بندہ مصلحت عام را

آنچہ میفرماید تجلی ذاتی مخصوص باین بزرگ نیست رواست کہ غیر او را نیز الخ یعنی تجلی ذات دیگر است و مظهر شدن بہ پرتو ذات مقدس دیگر شتان بینہما۔ ناگفتہ نما ند کہ ہر صاحب تجلی ذاتی مظهر ذات شدہ نمیتواند و ہر کہ مظهر ذات مقدس گردیدہ بہ تجلی ذات بہرہ مند است۔ آنچہ میفرماید ظہور ذات کہ بہ صفتی از صفات کائن گردد الخ یعنی ظہور ذات با ظہور یک صفت تجلی ذات نیست۔ زیرا کہ تجلی

ذات جامع تمام صفات است۔

تبصرہ: در سطر ۱۵ و ۱۶ صفحہ ۱۳ در متن این مکتوب شریف چنین طبع گردیدہ "آہنم ظہور ذات است اما تجلی ذات نیست" اما اصل عبارت حضرت امام این طور است کہ "آہنم تجلی ذات بودہ اما ظہور ذات نیست" در این جادہ طبع سہو بعمل آردہ است۔ زیرا کہ ظہور ذات فوق تجلی ذات است۔ پس افرادیکہ مظہر ذات مقدس انداقل قلیل اند و صاحبان تجلی ذات بہ نسبت آن ہا بسیار تر اند۔ آنچه میفرمایید اعتبار علم آنجا در رنگ سائر اعتبارات ذات است الخ یعنی ظہور بمعیت صفت علم و باشند علم ظہور ذات بحت نبودہ بلکہ ظہور یک اعتبار از اعتبارات ذات مقدس است۔ آنچه میفرمایید اگر گوئیم ظہور در مرتبہ ثانی الخ یعنی اگر سایہ سوال نماید کہ در خارج تنہا ذات مقدس او تعالی و صفات ثمانیہ اوست و چیز ہاے دیگر در خارج وجود ندارد پس در این صورت ظہور در خارج گنجایش نداشتہ و می باید کہ ظہور در علم بودہ باشد و گفتہ شدہ کہ اعتبار علم مانند اعتبارات دیگر است و حالانکہ ظہور موقوف بعلم بودہ و در خارج بجز از ذات مقدس او تعالی و صفات ثمانیہ او چیزے موجود نیست پس ظرف ظہور تنہا علم است و بس و باین اساس اعتبار علم مانند اعتبارات دیگر نیست زیرا کہ علم ظرف ظہور است و موقوف علیہ می باشد۔

حضرت امام سوال فوق را چنین جواب میدہد کہ "آن ظہور در ظل خارج بودہ بنا بر این علم و باعتبار علم ضرورت ندارد یعنی این خارج کہ ظرف ما و شماست حضرت امام آنرا ظل خارج دانستہ و آن ظہور را مربوط ہمیں ظلی خارج میدانند و میفرمایند کہ ظہور موقوف بعلم نبودہ بلکہ موقوف بہ ظل خارج است لهذا سوال سائل وارد نمیکرد کہ اعتبار علم مثل اعتبارات دیگر نیست۔ آنچه میفرمایید تجلی ذات را مفید الخ یعنی علم ظرف تجلی ذات مقدس شدہ نمی تواند زیرا کہ ذات مقدس جامع تمام صفات است و آن ظہور جامع در علم نمی گنجد مراد از علم ظہور علم است نہ صفت علم۔ آنچه می فرماید آری اعتبار علم الخ یعنی بعد از صفت حیات علم بلندترین صفات ثمانیہ است۔ آنچه میفرمایید صورتیکہ در عالم مثال حاصل گردد الخ یعنی صورت مثالیہ در عالم مثال می باشد و عالم مثال از حلقہ مخلوقات

او تعالیٰ است اگر آن صورت مثالی را جامع بدانیم باز ہم یک ظلی از ظلال مرتبہ و جوب خواہد بود
 نہ خود مرتبہ و جوب کہ عالم مثال گنجایش آنرا ندارد و نیز آنحضرتؐ رویت او تعالیٰ را بہ قمر لیلۃ البدن
 تشبیہ فرمودہ اند و رویت لطیفہ مثالیہ مانند رویت قمر است در تشت آب۔ آنچه میفرماید این قدر
 در درک می آید الخ یعنی اگر آن مرتبہ مقدسہ در ظل خارج کہ عبارت از ہمیں خارج است ظهور
 فرماید و ظل آن ظهور در علم ظاہر شدہ باشد کہ آنرا تعین اول میگویند امکان دارد کہ این ظل
 جامع علمی در عالم مثال نیز داراے یک ظلی بودہ باشد بصورت انسانی کہ جامع ترین مخلوقات است۔
 تبصرہ: جملہ عربیہ در کلام حضرت امام یعنی ان الله خلق ادم علی صورته مبتدا و
 تواند بود خبر آن مبتدا است یعنی مراد از صورت عالم و جوب ہمیں لطیفہ مثالیہ است کہ بصورت
 انسان متمثل گردیدہ است اما رویت آن لطیفہ رویت حق نیست و رویت حق تعالیٰ و راے ظهور
 و تمثلات بودہ و بے کیف و بے چون است۔ یراہ المؤمنون بغير کیف و ادراک و ضربنا
 من مثال۔ آنچه میفرماید خلق و وجود آخرت الخ یعنی معتزلہ و روافض چشم آخرت را بچشم دنیا قیاس
 کردہ و از رویت آخرت انکار نمودہ اند و آنہا نفہمیدہ اند کہ آن وجود و آن چشم تجلی شیونات حق است
 و این چشم از عدم است۔

تبصرہ: حکماء یونان از حشر اجساد انکار داشتہ و میگویند کہ حشر اجساد وجود ندارد
 زیرا کہ وجود اول کہ طاعت و معصیت کردہ بود خاک شدہ و از بین رفتہ است و وجود دیگر یکہ برائے
 ثواب و عذاب ایجاد میگردد و وجود دیگر است کہ از وجود اول مغایرت دارد پس حشر موجود نیست و
 علمائے اسلام جواب دادہ اند کہ حق سبحانہ ہماں وجود خاک شدہ را دوبارہ بوجود آورده و معاملہ تنعیم
 و تعذیب را باوے اجرا میفرماید۔

سوال: این فرمایش حضرت امام کہ چشم آخرت چشم دیگر است تقویہ دلیل حکمائے
 یونان است کہ مخلوق آخرت مخلوق دیگر است۔

جواب: مراد از تجلی شیونات حق سبحانہ نہ آن است کہ آن چشم چشم دیگر است و

چشم دنیاوی نیست بلکہ مراد حضرت امام آن است کہ این چشم دنیاوی بہ تجلیات شیونات و اعتبارات منور گردیدہ لیاقت دیگری پیدامی کند پس فرمایش حضرت امام تردید گفتار حکماء یونان است نہ تا بد آہنا۔ آنچه میفرماید شیخ قدس سرہ الخ یعنی شیخ اکبر ظہور لطیفہ مثالیہ را در علم پنداشتہ درویت آن لطیفہ را رویت حق سبحانہ میدانند و تیر رویت مظاہر جمیلہ را رویت و ظہور حق میگوید بلکہ تمام ممکنات را ظہور حق میدانند و گفتار حضرت خواجہ حافظ شیرازی نیز موافق گفتار شیخ است کہ می گوید: بیت

امروز چون جمال تو بے پردہ ظاهر است در حیرتم کہ وعدہ فردا برے چیست

معلوم است کہ حضرت شیخ و حضرت حافظ حقیقت دیدار او تعالی را نفہمیدہ اند کہ رویت این جمال را رویت حق سبحانہ دانستہ اند آنچه میفرماید کہ وجود را بحق دادہ است الخ یعنی حضرت شیخ ممکنات را ظہور حق پنداشتہ و موجود نمی دانند چنانچہ مثال زید در آئینہ ظہور زید است نہ وجود زید۔ آنچه میفرماید ما واپس ماندگان الخ یعنی زبانے کہ در مقام توحید و جودی قرار داشتیم از گفتار شیخ استفادہ می نمودم و مشکلات آن مقام را از مقولہ ہائے شیخ حل میکردم۔ ناگفتہ ماند کہ آن مقام مرتبہ ابتدائی حضرت امام بودہ است مقام انتہائی شان مربوط بہ کمالات نبوت است کہ از مقام شیخ و اکثر اولیاء کرام برتر است۔

آنچه میفرماید چون بحکم بشریت الخ یعنی اگرچہ حضرت شیخ اکبر عالم را ظہورات حق میدانند با وجود آن از جملہ دوستان خداست اما چون بشر عاری از خطا و اشتباہ نیست بنا بر آن خطا ہا کشفی حضرت شیخ قابل پیروی نیست و پیروی اہل سنت و جماعت باید نمود کہ ممکنات را موجودات و مخلوقات او تعالی میدانند نہ ظہورات حق تعالی۔ ناگفتہ ماند کہ تصوف ہم یک صنعت است و ہر صنعت قابل از دیاد و نقصان است لهذا حضرت شیخ را کہ از جملہ متصوفین توحید و جودی است باین گفتار شان کہ خطاے کشفی است مقصر نباید دانست و تصوف بعد از ان کمال یافتہ کہ در آن وقت نبودہ۔

مکتوب ہشتم

حضرت امام میفرماید انتہی بذات مقدس مجرد خواہد بود الخ یعنی ممکنات اگر ترقی بیشتر نمایند باصول خود کہ ظلال صفات و خود صفات ثنائیہ است خواہند رسید و بذات مقدس کہ از اصول عالم بلندتر است بآن مقام مقدسہ کجا خواہند رسید آنچه میفرماید اما عادت او تعالی چنان جاری گردیدہ کہ بعد از قرون متطاوولہ الخ یعنی عادت او تعالی است کہ بعد از قرون طویلہ صاحب ولتی رابقاے اکمل بخشیدہ و اورا منظر نمونہ ذات اقدس خود میگرداند و قیام آن عارف را بہ آن نمودج مربوط می گرداند و اعراض و صفات کہ آن عارف داشت قیام آنہا را نیز بہ آن نمودج و وجود مویہی مربوط میگرداند خلاصہ اینکہ آن نمودج و وجود مویہی حقیقت عارف است و کمال انسانی او با انجام می رسد و منظر اتمام نعمت خداوندی میگردد و قیام آن نمودج بذات مقدس است۔ آنچه میفرماید سخی میگویم غریب الخ یعنی تنہا قیام عارف بآن ذات مویہ نہ بورہ بلکہ قیام تمام افراد عالم بآن ذات مویہ مربوط است۔ آنچه میفرماید باید دانست الخ یعنی ہر چو بزرگ کامل و مکمل در ہر عصر و زمان یک نفر بورہ و بیش از یک نفر نمی باشد قیوم وقت و یک ماۃ خواہد بود۔

خلاصہ اینکہ قیوم زمان عبارت از ہمیں عارف است کہ فیض وجود و فیض بقاے عالم بواسطہ او بعالم می رسد حضرت شاہ صفی الشہ کاہلی کہ در مین مدفون است دارائے منصب قیومیت و منظر ذات مقدس بودہ اند و حضرت منظر جان جانان علوی مجددی را کہ منظر میگویند بآن ظہور مشرف بودہ اند۔

تذکرہ: این قیوم کہ تذکرہ شد قیوم و مجدد ماۃ است از کمال قرب مجدد الف چہ گفتہ شود کہ قرب و کمال او در چند قیوم ماۃ بلکہ بیشتر از درہ چندی باشد پس قرب و منزلت حضرت امام ربانی را ازین جا باید دریافت۔

قطب ارشاد وقت خود جناب مستطاب حضرت نورالمشائخ در مدح حضرت امام حسین میفرماید۔

از ہی در گشت روشن سر ذات دیگران محو در نور صفات
ہست مکتوبات او همچون زبور حرف حرف آن بودی شروع نور

و نیز گفته اند۔

سر ہندگو کہ کوه طور است بام و درش ہمہ ز نور است

سبحان اللہ نور المشائخ عجیب جناب است۔ بیت

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا

آنچہ میفرماید ہر چہ دو نور و دو نور میگردانند یعنی ہر چہ کہ در صفات دو نور و در طریقت ممکنات
خواہد رفت کہ ظلال و تعلقات صفات است بنا بران دو نور می افتد زیرا کہ تعلقات صفات
ممکنات است و از کعبہ دور است بنا بران بطرف ترکستان می رود۔ آنچہ میفرماید بشنو بشنو الخ
چون قیام عالم بذات محبوب عارف است و ذات عارف بذات مقدس او تعالی نسبتی دارد
ممکنات نیز بواسطہ آن عارف بذات مقدس او تعالی نسبتی پیدا می کند چہ ذات عارف ذات
آہا است زیرا کہ آہا کہ قیام بذات عارف دارند پس بواسطہ عارف قیام بہ ذات مقدس دارند۔
آنچہ میفرماید سخنی میگویم غریب الخ یعنی واصلان کہ بآن مرتبہ مقدسہ برسد اگر چہ قیومیت نداشتہ
ہم باشد بگردن خد فیوض مستقل اند و بواسطہ بودن شخص دیگر احتیاجی ندارند یعنی آہا اگر چہ
بہ تجلیات ذاتیہ مشرف و در اخذ فیض مستقل اند اما مظهر ذات مقدس نبوده و منصب قیومیت ندارند
عنایت خاص او تعالی است کہ بعض محبوبان خود را بہ مناصب قیومیت تجرید الف مشرف میگرداند۔

مکتوب ہشتاد و یکم

آنچہ میفرماید در پروین الخ یعنی پروین مناسبت بہ قلب داشتہ بواسطہ اینکہ قلب داراے

ہیئت اجتماعی است پروین تیر داراے ہیئت اجتماعی است و روح مناسبت بہ نباتات النعش

داشتہ زیر کہ روح تمام بدن منتشر بوده و ستارہ ہائے نبات النعش نیز منتشر می باشند۔

مکتوب ہشتاد و دوم

حاصل این مکتوب شریف این کہ خواجہ محمد ہاشم کشمی بدیشی مریض گردیدہ، اگرچہ لایق است اما مریضی بودہ و حاضر نیست۔

مکتوب ہشتاد و سوم

تبصرہ: سلطان جہانگیر حضرت امام را با خود میراشت و شاید در این وقت سلطان وقت در اجمہ شریف بودہ و حضرت امام ہمیشہ با سلطان می بودند در این وقت فیوضات دورہ توقیف و برکات آنرا بیان نمودہ و میفرماید کہ بدون ارادہ خود بمراد حق زندگانی چند روزہ را بطور نامرادی بسر می بریم یعنی این وضع را واسطہ نزول عنایات الہی دانستہ تخریث و شکرانہ نعمت می نمایند و می نویسند کہ ”درایام حبس عجب ذوق می یافتیم“ این فرمایش حضرت امام تخریث نعمت است زیرا کہ در توقیف مورد مراحم و عنایات بیشتر و تعالی واقع گردیدہ بودند و توقیف بہ منزله موت می باشد و فیوضات آن وقت بہ نسبت دنیا بلندتر است۔

تذکرہ: مریدان بارادہ خود ترک علیان می نمایند و مرادان بہ ارادہ او تعالی بسر میبرند و محبوب حقیقی مرادان را از ارادہ ایشان بازداشتہ بمراد خود مربوط ساختہ است۔ بیت

اگر مراد توای دوست نامرادی است مراد خویش دیگر بار من نخواہم خواست

و نیز گفته اند

ناصح اگر گشت ما را دوست یا ندیم است	و رہل من رضاے اوست یا ندیم است
قہر و عین رضا و مہر و عین مراد	لے عزیزان این چہ گوشت یا ندیم است
بیت بعد ازین دست من دامن دوست	بعد ازین گوش من و حلقہ یار

بیت بے غم و درد تو صد حیف ز عمری کہ گزشت پیش ازین کاش گرفتار غمت می بودم
 آنچه میفرماید ارباب فراغت ذوق ارباب بلا را چه دریا بندانہ یعنی لذت نفسی دیگر است و
 لذت روحی دیگر، کسانی کہ از لذت روحی بے بہرہ اند مانند آن است کہ بہ مفاد روای تلخ پے بہرہ
 و آنرا تعبیر تلخی می نمایند و کسانی کہ بہ نعمت لذت ہائے روحی مشرف اند یکدم با خدا بودن را بہتر
 از ملک سلیمانی میدانند و بہ لذت ہائے نفسی و مادی نمی گردند و المہائے نفس را لذت روحی
 میدانند۔ مصرع مرغ آتش خوارہ کے لذت شناسد دانہ را

مکتوب ہشتاد و چہارم

حاصل مکتوب شریف اینکہ مشائخ کرام مرید بندی را بذکر اسم ذات امر میکنند بواسطہ اینکہ
 ذکر اسم ذات در حق بندی از عمل مقربین است و سایر اذکار و تلاوت قرآن مجید در حق بندی از
 جملہ عمل ابرار است و در حق مرید متوسط ذکر کلمہ نفی و اثبات از عمل مقربین و سایر اذکار از عمل ابرار بشمارید
 و در مرتبہ نہایت تلاوت قرآن مجید از عمل مقربین و دیگر اذکار از عمل ابرار است۔ بیت
 عروس معنی قرآن حجاب نگہ بر ندارد کہ دارالملک ایمان را مجرد بیند از غوغا
 مراد از دارالملک ایمان قالب و قلب انسان است۔

تذکرہ: ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ چنانچہ سورہ فاتحہ نسبت بہ تشہد افضل بودہ
 اما تلاوت آن در فعدہ خطا است۔ خلاصہ اینکہ عمل ابرار عبادت است و عمل مقربین تفکر و ہر کدام
 این عمل از خود جائے و مکانے دارد و آنحضرت میفرماید تفکر یک ساعت از عبادات ہفتاد سالہ بہتر
 است بعد از تزکیہ نفس تفکر دست میدہد و مقام تفکر بسیار بلندی باشد۔

مکتوب ہشتاد و پنجم

در این مکتوب شریف حضرت امام بفرزدان بالبصیرت و عارف خود توصیہ و بشارتی کہ در مورد

قبول آنها از دربار حق تعالی یافته اند یا نه مآثره میسر چنانچه تفصیل این مآثره در مکتوبات
مکتوب ۸۲ هم در مکتوبات قدسی آیات گذشت.

مکتوب هشتم و نهم

حضرت امام میفرماید غیر از این معنائی که مذکور شد الح یعنی محبوبان با وجود داشتن جذب
و کشش محبوب حقیقی سعی و کوشش را از دست نمی دهند حاصل کلام این که ریاضات اهل اجتناب
اگر چه از شرایط وصول نمی باشد اما خالی از منافع هم نمی باشد چنانچه مناسبت به ملائک و کثرت
خوارق و خفت حساب و این ریاضات آنها بحکم شکرانه وصول بحساب می رود نه سبب وصول.
چنانچه آنحضرت میفرماید "آیا بتره شاکر نباشم"

تبصره: حضرات انبیاء عظام که محبوبان اند از راه اجتناب رسیده اند نه بر ریاضات
شاقه و اجتناب بالاصالة خاصه حضرات ایشان است اما بعضی اولیاء کرام نیز به تبعیت آنها
براه اجتناب میسرند ذلك فضل الله الخ

مکتوب هشتم و نهم

حضرت امام میفرماید پس من هم مرید محمد رسول الله ام و هم همپیره پس روا و بر خوان
این دولت هر چند طفیلی ام اما خوانده نیامده ام الخ درین قریبش مراد از مرید بودن متابعت
آنحضرت بود و مراد از همپیره بودن آن است و قتی که عارف در حین عروجات به مبداء فیض پیغمبر متبوع
خود برسد درین مرتبه مقدسه مربی و مرشد او ذات مقدس او تعالی میگردد و از آن مرتبه مقدسه و جوب
بدون وساطت اخذ فیض می نماید تا بر آن همپیره گفتن درست آید و مراد از "ناخوانده نیامده ام" این است
که جذب خداوندی به فقیر غایت گردیده و به کمالات اصلیه که کمالات حضرات انبیاء است مشرف
و مفتخر شده ام و ناخوانده نیامده ام. خلاصه حاصل این مکتوب شریف این که حضرت امام تخریث و

شکرانہ نعمت نموده و میفرماید که بمکالات اصلیه که مکالات نبوت و سفره حضرات انبیاست فقیر را رسانیده و نیز میفرماید هر چند اویسی ام و روح کا ملین اموات فیض بخشی کرده اند اما در این وقت مرئی حقیقی که حاضر و ناظر است بدون واسطه گنج بخشی بینماید و بدرجات قرب می رساند۔ بیت

مرا اگر نوسن دل نیست در راه کمند زلف او هم نیست کوتاه
اگر از جانب معشوق نباشد کشتی کوشش عاشق بیچاره بجای نرسد

حضرت خواجه بزرگ میفرماید یک جذبہ از جذبات خداوندی مساوی عمل الثقلین است۔
آنچه میفرماید من عبد الرحمن ام الخ

تبصره: بعض اولیای کرام منظر یک صفت و بعض ایشان منظر صفت دیگر اند۔ چنانچه حضرت امام منظر اسم رحمان بوده و فیوضات اسم رحیم هم بجای اسم رحمان در حق شان ظهور کرده است ازین جاست که حضرت امام در مکتوبی میفرماید که "حق سبحانہ بمن فرموده که دنیای ترا آخرت تو گردانید" یعنی آن قریبیکہ در آخرت میسر میگردد آنرا بتو در دنیا داده ام و نیز تلذذات دنیا در حق تو سبب تنقیص درجات آخرت تو نیست و دیگران نہ چنین است زیرا کہ تلذذات دنیا وی شان سبب تنقیص درجات اخروی آنها میگردد۔ از ہمیں سبب است کہ حضرت امام میفرماید کہ من عبد الرحمن و مراحم اسم رحیم در وقت ظهور مراحم اسم رحمان بمن ظهور فرموده است۔

تبصره: ظهور مراحم رحیم در آخرت بوده و ظهور مراحم رحمان در دنیا است و در بارہ حضرت امام مراحم رحیم کہ مربوط آخرت بوده نیز در دنیا ظاهر شده چنانچه حق سبحانہ در بارہ حضرت ابراہیم میفرماید کہ دادیم اجرا و راد در دنیا و در آخرت از جمله صالحین می باشد۔ آنچه میفرماید کہ از راه تنزیہ رفته ام الخ یعنی خداوند را از مماثلت ممکنات منزہ دانسته و او تعالی را از ظهور در اشیا منزہ دیدہ ام و بعض دیگران نہ چنان اند بلکہ ممکنات را منظر او تعالی پنداشته و شہود و حرات در کثرت گفته اند۔ آنچه میفرماید طریقہ من طریقہ سبحانی است اما این سبحانی مانند سبحانی سلطان العارفین نہ بودہ کہ خود را بعنوان سبحانیت دیدہ است و روح خود را کہ بیچون فی الجملہ است منزہ و بیچون حقیقی دیدہ است

سجائی من آنست کہ حق سبحانہ از ظہور ممکنات برتر دیدہ ام و دانستہ ام۔

تبصرہ: اگرچہ حضرت بایزید در اخیر این مراحل ارتقا نمودہ و بدرجات عالی رسیدہ اند۔ تا پنچہ در وقت احتضار۔ آنچه میفرمایید کہ آن تشبیہ است الخ۔ یعنی حضرت بایزید روح خود را کہ از قلم عالم ممکنات و از مرتبہ تشبیہ است تنزیہ میداند و طریق من تنزیہ صرف است کہ گرد تشبیہ بہ آن رسیدہ و خدای قدوس را از ہمہ برتر حتی کہ از اسماء و صفات برتر دیدہ و دانستہ ام۔ آنچه میفرمایید کہ رحم الراحمین الخ یعنی اسباب تربیہ در حق من صرف معدّات بودہ و سبب وصول من خاص فصل و حسان او تعالی است کہ این فقیر را شریک دولت انبیا گردانیدہ است و این شرکت خادم است با مخدوم خلاصہ این شرکت از روئے متابعت است نہ از روئے مساوات۔ نہ می بینی کہ مخدومان خادمان لایق را جلیس خود می سازند۔

تبصرہ: متابعت سر دارد و عالم بدو معنی است۔ (۱) متابعت بہ معنای پیروی شریعت و ست۔ (۲) متابعت بہ معنای فیض گرفتن است بواسطہ او۔

متابعت اول تا بہ قیام قیامت بالائے ہر کس از محبوب نامحجوب لازمی و حتمی است اما متابعت دوم تا بر رسیدن حقیقت محمدی است در آن وقت تلعب می تواند کہ بدون توسط تنبوع اخذ فیوض نماید این ہم کمال تنبوع است کہ متابعت مبارک او تابع رایا این کمال می رساند نمی بینی شخصی کہ مقرب مقام سلطنت باشد و خادم خود را بحضور بادشاہ معرفی نماید بعد از معرفی شدن آن خادم میتواند کہ مستقیماً و بدون وسیلہ مخدوم خود بحضور بادشاہ مشرف گردد۔ بیت

عجب آن نیست کہ محبوب جهانی ز ہمہ عجب آنست کہ محبان تو محبوبان اند خلاصہ اینکه این فرمایش حضرت امام در بابہ تخریث و شکرانہ نعمت و اظہار کرم و بیان کمال قدرت او تعالی است کہ حق تعالی می تواند کہ لاحقان را بہ کمالات سابقان و خادمان را بہ کمالات مخدومان مشرف بگرداند۔

تذکرہ: منصب نبوت دیگر است و حصول کمالات نبوت دیگر حضرت امام در مکتوبی

میسفر باید کسیکہ برخصت عمل کردہ وہ بہ عزیمت عمل نکند بویہ این معرفت بہ مشام جان اونمی رسد ونیز در مکتوبی میسفر باید کہ عارف از دوراہ بحق سبحانہ و تعالیٰ میرسد یکہ راہ قرب ولایت است و دیگر راہ قرب نبوت۔ بعد از رسیدن بہ قرب نبوت بدون توسط ہم از مراتب وجوب فیض گرفتہ میتواند۔ اما قرب ولایت نہ چنان است و حدیث سردار دوعالم نیز ثبت عدم توسط است کہ میسفر باید شخص بلکہ است کہ اورا دوست میدارد زیرا کہ در معیت واسطہ نمی باشد و میسفر باید کہ دیدار او تعالیٰ در حجت بدون واسطہ خواهد بود الخ یعنی در آخرت رویت دیدار او تعالیٰ بدون توسط است زیرا کہ در ان مقام بیج حجاب و واسطہ گنجایش نداشته وبدون واسطہ بہ دیدار سر اسرار انوار مشرف می گردند ونیز در دوعالم می فرماید کہ در نماز حجاب نمی باشد۔

مکتوب ہشتاد و ہشتم

حضرت امام میسفر باید بحق سبحانہ بندہ را الخ یعنی مرتبہ خلعت در حقیقت مخصوص حضرت ابراہیم است اما بہ تبعیت او و تبعیت سردار دوعالم بہ بعض اولیاء کرام نیز عنایت میگردد و در این وقت آن ولی ہم انیس و ندیم می شود۔ آنچه میسفر باید مغلوب نسبت خلعت شدن جائز نیست الخ این فرمودہ شان بیان یک سوال است و تقریر سوال اینکہ اخلاق سیدہ و صفات قبیحہ چرامغلوب نسبت خلعت گردد اما آیہ کریمہ فاولئک یمدل اللہ سیئاتھم حسنات این سوال وارده را از بین می برد۔ ترجمہ این آیہ کریمہ این است کہ حق تعالیٰ سیئات را حسنات و غرائز سیدہ را بہ غرائز حسنہ تبدیل می گرداند۔

آنچه میسفر باید بہتری کہ محبت در این امتیاز پیدا کردہ الخ یعنی در محبت درد و حزن است بفرق محبوب کہ در خلعت آن قدر حزن و اندوہ نیست و نیز حزن و مصائب و تکالیف و ناراحتی بیقراری در محبت است در خلعت نیست۔ ازین جا است کہ بہ افغانی می گوید

کہ بہ می پوساعت و ریدری دشمنہ با کو پہ شان دی اور داخلم شیرینہ

زہلہ خمی ہلتہ دینی چہ تی تنہا قالب ولر الہ میہ سنگہ بہ شممہ
 بیت درین دیار بدان زندہ ام کہ گاہے نسیم عاطفت زان دیار می آید
 افغانی دلرہ پہ سرمی نوشہ دسر بہ سترگو بہ دہ کلہ و وینہ
 آنچہ میفراید چون نسبت محبت در میان است الخ یعنی اگرچہ محبوبیت متافی درد و حزن است اما
 چون محبت در میان است و محبوب نیز بہ محب خود عشق و علاقہ میداشتہ باشد خلاصہ درد و عشق کہ
 محب و عاشق میدارد محبوب نیز داراے ہماں عشق و دردی باشد۔ بیت

عشق اول در دل معشوق پیدا میشود تا سوز دشمع کے پروانہ شیدا میشود
 بیت عشق معشوقان نہان است و ستیر عشق و عاشق باد و صدفیل و نفیر
 سوال: حق تعالیٰ چرا محبوب خود را با خود یک چیز نمی سازد؟ این سوال داراے دو جواب
 است اول اینکہ حضرت امام جواب این سوال را چنین میدہد: تمنائے یک امر دیگر است و ارادہ
 آن دیگر الخ یعنی چنانچہ زید تمنائے دیدار شخصی را می نماید اما با وجود داشتن این تمنا بملاقات آن
 شخص نمی رود لہذا در اینجا تمنا موجود است ولی ارادہ نیست۔

جواب دوم اینکہ ممکنات را ممکن گردانیدن از حیلہ محالات است مولانا عبدالحی لکنوی
 در رسالہ خود مینویسد کہ معلومات او تعالیٰ بہ نسبت مقدرات او بیشتر است زیرا کہ محالات و ممکنات
 از حیلہ معلومات او تعالیٰ بودہ اما از مقدرات او نمی باشند و ممکن را واجب یا ختن و متخی گردانیدن
 از محالات می باشد۔ آنچہ میفراید بلکہ بقیض خود الخ یعنی عدم بقیض خود کہ تجلیات عالم و جوہات
 الفت گرفته سبب ایجاد ممکنات گردیدہ است۔

تبصرہ: حقیقت ممکنات عدم است با تجلیات عالم و جوہات۔ آنچہ میفراید تعین
 حضرت ذات است بحضرت وجود الخ یعنی تعین وجود آن مرتبہ ذات مقدس را کہ بے کیف بودہ
 و در ادراک نمی گنجتا اندازہ قابل ادراک و متعین گردانید۔

تبصرہ: لا تعین یعنی چیز غیر درک کہ در ادراک نمی گنجد و تعین چیز درک است کہ

تا اندازہ بادرک می گنج در نزد صوفیہ کرام ذات مقدس او تعالیٰ و صفات ثنائیہ او در مرتبہ لا تعین میباشد و مخلوقات در مرتبہ تعینات است و معانی تعین و ظهور و انوار ظهور زیباست در آئینہ۔

پس حضرت امام میفرماید کہ تعین و ظهور اول تعین وجود است کہ مرئی و مبداء واسطہ فیض حضرت خلیل است و تعینات دیگر کہ علم اجمالی و تفصیلی است تحت این تعین اول می باشند یعنی حق سبحانہ تعالیٰ در مرتبہ اول بصورت وجود و باز بصورت علم اجمالی و باز بصورت علم تفصیلی ظهور فرموده است۔ اما دیگران علم اجمالی را تعین اول و وجود را عین ذات میدانند و ازین جا امتیاز معرفت حضرت امام را از دیگران باید دریافت زیرا کہ آنها فوق علم اجمالی را ذات مقدس دانسته اند۔

سوال: نزد صوفیہ وجودیہ علم اجمالی وجود خارجی نداشته صرف ظهور دارد چنانچہ عکس زید در آئینہ ظهور زیباست نہ وجود زید پس در این جامہ حضرت امام از ظهور وجود و علم ظهور علمی خواهد بود و یا وجود خارجی علم و وجود؟

جواب: نزد حضرت امام کہ از صوفیہ محققین است مراد از وجود و علم وجود خارجی وجود علم است نہ ظهور وجود و علم و ظهور گفتن طور صوفیہ وجودیہ است نہ طور صوفیہ محققین۔

سوال: علم او تعالیٰ بہ تمام اشیا علم تفصیلی است پس علم اجمالی گفتن چه مفهوم خواهد داشت؟

جواب: علم اجمالی عبارت از خود صفت علم بوده بدون تعلق او بہ معلومات و علم تفصیلی عبارت از علم مقید است کہ با سماء و یازمین و غیرہ اشیا تعلق بگیرد و صوفیہ وجودیہ کہ علم را ظهور میدانند اجمالی و تفصیلی آن بہ مفهوم دیگر است و علم اجمالی نیز در آنها ظهور صفت علم است بہ معیت صفات دیگر کہ بطور اجمال و امتزاج یک جا ظهور فرموده باشند و علم تفصیلی آن است کہ علم ظهور جداگانہ و صفات دیگر ہر کدام ظهور جداگانہ داشته باشند۔

آنچہ میفرماید بطن بطن الخ یعنی حق سبحانہ در مرتبہ لا تعین بوده و در مرتبہ اول بصورت وجود ظهور کرده و نمایان گردیده است۔ آنچہ میفرماید وصول بذات مقدس او تعالیٰ دو قسم است الخ یعنی اول رسیدن بذات مقدس و مظهر شدن عارف است برے ذات حق تعالیٰ۔ دوم رسیدن

بذات مقدس است بطور وصول نظری بدون وصول قدمی و بدون منظر شدن برائے ذات مقدس۔ خلاصہ اینکه این را وصول نظری و رسیدن اول را وصول قدمی خواهیم گفت۔

تذکرہ: فرق وصول نظری و قدمی آن است کہ وصول قدمی عبارت از رسیدن باصل مطلوب و منظر شدن بہ مطلوب است و وصول نظری عبارت از دیدن مطلوب است از طریق نظر بدون اینکه بہ مطلوب برسد و منظر مطلوب اگر در چنانچہ کسیکہ در یک خانہ نشسته است و سقف آن را می بیند این دیدن سقف وصول نظری است و اگر بخود سقف برسد وصول قدمی خواهد بود۔
واللہ اعلم۔ آنچه میفرمایید کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یعنی در وصول قدمی حضرت موسیٰ پیش قدم بوده و فضائل حضرت موسیٰ را حضرت امام در مکتوب ۹۴ ہمیں دفتر بطور مفصل بیان فرمودہ است۔

سوال: وقتی کہ حضرت موسیٰ در وصول قدمی پیش قدم بوده باشد معلوم است کہ

فضیلت او بہ نسبت حضرت ابراہیم بیشتر است؟

جواب: در ظہور حقیقت کعبہ حضرت ابراہیم را شانی است کہ غیر از سردار دوعالم آن

شان بہ هیچ کس از انبیاء عظام پیسن نیست و در مقام تعین اول کہ تعین وجودی است نیز فضیلت حضرت ابراہیم راست و نیز فضیلت در بین این دو پیغمبر بزرگ دائر است کہ در بعض خصوصیات فضیلت برائے حضرت کلیم است و در بعض خصوصیات فضیلت برائے حضرت خلیل خواهد بود۔

آنچه میفرمایید باید دانست الخ یعنی حضرات انبیاء عظام اگرچہ بتبعیت یک نبی بزرگ

بذات مقدس می رسند بعد از آن بدون واسطہ آن نبی بزرگ از مراتب وجوب اخذ فیوض کردہ میتوانند یعنی آن نبی بزرگ واسطہ فیض ایشان واقع نمی گردد بخلاف امتنان کہ بواسطہ یک نبی کہ میرسد آن نبی واسطہ اخذ فیوض آنهاست و بدون واسطہ او فیض گرفته نمی توانند۔ پوشیدہ نمائند کہ بعض اولیاء مراد ان و محبوبان بدون واسطہ ہم فیض گرفته میتوانند و همچو اولیاء بسیار کمل نہایت قلیل اند چنانچہ حضرت امام و بعض اقل قلیل از اولیاء کرام۔ آنچه میفرمایید در بالا دفع توہم ایشان الخ یعنی قبلاً گفته شدہ است کہ تجلی ذاتی و وصول قدمی خاصہ سردار دوعالم است۔ آنچه میفرمایید

تعین وجودی فوق است الخ یعنی تعین وجود فوق علم است زیرا کہ تحت وجودیات است و تحت جیات علم قرار دارد بعد از سوال و جواب حضرت امام سوال دیگرے بہ نظر یہ سدا کہ تقریر آن قرار ذیل است۔
سوال: از سیاق و محتویات این مکتوب شریف معلوم میگردد کہ وجود یک امر حادث بوده است زیرا کہ وجود را ظهور اول گفته اند و ظهور حادث می باشد پس در صورتیکہ وجود حادث باشد چگونه فوق صفت جیات و صفت علم شدہ میتواند کہ از صفات قدیمہ اند؟

جواب: ظهور مستلزم حدوث نیست چنانچہ کمالات صفات ثمانیہ اگرچہ مستفاد از ذات مقدس اند اما حادث نمی باشد و حدوث زبانی ندارند باقی می ماند بحث حدوث ذاتی و حدوث ذاتی را علمائے کرام ہم نفی تکررہ اند اما ظهور صفات ثمانیہ را قبل از زیانہ میدانند در حالی کہ ظهور صفات قبل از زیانہ بوده باشد پس حدوث زبانی کجا خواهد بود۔ این بیان بہ آن تقدیر است کہ وجود از صفات خارجہ دانستہ شود چنانچہ علمائے متکلمین وجود را از صفات خارجہ پنداشتہ اند اگر وجود از صفات انتزاعیہ دانستہ شود چنانچہ از مذاق صوفیہ محققین مانند حضرت امام و حضرت عروۃ الوثقی معلوم میشود کہ وجود یک امر انتزاعی است پس حاجت بہ سوال و جواب نمی شود۔ باید دانست کہ ذات مقدس او تعالی و صفات ثمانیہ او وجود موجود نیستند بلکہ ذات مقدس او تعالی بہ ذات مقدس خود موجود بوده و صفات ثمانیہ بذات او تعالی موجود می باشد و عروض وجود را حیلج ندارند و نیز صفت وجود خداوند دیگر و ظهور وجود یک چیز دیگر است۔

سوال: در صورتیکہ وجود یک امر انتزاعی بوده باشد پس چگونه تعین اول و مبدأ فیض حضرات انبیاء شدہ می تواند؟

جواب: این وجود را کہ حضرت امام تعین اول میدانند غیر آن وجود است کہ حکماء یونان و علمائے متکلمین در آن اختلاف دارند یعنی اختلاف آہاد در وجود حق سبحانہ است این وجود کہ تعین اول است از حلقہ مخلوقات و ظهور اول و حقیقت سر در دو عالم و حضرت ابراہیم است و سر در دو عالم آنرا مخلوق اول دانستہ است و بحث علمائے متکلمین و حکماء یونان در وجود حق سبحانہ

است کہ حکما آنہما عین ذات و علما آنہما از صفات زائده میدانند و با وجود زیادت بعضی آنہما آنرا انتزاعی و بعضی آنہما آنرا یک امر محقق میدانند۔

سوال: در صورتیکہ وجود از صفات ذاتیہ پورہ باشد باید کہ صفات ذاتیہ نہ پورہ باشد نہ ہشت و حالانکہ صفات ذاتیہ را ہشت دانستہ اند؟

جواب: علمائے متقدمین قبل از کشف وجود صفات را ہشت گانہ دانستہ بودند و در بین مردم نیریمان شہرت صفات ہشت گانہ سابقہ مشہور است و علمائے متاخرین بہ کشف حقیقت وجود منقح شدہ اند۔ آنچه میفرمایند ناانید کہ تعین اول وجود است الخ

سوال: حضرت امام در اینجا وجود را تعین اول دانستہ و در مکتوب ۱۲۲ حب را تعین اول گفتہ اند

جواب: نزد صوفیہ کرام در وقت عروج رسیدن بہ ظلال قبل از رسیدن باصول است لهذا قبل از وصول باصل ظل را بعنوان اصل می بینند و چون وجود ظل حب پورہ بتباران قبل از وصول بہ تعین حبی ظل آنرا کہ تعین وجودی است بعنوان اصل دیدہ اند کہ حب است و بعد از رسیدن باصل حب را کہ اصل وجود است تعین اول فرمودہ اند۔ اے عزیز وقتیکہ بہ دربار یک پادشاہ مجازی قصر ہائے متعدد را مشاہدہ می نمائی ہر کدام را جائے نشیمن او تصور خواہی نمود پس بدان کہ شناختن مراتب و حوب بہ کدام اندازہ دقیق تر و عالی تر است۔

سوال: وقتیکہ وجود از ظہورات و مخلوقات پورہ باشد پس حیات و علم کہ از صفات قدیمیہ ثنائیہ است بکدام علت ظلال وجود دانستہ خواہد شد؟

جواب: در اینجا دو صورت است۔ (۱) اگر وجود از صفات قدیمیہ پورہ باشد پس وجود صفت اول پورہ و صفت حیات و علم وغیرہ تحت او قرار دارند و اگر وجود از حبلہ مخلوقات و ظہورات پورہ باشد صفت حیات و صفت علم ہم داراے ظہورات پورہ بیانش و آن ظہورات ظلال ظہور وجود است بہر تقدیر علم و حیات ظلال وجود اند یعنی حیات و علم ظلال صفت وجود پورہ و ظہورات آن ظلال ظہور وجود است۔ آنچه میفرمایند۔

سوال: آن تعین اول وجودی کہ تو یافتہ و تعین اول علم اجمالی کہ دیگران یافتند از ہم چه فرق دارند الخ؟

جواب: در میان تعین وجودی و تعین علمی دیگران شان الحیات و شان العلم و صفت الحیات حایل اند و دیگران کہ بہ کشف صفت حیات و کشف وجود مشرف نشدہ اند فوق مرتبہ علم اجمالی را مرتبہ ذات مقدس و لا تعین دانستہ اند و غیر معبود را کہ وجود است معبود یافتہ اند حضرت عروۃ الوثقیٰ در بارہ انتزاعیت وجود حق سبحانہ تعالیٰ تحقیقات دقیق خود را تحریر و مکتوفات عمیق خود را ابرارہ داشتہ و وجود را از صفات انتزاعیہ دانستہ اند تفصیل موضوع در مکتوبات قدسی آیات عروۃ الوثقیٰ خواہی یافت۔

مکتوب ہشتاد و نہم

حضرت امام میفرماید آنچه این فقیر قہمیدہ الخ ترید گفتار حضرت روز بہان نقلی است کہ مقولہ ہمہ اوست را کفر میدانند و حضرت امام ہمہ اوست را باین طور تفسیر می نمایند کہ "مراد ہمہ اوست آنست کہ ہمہ ممکنات حادث بودہ طوریکہ ذات مقدس اند" خلاصہ این گفتار وجودی کہ ہمہ اوست میگویند سبب کفرشان نمی گردد۔ آنچه میفرماید عجائب کار و بار است الخ یعنی صاحب عوارف کہ مقولہ انا الحق و سبحانی را حکایت از خداوند میدانند۔ این گفتار صاحب عوارف خلاف مراد حضرت بایرید و حضرت منصور است زیرا کہ بطور حکایت یک عالم ظاہری ہم انا الحق گفتہ میتوانند بلکہ مراد این بزرگان وجودیہ از این گفتار بیان یک حال از احوال تصوفی است کہ ممکنات را بعنوان ظہورات دیدہ و روح خود را بعنوان حق می پندارند بنا بران آنها از حق سبحانہ حکایت نمی کنند بلکہ ظہار احوال خود می کنند۔ آنچه میفرماید ہمیں ارتباط اصالت الخ یعنی اگر چه ممکنات ظلال و جوب شدہ نمیتوانند اما این خیال اصالت و ظلیت سبب ارتقا و پیشرفت صوفیہ است زیرا کہ درین اصل و ظل یک ارتباط قرب موجود است همان گمان ارتباط قرب سبب عروج آنها میگردد۔

آنچه میفرماید وجود و توابع وجود از صفات کامله الخ یعنی بعد از بقاے اکمل وجود بشری عارف را بوجود موهوبی و صفات ناقصه و را به صفات کامله تبدیل میگردانند و علم او پر تو علم ذات و قدرت او پر تو قدرت حق تعالی میگردد و علی هذا القیاس - پوشیده نماند که این صفات به نسبت صفات سابقه فاضل تر و کامل تر اند - چنانچه اولیای کرام فوق شنیدن عادی می شنوند و فوق قدرت عادی قدرت پیدامی کنند یعنی بعضی چیزهای غیبی را می فهمند اما عالم غیب شده نمی تواند که علم غیب خاصه خود حضرت بچون است و بس عده از گمراہان فرق کشف و علم غیب را ندانسته از کشف انکاری و زرد این طایفه این قدر نمی فهمند که کشف دائمی نبوده گاہی بوده و گاہی نمی باشد و نیز بعضی چیزها را کشف نمی کنند و بعضی چیزهای دیگر را کشف نمی گردند اما علم غیب این چنین نیست و عالم الغیب آنست که هیچ چیز از علم او خارج نمی باشد و ثبوت کشف از فرمایش حضرت یوسف صدیق و ثبوت قدرت فوق العاده از معامله حضرت آصف ابن برخیا معلوم داراست.

مکتوب نهم

آنچه میفرماید چون قلب را رویت نبود الخ یعنی در این جهان ابصار تابع قلب است و در آخرت قلب و روح تابع جسد است دیدار او تعالی و فواکه جنت و صحنه های حوران بهشتی همه به جسد مربوط است - آنچه میفرماید از توسط مراتب اهل کشته الخ یعنی سالک متوسط از آئینه داری عالم مثال غافل بوده و اطلاع نداشته و خیال میکند که خود مطلوب را دیده است و نمیداند که مثال رویت محبوب را در عالم مثال دیده است و آنچه میفرماید از قبیل معانی است الخ یعنی معانی هم از اعراض و اوصاف بوده زیرا که در نزد حضرت امام تمام عالم اعراض و معانی است و هیچ کدام دارای ذات نبوده جوهر نمی باشند بواسطه اینکه عالم منظر صفات است نه منظر ذات مقدس او تعالی و صفات ثمانیه حق سبحانه نیز اعراض اند و در قیام خود بذات مقدس او تعالی محتاج اند خلاصه اینکه اوصاف و معانی در عالم مثال گنجایش داشته و ذات مقدس او تعالی در عالم مثال

نمی گنج زیرا کہ عالم مثال مخلوق اوست خالق عالم کہ محدود و متنہا ہی نیست در عالم مثال کہ از جملہ مخلوقات اوست چگونہ گنج مراد از صفات ظلال صفات بودہ و خود صفات ہم در عالم مثال گنجایش ندارد۔ آنچه میفرماید تحقیق این مسئلہ در حل مواضع کتاب عوارف الخ یعنی فقیر کہ بعض مواضع کتاب عوارف را توضیح داده ام تحقیق این مسئلہ را نموده ام۔

تبصرہ: حضرت امام در اینجا رویت قلبی را نفی کردہ اند بفرمایند این کمی نہ آن است کہ این فرمودہ حضرت امام درباره عامہ صوفیہ کرام خواہد بود نہ درباره خواص زیرا کہ تحقیق آنست کہ اخص خواص از اولیائے کرام چنانچہ خود حضرت امام و اقل قلیل دیگران برویت قلبی مشرف گردیدہ اند چنانچہ حضرت امام در مکتوبی میفرماید: وقتیکہ عارف بچون گردیدہ و صاحب وجود مہمومی شود در آن وقت ادراک و درک ادراک بچون حقیقی را کردہ میتواند چنانچہ تفصیل بیشتر این موضوع را در مکاتیب بعدی ملاحظہ خواہید نمود۔ و نیز حضرت امام میفرماید کہ برہان در نزد صوفیہ برہان لمی است و بہ نزد علمائے ظواہر برہان برہان انی است زیرا کہ منظر علمائے ممکنات و منظر صوفیہ عالم وجوب است۔ خلاصہ اینکہ اگر رویت قلبی بتاثر عین الیقین و حق الیقین و برہان لمی چہ معنی خواہد داشت و نیز حضرت امام وسعت ذات مقدس را تفصیل داده اند بفرمایند تفصیل وسعت آن مرتبہ مقدسہ بدون رویت قلبی امکان پذیر نیست۔

مکتوب نود و یکم

حاصل این مکتوب شریف اینکہ تصدیق عین اذعان و گردیدن است و معرفت بدون اذعان تصور است نہ تصدیق۔ آنچه میفرماید حال اینکہ فلاسفہ الخ یعنی گفتار فلاسفہ یقینی نبودہ بلکہ تخمینی است زیرا کہ فلاسفہ نفس و عقل و روح و ذہن را یک چیز دانستہ و میگویند کہ آن یک چیز بواسطہ اینکہ تمیز میکند عقل است و بواسطہ اینکہ متلذذ میشود نفس است و چون بطرف حق تعالی میلان دارد روح است و چون اشتغاش معانی در آن صورت میگرد زن است۔

خلاصہ اینکه این گفتار فلاسفہ کہ روح و نفس را یک چیز میدانند بکلی خلاف واقع است
زیر کہ نفس و روح بدو طرف تقیض واقع شدہ اند یعنی در وجود انسان دو سلطان
مختلف سلطنت و حکمرانی می نمایند کہ ہر کدام دارای قدرت ہائے جداگانہ می باشند و بدن انسان
مستملکہ ایشان است طاعات و عبادات عساکر و قدرت روح بودہ و معاصی و منہای عساکر و قدرت
سلطان نفس است و عقل یک قوہ ممیزہ است کہ در قلب و یاد در دماغ قرار دارد و روح در ذات
خود بی چون و از عالم امر است و نفس کہ شیرہ و شربت غصا صر بودہ یک چیز مادی است و تہ ترکیبہ احتیاج
دارد پس روح و نفس یک چیز شدہ نمی تواند۔

خلاصہ فلاسفہ از اجزائے دہگانہ انسانی معلوماتی ندارند معرفت اجزائے دہگانہ انسانی از
وظائف صوفیہ کرام است کہ وظیفہ ہر لطیفہ از لطائف عشرہ را بصورت جداگانہ دانستہ و ہکذا کمال
ہر کدام آنرا شناختہ و دیدہ اند کہ کمال روح در کدام وقت و کمال نفس در کدام مقام میسر می گردد
و اجزائے عشرہ انسانی در لیاقت خود دارای چہ تفاوت بودہ اند و کدام وظایف مربوط بہ عالم امر
و چہ وظایف مربوط بہ عالم خلق است و ہکذا قرب عالم امر و عالم خلق را کہ قرب کدام ایشان بیشتر است
بحث می نمایند نیز میدانند کہ حضرات انبیاء عظام کہ از ملائک افضل اند فضیلت شان بکدام جزء
از اجزائے عشرہ انسانی مربوط است۔ خلاصہ توضیح و بیان این ہمہ حقایق متذکرہ از وظایف صوفیہ
کرام است نہ وظیفہ فلاسفہ زیرا کہ فلاسفہ در عالم مادہ مستغرق شدہ اند و از باورائے مادہ کہ مراتب و
انوار و جوب است معلومات ندارند۔ مصرع

از فلسفی چہ پرسی اسرار کبریا را

بیت چون از کرے کہ در سنگ نہان است زمین و آسمان او بہمان است

تبصرہ: کفر حقیقی عبارت از مرتبہ جمع است کہ غیر واجب از نظر شان مخفی گردیدہ و سر دورا
یکی می بیند چنانچہ صوفیہ و جوریہ و بہ نزد صوفیہ محققین مقام جمع یکجا بودن نفس و روح است و مقام
فرق جدا شدن نفس است از روح۔

سوال: یک دانستن ممکن و واجب کفر است پس وجودیہ را بروے کدام دلیل مسلمان و اولیای خداوند برانیم۔

جواب: عقیدہ دیگر است و دین دیگر چنانچہ شخصے در روز مبارک رمضان بگوید کہ روز است و من ہم روزہ دار ہستم اما برے من یک حالتی رخ داده است کہ در روز روشن تارہا و مہتاب راحی بنیم ہمہ میدانیم کہ این شخص باین گفتار خود کہ از دید خود بیان کردہ است نہ از عقیدہ خود کا فر نیست و حضرت منصور نیز با وجود اینکہ انا الحق میگفت باز خیر گران در مجلس روزانہ پنجصد رکعت نماز میخواند اگر گفتار حضرت منصور کہ انا الحق گفته است ناشی از عقیدہ می بود اینقدر نماز را برے کہ و برے چہ ادائی نمود پس معلوم شد کہ این گفتار حضرت منصور بیان حال بودہ است نہ عقیدہ او بنا بر آن قتل موصوف بروے اشتباہ صورت گرفته است ازینجاست کہ گفته اند: بیت چون قلم در دست غرداری بود لاجرم منصور بر داری بود

تذکرہ: قتل منصور در زبان حضرت امام ابو یوسف واقع شدہ است این غلط مشہور است کہ میگویند حضرت امام ابو یوسف بہ قتل اوقتوی دادہ است۔ و قتیکہ حضرت منصور را می کشتند از بدن او خون جاری شد فرمود کہ در عشق دو رکعت نماز است کہ وضوے آن بہ خون می شود۔

مکتوب نود و دوم

حضرت امام میفرماید بدان ارشدک اللہ تعالی کلام حق سبحانہ در رنگ ذات و سایر صفات او سبحانہ بیچون است و سماع آن کلام بیچون نیز بیچون است الخ یعنی عارف کہ بوجود مویہی مشرف و بیچون فی الجملہ شدہ باشد بواسطہ این وجود بیچون خود کلام ذات بیچون حقیقی را بہ تمام وجود مویہی خود می شنود یعنی این شنیدن کلام ذات بیچون تنها با سماع گوش مربوط نہ بودہ بلکہ آن بزرگ بہ تمام وجود خود می شنود چنانچہ حضرت امام در مکتوبی میفرماید کہ عارف کامل ہمہ سمع و ہمہ بصر میگردد حدیث قری۔ و آنچه میفرماید روز میناق الخ یعنی در روز میناق و المست بر یکم تمام انسان ہا کلام

حق سبحانہ و تعالیٰ و خطاب مبارک اور اہتمام وجود خود بدون واسطہ گوش استماع بینموند۔ آنچه میفرماید غایتہ ما فی الباب الخ یعنی در ثانی بعد از القاء روحی آن کلام بچون در خیال عارف بحرف و صوت متمثل میگردد و عارف این القاء روحی را تعبیر بہ سخن زدن نموده و میگوید کہ حق سبحانہ تعالیٰ چنین و یا چنان فرمود۔ آنچه میفرماید اما سالک متوسط الخ یعنی سالک ناقص خیال میکند کہ این حروف را حق سبحانہ و تعالیٰ فرمودہ اما عارف کامل میداند کہ حق سبحانہ تعالیٰ یک معنی را القا فرمودہ است کہ این حروف و صوت تعبیر از آن معناست و اگر تہ این حروف و صوت را مناسبت بآن مرتبہ مقدسہ نیست و کسانی کہ ادعای نمایند کہ آن حروف را از حق سبحانہ می شنوند و طائفہ اند؛ طائفہ اول میگویند کہ حق سبحانہ و تعالیٰ یک معنای را القا فرمودہ کہ این حروف دلال است بر آن معنا و تعبیر بہ کلام نفسی است و خود کلام او تعالیٰ حرف نمی باشد و طائفہ دوم این حروف را کہ کلام حق سبحانہ و تعالیٰ میدانت این باب علم پرورہ و از جہل خود چنین تصویری نمایند۔

سوال: در صورتیکہ این طائفہ دارای علم نبودہ باشند لیاقت استماع کلام حق سبحانہ را چگونه پیدا کردہ خواہند بود؟

جواب: رسیدن بولایت و استحصال قرب خداوندی بعلم ظاہری مربوط نہ بودہ صرف دانستن نماز و روزہ و آن احکام خداوندی کہ بالائے او فرض است کفایت میکند نیز امکان دارد کہ در حین القاء کلام خداوندی شیطان علیہ اللعنہ در بین متخلل شدہ کلام خود را شنواید و سالک چنان خیال کردہ باشد کہ کلام حق تعالیٰ را می شنود چنانچہ در حین تبلیغ آنحضرت در محضر صحابہ کرام ابلیس لعین در بین متخلل شدہ کلام خود را شبیہ کلام پیغمبر گردانیدہ بود۔ تفصیل موضوع در تفاسیر موجود است۔

مکتوب نور و سوم

آنچه میفرماید اکثر مشائخ الخ یعنی اکثر مشائخ و چو در اعین ذات حق دانستہ اند و جمع غفیر از سلفیہ و چو در انجاء پرستیدہ اند و علمیکہ باین فقیر عنایت گردیدہ است آنست کہ وجود را غیر ذات

یافتہ است و این موسبت دولتی است کہ از پس خوردہ انبیاء عظام باین مسکین ذخیرہ گذاشتہ بودند و این معرفت از معارف حضرات انبیاست کہ وجود را غیر ذات گفتہ اند و دست ارباب ولایت اندرک چنین معارف کوتاہ است۔ آنچه میفرمایند و نیز بکشف ساختہ اند کہ تعین اول تعین وجود بودہ و این تعین وجود مبداء خلقت حضرت خلیل است الخ

تبصرہ: نزد حضرت امام کہ مقتدا و پیشواے صوفیہ محققین است تعین اول عبارت از وجود است و بہ نزد شیخ اکبر وجود تعین ذات مقدس بودہ و تعین اول عبارت از علم اجمالی است پس در بین این دو بکشف تفاوت زیاد موجود است زیرا کہ وجود از علم اجمالی پنج درجہ فوق تر است چنانچہ فوق صفت علم صفت الحیات و فوق صفت الحیات شان العلم و فوق شان العلم شان الحیات و فوق شان الحیات تعین اول کہ وجود است قرار دارد و فوق تر از ہمہ آنها مرتبہ ذات مقدس او تعالی است تا گفتہ نمائند کہ این تحتیت صفت الحیات از شان العلم و تحتیت شان الحیات نسبت بوجود بہ تقدیری است کہ وجود را از حبلہ صفات او تعالی بدانیم و اگر وجود را بطور اول بدانیم پس ظهور وجود از ظهور شان الحیات و ظهور شان العلم و ظهور صفت الحیات فوق تر است نہ از خود صفات الحیات و شان العلم و شان الحیات زیرا کہ بر این تقدیر ظهور وجود از حبلہ ممکنات و شان الحیات و غیرہ از مراتب و جوب اند۔ آنچه میفرمایند همچنین این مرکز را الخ یعنی مرکز دائرہ وجود کہ حب است مبداء فیض حقیقت محمدی و محیط آن مبداء تعین حضرت خلیل است پس مرکز فوق محیط است۔ آنچه میفرمایند جواب گوئیم کہ در نفس امر است الخ

تبصرہ: این قریایش حضرت امام در مقابل این سوال است کہ اگر وجود بطور اول بودہ باشد و ظهور او در علم بودہ باشد در این صورت تقدم علم بہ نسبت وجود لازم می آید و ہذا اگر ظهور وجود در خارج پنداشتہ شود آن ہم صحت ندارد بواسطہ اینکہ در خارج نزد صوفیہ وجودیہ غیر از ذات مقدس هیچ چیز دیگر وجود ندارد۔ بنابران حضرت امام وجود را در مرتبہ نفس الامر دانستہ اند یعنی ظهور وجود در مرتبہ نفس الامر است نہ در ظهور علم۔

جواب دیگر اینکه علم خداوند تعالیٰ از حجلہ تعینات نبوده بلکه در مرتبہ لاتعین قرار داشته از حجلہ واجبات است و اولیت وجود بہ نسبت ظہورات ممکنات است نہ بہ نسبت واجبات پس تقدیم علم بر وجود مانع اولیت ظہور وجود بہ نسبت ظہورات ممکنات نمی گردد۔

سوال: طبق فرمایش حضرت امام اگر وجود در مرتبہ نفس الامر نبوده باشد در این صورت نفس الامر ظرف وجود گردیده و بہ نسبت وجود مقدم میگردد و باین تقدیر ظہور اول نفس الامر خواهد بود نہ وجود؟
جواب: نفس الامر یک امر متزاعی است وجود خارجی ندارد و بحث ما در امور محقق و ظہور اول ممکنات است۔

تبصرہ: در نزد حضرت امام موجودات دارای سه مراتب اند:۔

- ۱۔ مرتبہ خارج کہ ذات مقدس او تعالیٰ و صفات ثمانیہ او تعالیٰ دران موجود است۔
- ۲۔ مرتبہ نفس الامر کہ حروف قرآن و عرش و کرسی و لوح و قلم و صفات اضافیہ و ظاہر و باطن حضرت انبیاء عظام و باطن اولیاء کرام دران موجود است۔
- ۳۔ مرتبہ و ہم کہ ممکنات دیگر دران موجود اند۔

سوال: قبلاً ذکر کرده شد کہ وجود فوق علم اجمالی است پس وجود کہ در مخلوقات است فوق صفت العلم گردیده کما ز واجبات است۔

جواب: مراد از علم اجمالی ظہور علم اجمالی است نہ صفت العلم خداوندی زیرا کہ علم را حضرت شیخ اکبر تعین اول گفته است و بہ نزد شیخ صفات وجود خارجی نداشته صرف ظہورات علمی دارند و ظہور اول بہ نزد حضرت شیخ ظہور علم اجمالی است بر این تقدیر علم اجمالی از صفات نبوده بلکه یک ظہور است و در ظہورات وجود ظہور اول است نہ علم۔

مکتوب نور و چهارم

حضرت امام میفرماید امام مرجع یکی کمالات ذات است و معاد دیگر صرف ذات تعالیٰ الخ یعنی

سرزات مقدس او تعالیٰ در مرکز جمال ذاتی بود بعیت نہادہ شدہ و این سرزات عبارت از حقیقت احمدی است۔ آنچه میفرماید پس وصول بہ ملاححت الخ

سوال: حضرت امام یک مرتبہ فرمودہ اند کہ سردار دو عالم در مرکز دائرہ ملاححت و در ولایت خود بودہ بواسطہ یک فردے از امتان خود بحیاط دائرہ تشریف بردہ اند زیرا کہ سردار دو عالم بہ صباحت مناسبت نداشتہ اند و استعداد فطری شان از صباحت بلند و بملاححت مناسبت داشتہ است و در اینجا میفرماید کہ وصول بملاححت بعد از طے کردن صباحت صورت می بندد پس تطبیق این قریايشات چگونه تواند بود؟

جواب: وصول بملاححت دو قسم است: وصول اجمالی و وصول تفصیلی: وصول اجمالی کہ مقتضای فطری آنحضرت بودہ قبل از حصول صباحت برایشان میسر بودہ اما وصول تفصیلی بعد از حصول صباحت صورت می بندد و حصول صباحت بواسطہ یک فرد از افراد امتان شان بحصول پیوستہ است پس در این قریايشات حضرت امام تناقض موجود نیست۔ آنچه میفرماید پس متوسطی باید الخ یعنی چون استعداد ذاتی آنحضرت از صباحت بلند و مناسبت بملاححت داشتہ و انتقال از ملاححت بہ صباحت و رفتن از مرکز بحیاط خلاف مقتضای فطرت مبارک اوست پس وجود متوسطی لازم افتاد تا بواسطہ او از ملاححت بہ صباحت و از مرکز بہ محیط سیر نماید زیرا کہ ہر کمال و ہر ثوابیکہ بامتان آنحضرت میسر گردد پیغمبر تنبور غنیر در ان کمالات و ثواب شرکت دارد یعنی ممائل این ثواب و کمالیکہ بہ امت دست داردہ بآنحضرت میسر می رسد، بنابراین مقام صباحت کہ بآن فرد میسر گردید بواسطہ این فرد بہ سردار دو عالم نیز راجع میگردد و این فرد متوسط عبارت از حضرت امام است ناگفتہ نماں کہ صباحت بہ نسبت مقام ملاححت پائین تر است۔

تذکرہ: در این جا فی الحقیقت حضرت امام گفتہ اند کہ سردار دو عالم و افضل ترین مخلوقات چگونه بواسطہ یک فرد امت خود باستحصال کمال صباحت نیاز مندر گردہ۔ آہنای دانند کہ از درود گفتن یک فرد عوام ہم بہ عالم ثواب آن درود می رسد آیا از درود گفتن حضرت امام بآنحضرت

ثواب نمیرسد؟ آیا حضرت شیخ اکبر نگفتہ است کہ خاتم النبوت از شیخ اکبر اخذ فیض میدارد۔ ناگفتہ تمامند
 کمالیکہ بواسطہ حضرت شیخ اکبر و یا بواسطہ حضرت امام بسر دارد و عالم میرسد آن کمال از کمال ذاتی
 سر دارد و عالم پایین تری باشد و نیز آن کمال امت بواسطہ متابعت سر دارد و عالم و کمال خود
 سر دارد و عالم است اما ظهور آن موقوف بیک وقت بوده چنانچہ آنحضرت فرمودہ اند کہ کلید ہا
 خزائن رومی زمین بمن داده شدہ است حالانکہ ظهور آن مربوط بزبان حضرت ہمدی است و نیز
 آنحضرت بروز خندق فرمودہ اند کہ فتوحات شام را مشاہدہ کردم و حالانکہ ظهور این فتوحات در
 وقت خلافت حضرت فاروق است۔ آنچه میفرمایید پس متوسطی باید از افراد امت او کہ بتبعیت او
 در عین آن مرکز بودہ و از راه دیگر ناسبت بہ محیط داشتہ باشد الخ

تبصرہ: چون ولایت حضرت امام محبوبیت متمتزع است بنا بران حضرت امام در
 مرکز محبوبیت بودہ و راہ دیگر عبارت از محبت است کہ دائرہ محبوبیت و ولایت حضرت موسیٰ
 و محبوبیت مرکز آن است تا آن فرامت کمالات آن مرتبہ محیط را حاصل داشتہ و با و از تنوع او
 بواسطہ وصول او نیز بان کمالات متحقق گردد زیرا ہر کمالیکہ بامت دست می دہد بہ پیغمبر او
 نیز حاصل میگردد حضرت امام از محبت کہ ولایت حضرت کلیم است تیر بہرہ و راست —
 از مضمون این مکتوب شریف چنین استنباط میشود کہ سہ مرکز است و سہ دائرہ -

۱ - دائرہ اول خلعت و مرکز آن محبت -

۲ - دائرہ ثانی محبت و مرکز آن محبوبیت -

۳ - دائرہ سوم محبوبیت متمتزع و مرکز آن محبوبیت صرف -

و این محبوبیت صرف حقیقت احمدی است و محبوبیت متمتزع حقیقت محمدی است و ولایت
 آن فرد نیز محبوبیت متمتزع می باشد و محبت خالص ولایت موسوی و خلعت ولایت ابراہیمی
 است۔ خلاصہ اینکہ مقام محبوبیت بواسطہ یک فرامت آنحضرت بولایات محبت و خلعت
 الحاق و اتصال پیدا کردہ است و اگر آن فرامت نمی بود مقام محبوبیت بمقامات محبت و

خلت اتصالی پیدائی کر دو چون آن ولایت بفردی امت آنحضرتؐ محبوبیت متمنزع میسر گردید
سپس مقام محبوبیت آنحضرتؐ هم با و پیوست۔ پوشیدہ نماز کہ این ہم از فضائل سردار دو عالم است
کہ امت او بواسطہ متابعت او بمقام محبت و خلعت مشرف میگردد۔ بیت

مور مسکین موسی داشت کہ در کعبہ رسد دست بر پای کبوتر زد و ناگاہ رسید

تذکرہ: ازین بیان حضرت امام علیؑ شان سردار دو عالم ظاہر میگردد کہ ولایت و
قرب شان فوق ولایت دو نفر بزرگان اولوالعزم است کہ افضل ترین اولوالعزم اند و ولایت
آن دو بزرگ ظلال ولایت سردار دو عالم است۔ خلاصہ اینکہ محبت فوق خلعت و محبوبیت فوق
محبت می باشد یعنی مراتب خلعت و محبت در ظل محبوبیت قرار دارند۔ آنچه میفرمایید بعد از ہزار
سال الخ یعنی چون ولایت موسی و خلیلی ہم حاصل شد مرکز دایرہ ثانی کہ محبوبیت است و وسعت
پیدا کرد و محبوبیت خالص و محبوبیت متمنزع تفریق یافت، آنچه میفرمایید این اسم از اسم مبارک الخ
یعنی احمد از احد یک میم جدا شدہ است و میم عبارت از محبوبیت سردار دو عالم است و اسم احمد
بہ نسبت اسم محمد یک مرتبہ بعالم وجوب نزدیک تر است و نیز حرف "م" عبارت از محبت او تعالی
است بہ طور عالم کہ سبب ایجاد گردیدہ است یعنی حرف "م" کہ عبارت از محبت و محبوبیت است
کہ سبب محبوبیت سردار دو عالم و سبب ایجاد عالم است ازینجا است کہ گفته اند۔ بیت

زا احمد تا احد یک میم فرق است دو عالم در میان میم غرق است

حضرت بیدل میفرماید

در غیب احد است در شہادت احمد این است رموز خواجہ ہر دو سرا

پوشیدہ نماز کہ حرف میم چنانچہ عبارت از محبت و محبوبیت است همچنان عبارت از طوق عبودیت
و امکان وحدت ہم ہمیں "میم" است، بنا بر این در اسم مبارک محمد دو علامہ امکان وحدت
موجود در اسم مبارک احمد یک علامہ امکان وحدت موجود می باشد و بعضی میم دیگر انوار و تجلیات
وجوب جاگزین گردیدہ پس احمد نسبت بہ محمد یک مرتبہ بعالم وجود نزدیک تر است و محبوبیت خالص

در اسم احمد و محبوبیت ممتاز در اسم محمدی باشد و نیز ناگفته نماند که حقیقت محمدی حقیقت جسدی آنحضرت و حقیقت احمدی حقیقت روحی سردار دو عالم است۔ آنچه میفرماید کار و بار بآن سر و نشاہ است یعنی آنحضرت تا ہزار سال بعد از وفات شان بہ حقیقت محمدی و جسدی خود پودہ اند و بعد از ہزار سال بحقیقت احمدی و روحی خود عروج فرمودہ و در ان مرتبہ استقرار یافتہ اند و جسد مبارک شان حکم روح گرفتہ است یعنی از مرتبہ جمال ذاتی عروج و در مرتبہ سر ذات مقدس کہ در مرکز جمال ذاتی بود بعیت گذاشتہ شدہ مشرف و در ان مرتبہ متمکن گشتہ اند و علاقہ شان بامت کہ مربوط بہ جسد پودہ است کمتر گردیدہ است بنابراین بیک فراموشی کہ نیابت نماید ضرورت افتادہ است و آن فراموشی عبارت از مجرد الف ثانی می باشد کہ بہ نیابت آنحضرت مفتخر و ترویج شریعت واجبات سنت سنہ او و امانت بدعت نامرضیہ میفرماید۔

تذکرہ: حضرت عیسیٰ کہ سردار دو عالم را بنام احمد یاد آور شدہ اند سبب آن اینست کہ در وقت نزول انجیل سردار دو عالم در حقیقت روحی خود پودہ اند و نیز در وقتیکہ حضرت عیسیٰ نزول میفرماید سردار دو عالم در ان وقت نیز بہ حقیقت روحی خود می باشد زیرا کہ بعد از ہزار سال حقیقت جسدی او بہ حقیقت روحی تبدیل یافتہ است چنانچہ تفصیل آن در فوق گذشت بنابراین حضرت عیسیٰ سردار دو عالم را بنام احمد یاد می نمایند کہ عبارت از حقیقت روحی سردار دو عالم است ناگفتہ نماند کہ آنحضرت در حین حیات و در جریان دعوت ۲۳ سالہ تمامہ و حجاز بہر دو حقیقت محمدی و احمدی متلبس بودند، آنچه میفرماید بشنو با وجود کمال اقتدار الخ یعنی حق تعالی قادر است کہ محبوب خود را بدون هیچ وسیلہ بہ ہمہ کمالات مشرف گردانند اما چون قدرت حق سبحانہ نظام عالم را بہ اسباب حکمت وابستہ گردانیدہ بنابراین در تزیینہ محبوبان نیز از اسباب عادیہ کار گرفتہ شدہ است چنانچہ شوق صد آنحضرت کہ چند مراتب صورت گرفتہ است از اسباب عادیہ است و نیز بواسطہ یک فراموشی شان کہ حضرت امام ربانی است از مباحث بصباحہ از مرکز بہ محیط سیر نمودہ اند این ہم از حیلہ اسباب عادیہ پودہ است تا در پوش قدرت است کعبادت حق تعالی قدر را در اسباب واسطہ مستور گردانیدہ است و سنت حق تعالی بر ان جاری شدہ کہ قدرت را در

مکتوب نود و پنجم

حضرت امام میفرماید اگرچہ اصل این ولایت الخ یعنی ولایت حضرت امام اگرچہ ولایت محمدی و محبوبیت است اما در ولایت موسوی کہ محبت است نیز اشتراک داشته و ولایت حضرت امام محبوبیت متمیز است و محبت خالص ولایت حضرت موسی است پس ولایت حضرت امام ترکیب از دو ولایت بوده کہ عبارت از ولایت محمدی و ولایت موسوی است۔ ولایت محمدی محبوبیت متمیز و ولایت موسوی محبت صرف و ولایت احمدی محبوبیت صرف میباشد پس ولایت کہ از محبوبیت و محبت ترکیب یافته باشد دارای خاصیت جداگانہ خواهد بود۔ بیت

ازین ایون کہ ساقی در مے افکند حریفان را نہ سرماند نہ دستار

مکتوب نود و ششم

آنچه میفرماید اگرچہ آن فرج الخ یعنی سردار دو عالم در ذات خود محبوب بوده و قرب صلی او محبوبیت است و محبت تابع محبوبیت است یعنی محبوب کہ سردار دو عالم است بہ محب خود کہ حق سبحانہ است محبت داشته می باشد اگرچہ اصل معاملہ سردار دو عالم محبوبیت است۔ بنابر ان سردار دو عالم چنانچہ محبوب است محب نیز می باشد۔ آنچه میفرماید اظہار اختصاص او کردہ الخ یعنی حرف "میم" را کہ بہ کلمہ احمد منضم گردانیدہ این انضمام حرف "میم" بہ کلمہ احادیان اختصاص آنحضرت بوده بذات مقدس او تعالیٰ یک نوع اختصاص خاص داشته می باشد کہ دیگران دارای این خصوصیت نمی باشند۔ بیت

محمد حامد حمد خدا بس خدا نعت آفرین مصطفیٰ بس

آنچه میفرماید کار و بالہ و طوق عبودیت بیک طوق رسیدانہ

سوال: عبودیت عبارت از عبادت و طاعت بوده پس وجود و طوق نسبت بیک

طوق بہتر است بنابر ان رسیدن بیک طوق داراے چه فضیلت خواهد بود؟

جواب: عبودیت در این جا بمعناے عبادت نبوده بلکه بمعناے امکان وحدوث است
و در ولایت محمدی دو علامہ امکان وحدوث می باشد و در ولایت احمدی یک علامہ امکان و
حدوث از بین رفته و به عوض "م" عبودیت و امکان الف الوہیت و قدسیت جا گرفته و محمد احمد
شده و بعالم وجوب یک درجہ نزدیکتر گردیده است، مراد از الوہیت تجلیات عالم وجوب و قرب
ذات مقدس است۔ آنچه میفرماید فناے این تعین نہ چنین است الخ یعنی فناے ولایت فناے
شہودی بوده و این فنا فناے وجودی است کہ صفات بشری و امکانی از بین رفته و تجلیات
ذات مقدس بجائے آن نشسته است۔ بیت

مراد بگز بجائے من نہ : یعنی
چو جان آئی بجائے من نشینی
توئی از ہر دو عالم آرزویم
ترا چوں یافتم از خود چه گویم
بیت فرار منظر چشم من آشیانہ تست
کرم نما و فردا کہ خانہ خانہ تست

آنچه میفرماید انوار ہدایت کمتر گشت و معاملہ با متان تنگ تر شد الخ یعنی بعد از مرور ہزار سال
معاملہ امت تا ریک ترو بہ نائب ضرورت پیدا شد کہ وظائف ارشاد و ہدایات را بہ عہدہ بگیرد
و آن نائب عبارت از حضرت امام است چنانچہ در مکتوبی میفرماید کہ در اہم سابقہ بعد از ہزار سال
نبی اولوالعمری مبعوث میگردد و شریعت جدیدی آورد و در این امت چون پیغمبر شان خاتم الانبیا
است و پیغمبر دیگر آردہ نمیتواند بنابر ان عالمی عارفی نام المعرفی در کار است تا قائم مقام نبی
اولوالعمر شہ بتواند یعنی این نیابت تنہا از وظائف یک نفر عالم نبودہ و عارف بدون علم نیز
از عہدہ این نیابت برآردہ نمی تواند و این وظیفہ مناسب شخصی است کہ داراے علم کامل و فقر
کامل بودہ باشد شمامی دانید کہ مقام علمی حضرت امام بہ اندازہ بودہ کہ سرآمد روزگار خود است
و بکذا فقر شان نیز کہ بمراتب ولایت صغری و ولایت کبری و ولایت علیا و کمالات نبوت و رسالت
و اولوالعمری و مراتب خلعت و محبت و محبوبیت رسیدہ است از ادراک اکثر اولیائے کرام بلندتر است۔

بیت زرق تابه قدم ہر کجا کہ می نگریم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جاین جا
مصرع خاص کند بندہ مصلحت عام را

مکتوب نود و ہفتم

آنچه میفرمایید کہ در مرتبہ و ہم مخلوق گشتہ است الخ یعنی مرتبہ و ہم عبارت از نمود بدون بود است
و ممکنات نمود داشته ابا بودند از شدت غریبہ را بمیان آورده و بہ تماشا چنان
نشان میدہد ہمہ شما میدانید کہ این اشکال نشان داده شدہ نمود داشته و در حقیقت بودند از انا قادر
بر کمال این نمود اثبات ہم داده می تواند آنچہ میفرمایید چون سالک مستعد بحکم تربیت خداوندی الخ
یعنی وقتیکہ عارف بہ فنا مشرف گردد می بیند کہ صفات کاملہ کہ در وی است در حقیقت از وی
نبودہ بلکہ این صفات از مرتبہ و وجوب است و میدانند کہ عدم مفید کہ وجود ذات مرا تشکیل داده
در حقیقت عدم است لہذا ناچار خود را از ہمہ پایان دیدہ و از کبر و غرور بشریت رہائی می یابد و میدانند کہ
صفات ثمانیہ من از عالم وجوب است۔ بیت

بیت نیاوردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیوں چیز تست
من هیچ ام و کم از هیچ ہم بسیاری از هیچ و کم از هیچ نیاید کاری
وقتیکہ اندیشہ تو صحیح شد دانستی کہ من عدم می باشم۔ مصرع
اے برادر تو ہمیں اندیشہ

مکتوب نود و ہشتم

آنچہ میفرمایید حسن و جمال ہر جا ہست انزو وجود ہست کہ خیر محض است الخ
سوال: حضرت امام در مکتوبی فرمودہ این حسن مظاہر جمیلہ از ممکنات است نہ از عالم
وجوب و در این مکتوب شریف میفرمایید کہ حسن ہر جا کہ ہست از عالم وجوب است۔

جواب: معنائے آن فرمودہ شان این است کہ حسن واجب در ممکنات جائے گرفته
 بوده و جاگزین گزیده نہ آنکہ از خود ممکنات است۔
 مکتوب نود و نهم حاجت بہ شرح ندارد۔

مکتوب صدم

در تشریح این مکتوب شریف تبصرہ ہائے چند کہ حاصل فرمایشات حضرت امام است ارفاق می یابد۔
 تبصرہ (۱) گرفتاری بہ حسن این جہان مذموم و گرفتاری بحسن آن جہان محمود است
 زیرا کہ حسن این جہان از اختلاط زہر آب عدم میرانست و حسن آن جہان از امتزاج عدم میرا
 ازین سبب حق سبحانہ تعالی بحسن آن جہان دعوت میفرماید و بیان حسن خود و قصور بہشت را
 سبب ترغیب مومنان میگردد و حسن حضرت یوسف از نوع حسن آن جہان بوده پس گرفتاری
 بآن حسن محمود است نہ مذموم۔

تبصرہ (۲) حسن حق سبحانہ داراے دو نوع است: حسن ذاتی و حسن صفاتی۔ حسن
 ذاتی داراے اجمال و تفصیل است از حسن اجمالی آن مرتبہ مقدسہ تعبیر بہ ملاحت و از حسن تفصیلی
 آن مرتبہ مقدسہ تعبیر بہ صباحت رفتہ است اما حسن صفات تنہا بہ حسن صباحت تعبیر میشود نہ بملاحت۔
 تبصرہ (۳) ملاحت در ادراک نمی گنجد و صباحت تا اندازه در ادراک می گنجد۔
 تبصرہ (۴) حسن ہر دار و عالم از نوع حسن ملاحت بوده کہ در ادراک نہ گنجد و حسن
 حضرت یوسف از نوع حسن صباحت بوده و تا اندازه با دراک می گنجد بنا بران مصریان گزیده حسن
 حضرت یوسف و از دیدار و مستانہ گزیدند آنحضرت میفرماید کہ "اخ یوسف اصبیح و انا املح" مصرع پشتو
 در ملاحت ادراک دی نشی و اصباح دی چہ مصریان مستانہ شوہ
 مادر مومنین حضرت بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا فرماید کہ "لو اھی زلیخا لوراین جبینہ لقطعن
 بدل الا یادی القلوب" یعنی زنان ملامت کنندہ بی بی زلیخا اگر جبین ہر دار و عالم را ببیدید

بجائے دست ہائے خود دل ہائے خود را می بریدند۔

تبصرہ (۵) صفات ثمانیہ او تعالیٰ چنانچہ دارائے حسن بورہ عداات متقابلہ انہام دارائے حسن می باشند بواسطہ اینکه صفات ثمانیہ در عداات متقابلہ خود پر تو انداختہ و آن عداات ہم از فیض انعکاس آن پر نور مقدس تا اندازہ صاحب حسن اگر دیدہ اند خلاصہ حسن ہائے این جہان مستفاد از حسن عداات متقابلہ صفات ثمانیہ است نہ از حسن خود صفات چون این حسن بعدم امتزاج داشتہ بنا بران گرفتاری این حسن مذموم بورہ محمود نیست و گرفتاری بہ حسن عیال منکوحہ و کنیز ہائے مملکہ بخاطر بقائے نسل است و نہ حسن دنیوی در ذات خود محمود نیست اما حسن آخرت در ذات خود محمود بورہ و اثر شیوہات ذاتیہ است۔ حضرت داود طائی کہ گرفتاری جنت را مانند گرفتاری دنیا میداند و بی بی رابعہ کہ بفکر سوختن جنت گردیدہ این ہر دو بزرگان از روی عدم فرق بین این دو حسن حسن محمود را بحسن مذموم قیاس کردہ اند و حالانکہ حق تعالیٰ بحسن محمود دعوت و میفرماید و اللہ ید عوالی دار السلام و میفرماید حور مقصورات فی الخیام

تبصرہ (۶) بعض صوفیہ دیگر کہ حسن دنیا را مانند حسن جنت پنداشتہ و بآن گرفتار شدہ اند در حقیقت اشتباہ کردہ اند و قباحات حسن دنیا را درک کردہ نتوانستہ اند کہ گفتہ اند بیت

امروز چون جمال تو بے پردہ ظاہر است در حیرتم کہ وعدہ فردا برائے چیست

اگر قبح حسن دنیا دی را میدانستند ہرگز بآن نمی گردیدند و بہ چنین جملات حسن این جہان را نمی ستودند بلکہ تقبیح می نمودند۔ خلاصہ اینکه گرفتاری حضرت یعقوب بحسن حضرت یوسف در حقیقت گرفتاری بہ حسن آن جہان بورہ کہ محمود است نہ گرفتاری بہ حسن این جہان کہ مذموم می باشد۔ حضرت امام میفرماید اثمار و اشجار و انہار جنت در رنگ ردائے روپوش پردگی نہ الخ در این جملہ فوق در مطبوعہ سہو عمل آندہ است و اصل عبارت این چنین می باشد کہ اثمار و اشجار غیر ردائے روپوش پردگی نہ و درین کتاب کلمہ غیر از طبع ماندہ است۔ آنچه میفرماید تلذذ ازان درخت جنت تلذذ بہ صفات او تعالیٰ است الخ ازین فرمایش حضرت امام معلوم می شود کہ اہل جنت در جنت

عروجیات و ترقیات نیرمی نمایند بواسطہ اینکه صرف میوه جات درختان جنت مانند تسبیحات این
 جهان است کہ سبب عروجیات و ترقیات میگردد۔ بنا بران تلذذ آن جہاں سبب ترقیات خواهد بود
 واللہ اعلم۔ آنچه میفرماید چنانچہ در اسماء و صفات خداوندی باعتبار علو و سفلی و جامعیت و عدم
 جامعیت تفاوت موجود است در جنت ہائے مومنان تیر باندازہ آن تفاوت موجود است الخ
 یعنی صفت علم فوق ترین و جامع ترین صفات ثمانیہ است و نیز خود صفات ثمانیہ ہر کدام
 نسبت بہ ظلال و تعلقات خود جامع تر اند پس کہسانیکہ مبرا فیض آہنہا صفت العلم است
 جنت شان نسبت بہ جنت دیگران فوق تر است۔ و نیز کہسانیکہ مبرا فیض شان خود صفات
 ثمانیہ برہ باشد چنانچہ انبیاء عظام بہ نسبت کہسانیکہ مبرا فیوض شان ظلال صفات باشند
 چنانچہ اولیاء کرام فوقیت دارند۔ آنچه میفرماید اگر در ضمن این ظہورات جنت شہود و مشاہدہ
 گویند مستحسن و زیباست الخ یعنی صوفیہ کہ در محاسن دنیاوی شہود و مشاہدہ را گمان برده اند
 اشتباہ کردہ اند زیرا محاسن این جہاں منظر حسن مراتب و جوب شدہ نمی توانند کہ ہیولائے شان
 عدم است اما محاسن آن جہاں منظر آن حسن شدہ می توانند۔ آنچه میفرماید چون صنیق جامعیت
 اجمال الخ یعنی اگرچہ صفت مربی آن شخص جامع سایر صفات است اما صفات دیگر چون بطور
 تفصیل در صفت مربی او موجود نبودہ بلکہ بطور اجمال در آن صفت موجود اند بنا بران آن شخص
 نیز از ادراک ذات مقدس او تعالی عاجز است بہ شہما معلوم است کہ یک صفت او تعالی جامع
 تمام صفات است۔

تبصرہ: این کمینہ میگوید کہ این عدم ادراک در حق کسانی خواهد بود کہ در حیات
 دنیاوی بشرف ادراک او تعالی مشرف نشدہ باشند یا بزرگان کہ در این جہاں بواسطہ فنا
 اتم و بقائے اکمل با ادراک ذات مقدس مشرف شدہ اند شاید ازین معائب و وصمہ مبرا بودہ باشند
 اگرچہ در آیہ کریمہ لا تدركہا الابصار استغراق است، معنائے آن اینست کہ هیچ چشم حق تعالی
 را ادراک کردہ نمیتواند اما علما گفتہ اند کہ از ہر عام بعض افراد آن اخراج و تخصیص می یابند حال مرام

آن این است کہ بعضی چشم ہا ادراک خواہند نمود پس عارفانیکہ در این جہان با دراک او تعالیٰ مشرف شدہ باشند دران جہان نیز از سعادت ادراک بے نصیب نخواہند بود و یا اینکہ اگرچہ چشم ادراک کردہ نمی تواند شاید کہ بصیرت عارف ادراک نماید۔

آنچہ میفرماید این بزرگوار الخ شاید کہ بزرگوار کنایہ از وجود مبارک خود حضرت امام بودہ باشد آنچہ میفرماید چوں این حروف کلام قدیم سبحانی اند الخ یعنی سایر صفات ثمانیہ در این جہان باعتبار ظلال و آثار خود ظہور کردہ اند اما صفت الکلام باصالت و ذات خود در این جہان ظہور فرمودہ است۔ آنچہ قبل از خاتمہ حسنہ بہ لسان عربی فرمودہ اند و قلیل ما ہم الخ ازین فرمایش ایشان معلوم میشود کہ رویت قلبی و مقام حق الیقین در حق کبار اولیاء کرام متحقق است چنانچہ خود حضرت امام و بعضی کبار از اولیاء کرام۔

تذکرہ: حضرت امام در بارہ ثبوت رویت قلبی اولیاء کرام درین جہان در مکاتیب ۶۵-۶۸-۷۵ حصہ ششم دفرسوم بصورت واضح و مدلل بیان فرمودہ اند از انجا حاصل مطلب گردد۔ آنچہ در صفحہ ۷۳ و ۷۴ ہمیں مکتوب شریف میفرماید کہ از نفس خود کہ دخان گشتہ است استدلال بوجود آتش می نماید الخ یعنی چوں عارف دارائے تجلیات و جوب گشتہ و عدم کہ وجود شیری عارف بودہ ازین رفتہ و عارف بمنزلہ دخان گشتہ است نسبت بہ آتش زیرا کہ دخان اثر آتش بودہ و وجود مویہی عارف نیز اثر عالم و جوب است چون درین آتش و دخان کرام حجابی موجود نیست پس درین این عارف و حق تعالیٰ نیز حجابی باقی نخواہد ماند آتش کنایہ از مرتبہ ذات مقدس می باشد۔ آنچہ میفرماید چون معاملہ از تقلید گذشتہ الخ یعنی تقلید در حین نارسائی است و بعد از کمال رسائی تقلید بزرگانیکہ در مرتبہ ولایت صغری بودہ و ولایت کبری و علیا نرسیدہ باشد لازم نمی باشد و بعضی آنہا شطر سوم علم الیقین و سیر اقربیت را کہ سیر صفات او تعالیٰ است طی نکرده عین الیقین و حق الیقین را در سیر نفسی گمان کردہ اند بنا بران تقلید این نوع بزرگان کہ هنوز از مرتبہ علم الیقین نگذشتہ اند مناسب اولیاء بزرگ نمی باشد۔

آچہ میفرماید ضعیف البصر را در وقت شغشغان نور آفتاب شہود و حضور آفتاب کاین است و رویت و احساس آن متحقق نہ الخ یعنی رویت داراے دو شرط است یکے رفع حجاب است و دیگر رفع موانع و موانع عبارت از ضعف بصر و بصیرت است و در حق کسانیکہ داراے بصیرت ضعیف اند اگرچہ حجاب موجود نیست اما موانع کہ ضعف بصیرت است موجود است و کسانیکہ داراے بصیرت قوی اند آہنہا با دراک او تعالیٰ مشرف خواہند شد چنانچہ حضرت امام در مکتوبی میفرماید وقتیکہ عارف بہ بیچونی برسد و بیچون شود با دراک و درک ادراک او تعالیٰ مشرف شدہ میتواند شہامید یابد کہ ادراک و درک ادراک بدون رویت قلبی ممکن نیست۔

آچہ میفرماید علم حضوری شان کہ بالنفس پورہ علم حصولی گشتہ الخ یعنی عارفانیکہ از سیر نفسی گذشتہ و بہ سیر اقربیت مشرف شدہ اند النفس شان در رنگ آفاق گشتہ و علم حضوری کہ بالنفس داشتہ اند علم حصولی گردیدہ و علم آہنہا بمراتب و جوب علم حضوری گشتہ است۔

خاتمہ حسنہ:

تبصرہ: حضرت امام حسن سر دارد و عالم را ملاحت و حسن حضرت یوسفؑ را صباحت گفتہ اند صباحت در ادراک می گنجد اما ملاحت در ادراک نمی گنجد حضرت امام میفرماید صباحت سبب محبت حضرت یعقوبؑ پورہ نسبت بہ حضرت یوسفؑ۔ و ملاحت سبب محبت خالق زمین و آسمان است و میفرماید کہ امکان سر دارد و عالم از جنس امکان سایر ممکنات نبودہ بلکہ از جنس امکان صفات اصافیہ است کہ بہ نسبت امکان ممکنات دیگر فوق تر است۔ و نیز میفرماید کہ بد نظر و کشف صریح معلوم گردیدہ کہ وجود و خلقت مبارک سر دارد و عالم از خلقت دائرہ ممکنات بالاتر است الخ یعنی بنا بران آنحضرتؐ داراے سایہ نبودہ اند۔ پوشیدہ نماںد کہ محدثین کرام عدم سایہ آنحضرتؐ را روایت نہ کردہ اند و از فرمایش صوفیہ کرام نبودن سایہ آنحضرتؐ معلوم می شود۔ سبب این اختلاف آن است کہ سر دارد و عالم داراے دو حقیقت اند یکے حقیقت محمدی و دیگرے حقیقت احمدی است حقیقت محمدی عبارت از حقیقت جسدی آنحضرتؐ و حقیقت احمدی عبارت

از حقیقت روحی آنحضرتؐ است۔ و آنحضرتؐ در وقت دعوت و ارشاد بہ حقیقت محمدی متبلس می بودند بنا بران محدثین کرام کہ راویان وقت دعوت آنحضرتؐ اند آنحضرتؐ را دارائے سایہ میدانند و از عدم سایہ شان روایت نکرده اند و صوفیہ کرام وقت خلوت و حقیقت احمدی سر دار دو عالم را روایت کرده و آنحضرتؐ را دارائے سایہ نمی دانند، و ہر دو طائفہ راست گفته اند زیرا کہ صوفیہ کرام وقت خلوت و حقیقت احمدی را روایت می کنند و محدثین کرام وقت ارشاد و حقیقت محمدی را روایت می کنند۔ آنچه میفرمایید کہ صفت العلم از صفات حقیقیہ است کہ در خارج موجود است و علم اجمالی کہ یک قسمی از اقسام صفت العلم بوده از صفات اضافیہ است در مرتبہ نفس الامر است الخ تبصرہ: موجودات دارائے سہ درجہ اند:

- ۱۔ موجودات خارجی چنانچہ ذات مقدس و صفات ثمانیہ او تعالیٰ۔
- ۲۔ موجودات نفس الامر چنانچہ صفات اضافیہ و حروف قرآن کریم و وجود حضرات انبیاء عظام و باطن اولیاء کرام و وجود عرش و کرسی و ملائک و بہشت و لوح و قلم۔
- ۳۔ موجودات وہمی چنانچہ ممکنات دیگر کہ در مرتبہ وہم متقن موجود بوده و دارائے وجود خارجی و نفس الامر نمی باشند۔

آنچه میفرمایید کہ علم اجمالی بہ سبب اصلا بپیران و ارحام مادران بصورت انسانی کہ احسن تقویم است ظہور فرمودہ و با اسم احمد و محمد نامیدہ شدہ است و نیز میفرمایید نیک استماع باید نمود۔ کہ این قید اجمال ہر چند علم مطلق را مفید ساختہ است الخ یعنی مراد حضرت امام درین فرمایش آن است کہ وجود مبارک سر دار دو عالم مستفاد از خود صفت العلم او تعالیٰ است۔

سوال: صفت العلم از جملہ صفات قدیمہ بودہ و از مراتب وجوب است و سر دار دو عالم از جملہ ممکنات و حادث است پس وجود سر دار دو عالم علم اجمالی شدہ نمی تواند؟

جواب: مراد حضرت امام درین جا از صفت العلم ظہور و تجلی صفت العلم است خود صفت العلم کہ قدیم و از مراتب وجوب است۔

تبصرہ: این صفت علم مبارک در ابدان پدران و ارحام مادران بودیعت تہادہ شدہ۔
تا اینکہ از بدن بی بی آمنہ شرف نزول فرمودہ این جہان را بوجہ مسعود خود منور گردانید و رحمت عالم
و عالمیان شرف ظهور فرمود۔ حضرت شاہ فضل اللہ مجیدی میفرماید بیت

تو بدین قامت موزوں چو خرامی بجان نخل تو بہ بتواضع سر تہرت برپا

منقول است کہ یک زن عقیقہ تور مبارک سردار دو عالم را در پیشانی حضرت عبداللہ مشاہد
بینمود و از نزد او ہمیشہ خواہش ازدواج می نمود اما وقتی کہ حضرت عبداللہ با بی بی آمنہ صحبت نمود
و نور آنحضرت از بدن انتقال فرمود بعد از آن آن زن عقیقہ آن نور را در پیشانی حضرت عبداللہ ندید
از ازدواج صرف نظر کرد۔

خلاصہ اینکہ خلقت سردار دو عالم از صفت علم او تعالیٰ بودہ است و میفرماید کہ صفت
علم بذات مقدس او تعالیٰ داراے یک نوع قرب بودہ کہ سایر صفات داراے این قرب نمی
باشند زیرا کہ علم حضوری عین عالم و عین معلوم شدہ میتواند با قدرت و ارادت عین قادر و عین
مرید شدہ تمی تواند پس ازین جا قرب احمد را با احد قیاس باید کرد حضرت بیدل میفرماید بیت
در غیب احداست و در شہادت احمد این است رموز خواجہ ہر دوسرا

تبصرہ: علامہ سیوطی در کتاب "برور سافره" روایت میکند کہ سردار دو عالم فرمودہ
و بیان از غیب نمودہ "انا و ابوبکر و عمر من طینتہ واحدۃ و فیہا تدفن" یعنی من و ابوبکر
و عمر از یک طینت پیدا شدہ ایم و دران خاک دفن میشویم و این پیشگوئی شان بہ ثبوت پیوستہ
کہ حضرات شیخین با آنحضرت یکجا مدفون گردیدہ اند و ازین حدیث شریف معلوم گردید کہ خلقت
حضرات شیخین نیز از صفت علم او تعالیٰ بودہ است ازین جا است کہ صدیق بہ افتخار خلعت
مشرف و فاروق اعظم افتخار ترجمانی را کمائی کردہ و سردار دو عالم در بارہ او فرمودہ
الحق ینطق علی لسان عمر یعنی خداوند بر زبان عمر حرف می زند۔

مقصد اصلی در این جا بیان کمال حسن سردار دو عالم است حضرت امام میفرماید کہ

اگرچہ در این جهان دو ثلث حسن بحضرت یوسفؑ مسلم بوده و یک ثلث آن بہ تمام عالم تقسیم گردید
 اما دران جهان حسن حسن محمدی است و جمال جمال محمدی یعنی حسن محمدی ملاحظت است کہ
 در ادراکات این جهان نمی گنجد و ادراکات اخروی دارای لیاقت و کمال دیگر است کہ با دراک
 این جهان قابل مقایسہ نیست و میفرماید چون حسن سردار دو عالم حسن ذات است زیرا کہ علم
 عین عالم است بنا بران ظرف محبت او تعالی واقع گردیدہ کہ جمیل مطلق است و حسن حضرت
 یوسفؑ چون صباحت بوده بنا بران ظرف محبت حضرت یعقوب واقع گردیدہ است انہ خلاصہ
 اینکه در بین این دو حسن تفاوت زیادی موجود است بیت

شادی قافلہ مصر بگردش نرسد ہر کہ را چون تو عزیزی ز سفر باز آید
 یک نفر افغان محبت سردار دو عالم را اظہار نمودہ می گوید۔

ستاد ابرو حسن ذاتی دی چہ پہ جلال فی فنا شوی وی قلبو

ستاد ابرو حسن قدم دی چہ پہ جمال فی بقا شوی قلبو

حضرت امام میفرماید اگرچہ صوفیہ تمام افراد عالم را ظہور اسما و صفات او تعالی میدانند اما مراد
 آنها خود صفات نبودہ بلکہ مرادشان صور علمی صفات است زیرا کہ آنها بوجود خارجی صفات
 قابل نیستند و مراد حضرت امام خود صفت العلم بوده کہ دارای وجود خارجی است پس در نزد
 وجودیہ عالم ظہور صور علمیہ صفات است نہ ظہور خود صفات و در بین خود صفات و ظہور علمی آنها
 تفاوت زیاد موجود است نمی بینی کہ صور علمی آتش اشراق و احراق و اضافت ندارد پس مفهوم
 یک شی عین آن شی شدہ نمی تواند و میفرماید اگرچہ ارباب معقول کہ حصول اشیا را با نفسها
 گفتند این بیان مرا قبول نخواہند کرد اما کشف صریح ما کذب عنیت شی و صورت شی است
 از بیان فوق معلوم شد کہ خلقت ابتدائی آن سرور در مرتبہ نفس الامر است و خلقت ممکنات
 دیگر در مرتبہ و ہم تنقن است اگرچہ بعض کمال از اولیای کرام بواسطہ فنا و تم و بقا کمال بمرتبہ
 نفس الامر میرسد اما چون خلقت ابتدائی آنها در مرتبہ نفس الامر نمی باشد بنا بران معصوم

دانستہ نمی شوند و باقی حضرات انبیاء عظام اگر چه صفت العلم مخلوق نشده اند اما خلقت شان در مرتبہ نفس الامر است. پوشیدہ نماند کہ خلقت حضرت نور و ابراریم نیز بہ صفت علم مربوط است اما مانند خلقت سردار دو عالم نبودہ بلکہ بہ نسبت آن خلقت ظلیت داشتہ پس وجود سردار دو عالم ظهور خود صفت خداوندی است و میفرماید کہ هیچکس غیر از سردار دو عالم ظهور نفس صفت خداوندی نیست الا قرآن کریم کہ آن کتاب مقدس نیز ظهور نفس صفت الکلام است اینقدر فرق موجود است کہ ظهور قرآن کریم ظهور صفت حقیقی و ظهور آنحضرت ظهور صفت اضافی است بنا بران قرآن کریم قدیم و غیر مخلوق است و آنحضرت مخلوق و حادث است۔

تبصرہ: این فرمایش حضرت امام بنابر کشف صریح بودہ و فرمودہ علامہ قاضی عضد کہ قرآن را قدیم میدانند و بید کشف صریح حضرت امام است۔ شامی دانید کہ در مخلوقیت و غیر مخلوقیت قرآن کریم اختلاف علمائے کرام موجود است۔ آنچه میفرماید معاملہ کعبہ ربانی ازین دو ظهور اسمی ہم عجیب تر است الخ یعنی ظهور حقیقت محمدی و ظهور قرآن کریم ظهور اسم و صفت بودہ و ظهور کعبہ ظهور تنزیہ صرف حق تعالی است و میفرماید کہ این ہم از عجائب است کہ ظهور است و صورت نیست الخ یعنی اگر چه ظهور خواہان صورت است اما این از عجائب بودہ کہ ظهور است و صورت نیست دیدہ شود۔

تبصرہ: اگر چه حقیقت کعبہ فوق حقیقت محمدی بودہ اما فضیلت برائے سردار دو عالم است زیرا اگر چه در کعبہ ظهور تنزیہ صرف است اما کعبہ از مرتبہ ظهور تنزیہ صرف بالاتر عروج ندارد و عروجات محمدی از ظهور تنزیہ صرف بالاتر است و معلوم است کہ ظهور تنزیہ از مرتبہ ذات مقدس پایین تر است۔ نمی بینی کہ عکس زید کہ در آئینہ نمایان است عین زید نبودہ بلکہ تمثال زید است اما عروجات سردار دو عالم بطرف ذات مقدس غیر تنہا ہی است و کعبہ معظمہ از ان عروجات حصہ نداشته و زینہ اول مرعوجات سردار دو عالم را حقیقت کعبہ است چنانچہ حضرت امام در مکتوبی و حضرت عروۃ الوثقی نیز در دفتر اول مکتوبات قدسی آیات خود بیان تصریح فرمودہ

و حقیقت کعبہ رازنیہ اول عروجات سردار دوعالم دانستہ و آنچه حضرت امام در مکتوب آخر این دفتر حقیقت کعبہ را ذات خداوند گفته اند حضرت عروۃ الوثقی کہ شاگرد خاص و خلیفہ اکمل حضرت امام است میفرماید کہ مراد حضرت امام ذات بخت او تعالی نبوده بلکہ مراد شان صفت مسجودیت است و مسجودیت عین ذات مقدس نیست بلکہ وصف مسجودیت از جمله صفات و شئون ذاتیہ است کہ غیر ذات است۔ پوشیدہ نما ند کہ حقیقت کعبہ فوق حقیقت محمدی بوده نہ فوق حقیقت احمدی و حقیقت احمدی یک سری ذات مقدس او تعالی است کہ در مرکز جمال ذاتی بہادہ شدہ است چنانچہ تفصیل بیشتر این موضوع در مکتوب ۹۴ دفتر مقدس تحریر یافتہ است از اینجا حاصل مطلب گردد۔ تبصرہ: یک امر مسلم و ثابت است کہ تخلیق تمام عالم ممکنات بواسطہ آنحضرت است و کعبہ نیز از جمله مخلوقات و ممکنات است از اینجا افضلیت آنحضرت را باید دریافت۔

آنچه میفرماید بشنو بشنوا یعنی این دولت خاصہ سردار دوعالم است کہ از صفت العلم او تعالی مخلوق گردیدہ اند اما چون در خوان کرم کریمان پس خورده ہامی مانند بنابران آن بقیہ کہ از خلقت مبارک آن فخر اولین و آخرین ماندہ بود آنرا بقدری از دولت مند دان امت او اولوش و سپورہ گو یا عطا فرمودہ اند الخ یعنی آن فرد دولت مند کتایہ از وجود مسعود خود حضرت امام است قبل من قبل بلا علت۔ مصرع

با کریمان کار ہا دشوار نیست

ازین فرمایش حضرت امام معلوم است کہ خلقت حضرت امام نیز از صفت علم او تعالی است کہ بصدقہ سردار دوعالم بایشان رسیدہ است۔ سبحان اللہ سبحان اللہ فردیکہ وجود او از علم بودہ باشد معلومات او چه خواهد بود و دیگران بعلم و موارد او چگونه پے خواهند برد۔ مصرع

خاص کند بندہ مصلحت عام را

بیت

با خدا دادگان ستیزہ کن کہ خدا دادہ را خدا دادہ است

بیت

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

حضرت امام در مکتوبی میفرماید کہ غایت او تعالی معلول بہ هیچ علت نبودہ صرف کرم ناستنای

او تعالیٰ است سبب و علت نمی خواہد الخ۔ ناگفته نماند حدیث شریفی کہ درباره خلقت خلیفہ اول و خلیفہ ثانی قبل از گذشت نیز مثبت آن است کہ خلقت حضرت امام از علم او تعالیٰ می باشد زیرا کہ حضرت امام نیز از سلسلہ حضرت فاروق اعظم است۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی کہ خواجہ زادہ و عالم و بزرگ و ادیب محترم است در مدح حضرت امام میفرماید۔ بیت

ہمین فرزند فاروق است چون اب کون نطق از زبان او کند رب پوشیدہ نہ نماند کہ خلقت درخت خرماتیر از لقیہ طینت حضرت آدم است و خلقت حضرت امیر از لقیہ خلقت حضرت عیسیٰ میباشد چنانچہ حضرت قاضی ثنائی پانی پتی عثمانی آن حدیث شریف را در کتاب ارشاد طالبین روایت کردہ است، اے عزیز مقبولیت حضرت امام جائے تعجب نیست نمی بینی کہ روئے زمین را بہ ارشاد خود منور ساختہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح میفرماید کہ حضرت شیخ ارباص این دورہ الف ثانی می باشد و میفرماید کہ دوست ندارد او را مگر مومن تقی و کینہ نمی ورزد ہمراہ او مگر منافق شقی و میفرماید کہ محبت حضرت شیخ محبت دوراد و او را محبت مومن کائنات است۔

تبصرہ: سوال و جوابے را کہ حضرت امام از مقولہ ہائے شیخ اکبر بیان فرمودہ اند حاصل آن این است کہ بنزد حضرت شیخ خلقت سر دارد و عالم از صورت علمی صفت علم است نہ از خود صفت علم زیرا کہ بہ نزد او صفات ثنائیہ وجود خارجی ندارند و خلقت عالم از صورت علمی صفا است نہ از خود صفات۔

تذکرہ: آنچه حضرت امام بطرز سوال از طرف شیخ اکبر بیان نمودہ اند کہ علم حق سبحانہ علم حضوری بودہ نہ حصولی و در علم حضوری صورت نمیشد بلکہ خود معلوم می باشد پس مراد حضرت شیخ نیز خود صفت علم خواہد بود نہ صورت علمی صفت علم۔ حضرت امام جواب میدہد کہ شیخ اکبر کہ تعین اول را کہ حقیقت محمدی میگویی آنرا تعین گفتہ و زائد بر ذات دانستہ و عین ذات میدانند و وجود خارجی صفت العلم ہم قابل نیست بلکہ ظهور صوت علمی صفت العلم را تعین اول میدانند پس آن مرتبہ

مرتبہ ذات مقدس نبودہ کہ علم آن مرتبہ علم حضوری بوده باشد و نیز شیخ تعین علم را کہ حقیقت محمدی میدانند بہ نزد او تعین اول عبارت از ظهور صورت و مفهوم صفت العلم است نہ خود صفت العلم۔ پس مراد شیخ اکبر خود صفت نمی باشد۔ آنچه میفرماید ازین بیان لازم آید انہ یعنی در علم حضوری کہ نفس معلوم حاضر است صورت معلوم نیز حاضر است زیرا کہ معلومیت نیز از اعتبارات و صفات معلوم است پس در علم حضوری چنانچہ خود معلوم حاضر است صورت او کہ معلومیت است نیز حاضر است۔ آنچه میفرماید کسانی کہ عروج شان بذات مقدس نرسیدہ باشد از ادراک این دقیقہ عاری بپاشند انہ یعنی از فرمایش حضرت امام معلوم میشود کہ سایر مردم از دریافت این دقیقہ معذور اند و حضرت امام ادراک این موضوع را از ادراک اکثر دیگران بلند دانستہ اند پس دیگران بفکر آن نباید بود کہ در علم حضوری صورت معلوم چگونه حاضر شدہ می تواند۔ آنچه میفرماید سبحان اللہ من حقیر دربانہ پس افتادہ را چہ یار کہ بعد از ہزار سال از بعثت خانم الرسل سخن از معارف اسرار اکابر انبیاء اولوالعزم بر زبان آمدم و در دامن معاد در آمدہ دقایق کمالات مبداء را بیان نمایم۔ ابیات :-

ولی چون شہ مرا برداشت از خاک سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

من آن خاکم کہ ابر تو بہاری کند از لطف بر من قطرہ باری

اگر بر روی از تن صد تر بانم چو سبزہ شکر لطفش کے توانم انہ

حضرت امام در این فرمایش خود از شکرانہ نعمت و باب حقیقی یاد آور شدہ فرمودہ اند کہ ما ہمہ بہ شکرانہ نعمتہای خداوندی ماموریم، چنانچہ حق تعالی میفرماید و اما بنعمت ربک فحدث یعنی نعمت پروردگار خود را اظہار و بیان نما۔

منقول است کہ بعد از تحریر این مکتوب شریف ارادتمندان حضرت امام بحضور شان عرض

کردند کہ معارف این مکتوب شریف از افہام علماء و فقہاء وقت بلندتر است و بعض نکات معلق

آنرا بشریعت مقدس تطبیق دادہ نمیتوانند بابران ازین ناحیہ از طرف آنہا علیہ شما کلام سرو

صداء بلند نکرد و کلام دسیسہ را سربراہ سازند کہ سبب تکلیف شما نگردد۔ بعد از عرض ارادتمندان

حضرت امام سرجمیب تفکر فرورده و بدر بار او تعالیٰ التجاے بندگی نموده و باز سر مبارک خود را
بلند کرده و بدر بار او تعالیٰ معروض داشتند بیت

یارب آن غنچه خندان کہ سپری پیش می سپارم بتواز کید حصور جمیش
بعد از ادای معروضه فوق فرمودند کہ این مکتوب را بہ شیخ نورالحق بفرستید و شیخ نورالحق پس
فضیلت مآب حضرت شیخ عبدالحق دہلوی است منقول است کہ شیخ نورالحق کہ از مخلصین
حضرت عروۃ الوثقی بود بہ ملاقات حضرت عروۃ الوثقی مشرف و حضرت شان با و فرمودند کہ
کلاہنہاے شما از بزرگان ما انکار داشتند شما برائے انکار تشریف آوردید و یا برائے اقرار در جواب
معروض داشت کہ برائے عذر انکار و فضیلت مآب شیخ عبدالحق دہلوی از اعتراض تادم و در مکتوبات
خود بحضور حضرت امام یک عریضہ مودبانہ نوشتہ چنانچہ کہ مریدان بمرشدان خود عریضہ می نویسند
آن عریضہ در مکتوبات شیخ عبدالحق موجود است اما مکتوبات شیخ کیا ب می باشد بندہ بہ تزد
یک عالم قدر ہاری آنرا دیدہ بود۔ مکتوب ۱۰۱ حاجت بہ تشریح نیست۔

مکتوب یک صد دوم

تبصرہ: حضرت امام بہ میر محمد نعمان نصیحت و میفرمایند کہ با مریدان بسیار انبساط
نکنند تا ہیبت مشیخت از بین ترود و خود او بقیام اللیل پابند باشند و آنچه میفرماید کہ از نصف
تا ثلث است الخ ازین فرمودہ شان کمال علم و کمال تقویٰ حضرت امام روشن میگردد تفصیل
مقام قرار ذیل است:-

در بارہ بیداری ثلث آخر شب احادیث شریفہ بسیار وارد است و نیز در حدیث شریف
صیام و قیام حضرت داؤد علیہ السلام ستودہ شدہ است و حضرت داؤد در نصف شب قیام نمودہ
و تا سدس آخر شب بیداری بودند حضرت امام کہ بکمال علم متصف است مضامین ہر دو احادیث شریفہ
عمل کردہ است یعنی قیام حضرت داؤد و ہم بیداری ثلث آخر شب را مراعات فرمودہ اند تصویر ثلث آخر

قرار ذیل است: وقتیکہ شب دارے نہ ساعت پورہ باشد ثلث آخر شب سہ ساعت میشود و سدس آن یک نیم ساعت میشود حضرت داؤد نصف شب قیام نموده و ناسدس آخر شب بیدار می بودند و تمام بیداری حضرت داؤد ثلث شب را احتوا می نمود و حضرت امام کہ بہ ہر دو حدیث عمل می کند میفرماید کہ از نصف ناسدس است۔

مکتوب یکصد و سوم

حضرت امام بہ شیخ امیر اجمیری میفرماید کہ اگرچہ مریدان شمار حالات التذاذ و حلاوت می باشند مغرور کمال خود نشوند زیرا کہ در طریقہ عالیہ نقشبندیہ جذبہ بدایت سبب التذاذ پورہ و این التذاذ حالت ابتدائی این طریقہ عالیہ است و در رنگ آن است کہ طفلان را بہ سن الف و با آموختہ سازند کار آن است کہ بفنا و بقا مشرف شوند کہ ولایت قرب او تعالیٰ مربوط بہ فنا و بقا است و نیز میفرماید بعد از استخارہ ہا و توجہات بہر کہ تعلیم طریقت گویند مناسب است الخ یعنی شما تا ہنوز خلیفہ مطلق نشدہ اید و نفس شما ہنوز تزکیہ نیافتہ است پس بدون استخارہ مرید نگیرید مباد امداخلہ نفس رخ نہد اما خلیفہ مطلق کہ نفس او تزکیہ شدہ باشد بدون استخارہ ہم مرید گرفتہ می تواند زیرا کہ عمل او خالص برائے خدا گردیدہ است و امارگی نفس از بین رفتہ۔ انچہ میفرماید آن عدد کہ شما گفتہ بودم اگر تمام کردہ اید و چیزان را بہ کار دارید الخ تبصرہ: مشائخ کرام برائے خلفائے مقید کہ ہنوز خلیفہ مطلق نشدہ باشند استخارہ و مرید گرفتن محروم و در معین را اجازہ میدہند اما خلیفہ مطلق در گرفتن مرید اجازہ مطلق دارند و بہر اندازہ کہ خواستہ باشند مرید گرفتہ میتوانند زیرا کہ نفس او تزکیہ و عمل او خالص لوجہ اللہ گردیدہ۔

مکتوب یکصد و چہارم

حضرت امام در این مکتوب شریف بفرزندان خود یعنی حضرت عروۃ الوثقی را بہ منصب قیومیت و

حضرت خواجہ محمد سعید را بمقام خلت فرزدہ میدہند و بآنها توصیہ میفرمایند کہ شکر این نعمت را بجا بیاورند آنچه میفرماید آن مشکل کہ داشتم و در عالم مثال دیدہ شدہ بود در این ایام حل شد انھ یعنی قرار بعض معلوبات آن مشکل عبارت از دو چیز بودہ است۔ اول آنکہ حضرت امام از ہمراہی عسکر و بہ مصاحبت سلطان وقت بہ تکلیف می بودند بعد از آن حضرت خواجہ معین الدین حمیری بحضرت امام تسلی دادہ فرمود کہ مفاد و اجر شمار مصاحبت و ہمراہی سلطان است از آن متاثر نباشد۔ دوم اینکہ حضرت امام در عالم مثال قرب انتقال خود را معائنہ و این موضوع را بخواجه محمد معصوم بیان کردہ بودند در ثانی برای شان معلوم گردید کہ هنوز وقت انتقال نرسیدہ است حضرت عروۃ الوثقی در مکتوبی از مکتوبات خود میفرماید وقتیکہ حضرت امام بشارت قیومیت را بہ بندہ فرزدہ دادہ و قرب انتقال خود را بیان و فرمودند کہ اشیاء و عالم ممکنات بہ قیومیت تو راضی ترند فقیر باشیدن بشارت بزرگ چشم پر آب گشتم و سبب زیادت ضایت ممکنات را از ایشان نہ پرسیدم بعد از مرور زمانی فهمیدند کہ هنوز در انتقال ایشان کوتہ ہلندی ہست۔

سوال: در آیات کریمہ ست کہ هیچ کس نمیداند کہ بکدام زمین وہ کجای میبرد

پس این فهمیدن حضرت امام خلاف آیہ کریمہ است؟

جواب: در آیہ کریمہ عدم تعیین جائے وفات مذکور است نہ عدم تعیین وقت و نیز

از بسی بزرگان منقول است کہ وقت وفات خود را بیان کردہ اند حضرت عروۃ الوثقی می فرماید از سبب بسیار تاثر سر آن را نہ پرسیدم کہ ممکنات بہ قیومیت من چہ را راضی تر بودہ باشند۔ نصراشد میگوید شاید کہ سبب رضایت ممکنات ارادہ حق سبحانہ بودہ باشد چون ارادہ بہ قیومیت عروۃ الوثقی است ناچار سبب رضایت ممکنات است۔

مکتوب یکصد و پنجم

تبصرہ: حضرت امام حالات بلند شیخ حسن برکی را توصیف و با و توصیہ میکند کہ

باجیائے سنت کو شان بوردہ باشند۔ آنچه میفرمایید که در علوم موافقت باین فقیر بسیار است و در کشف مطابقت افتاده است و نظریات تیک بلند رفته است الخ ازین قریا شات حضرت امام معلوم میشود که شیخ حسن برکی دارائے معارف بلند بوده است۔ مزار مبارک شیخ حسن در قریہ ده شیخ برکی لوگرد کابل می باشد۔

مکتوب یکصد و ششم

تبصرہ: در این مکتوب شریف حضرت امام اظہار شکرانہ اجازہ سردار دوعالم را بیان نموده و خیرات ہا کردہ اند یعنی آنحضرت بحضرت امام بشارت دادہ اند کہ حضرت امام در مقام شفاعت نصیبی دارد بنا بران حضرت امام بفرزندان شان می نویسند کہ بخاطر شما یاں مانده باشد کہ در این باب پیشتر ہم سخن مذکور می کردیم کہ این نسبت علیا عجب است کہ باندازہ خود ظهور نمیکند بخاطر میگذشت کہ شاید ظهور آن ذخیرہ برائے آخرت بوردہ باشد و نعم البدل میسر آید ازین واقعہ تشفی آن ترددات حاصل گشت قرب قیامت است و وقت تراکم ظلمات الخ۔

تذکرہ: حضرت امام بفرزندان شان مذاکرہ خصوصی کردہ بود قریبیکہ حق سبحانہ باین فقیر عنایت فرمودہ در اکثر اولیا و جود ندارد اما عجب است کہ این قرب ظهور و شہرت ندارد شاید کہ نتیجہ آن در آخرت معلوم گردد۔ زیرا کہ قرب قیامت است اگر این ولایت معلوم می شود ہدایت عام ترمی گردد اما قرب قیامت است۔

از بشارت سردار دوعالم معلوم گردید کہ بحضرت امام عوض عدم شہرت قرب شان در دنیا حصہ در آخرت بمقام شفاعت عنایت میگردد ازین جاست کہ حضرت امام فرمودہ کہ حق سبحانہ باین فقیر فرمود کہ کسی کہ ترا بمن تابقیام قیامت بواسطہ یا بدون واسطہ وسیلہ میگردد اندا ورامی بخشم و نیز حضرت امام میفرمایید کہ من مخلصین خود را تابقیام قیامت می شناسم و نام آنها و نام پدران آنها را می دانم۔ آنچه میفرمایید در این ایام معارف غریبہ و علوم عجیبہ

رومی دہر گویا آن ورق مقرر قوم گشته است و معاملہ بزرگ دیگر ظاہر شدہ فرزندان دور و معاملہ
عمر نزدیک تاچہ شود الخیر فی ما صنعہ اللہ تعالیٰ میگوئیم و صبری نمایم الخ یعنی مقرر قوم صوفیہ عبارت
از معارف توحید و جود بود عدم صحت و ناتمامی آن معرفت ظاہر گردیدہ است چون حضرت امام بہت
پادشاہ در اجمیر و فرزندان شان در سرسندی بودند بنا بران اندوڑی آہنارنج بردہ باین اندیشہ بودند کہ
فرزندان شان بواسطہ فراق و دوری از صحبت حضرت امام از معارف بلندی کہ در صحبت حضرت امام
بیسر است محروم نمایند، اما الحمد للہ کہ فرزندان مبارک بہ مقامات عالیہ مشرف شدہ اند۔

مکتوب یکصد و ہفتم

آنچہ میفرماید، گاہ است کہ سبب فتور قبض بود و گاہ بود کہ دورتی طاری میگردد بواسطہ
ارتکاب زلات الخ یعنی قبض داراے دو عوامل میباشد، یکتور قبض کہ بہ سالک رخ میدہد
این قبض جز سلوک بودہ مذموم نمی باشد زیرا کہ سالک گاہے منظر جلال و گاہے منظر جمال میگردد
و در وقت انعکاس صفات جلال البتہ قبض طاری میگردد، و وجہ دوم ارتکاب زلات است
و این نوع قبض مذموم است۔ ازینکہ تعین انواع قبض دشوار است بنا بران لازم است کہ
سالک ہمیشہ تائب و مستغفر بودہ باشد۔

مکتوب یکصد و ہشتم

حضرت امام میفرماید چون شخصے را سیر فوق مقام رضا بیسہ گردد الخ مقام رضا رسیدن بہ تجلیات
ذاتیہ و مقام اطمینان نفس است و فوق آن مرتبہ وصول بہ ذات بخت او تعالیٰ است و در وصول
بآن مرتبہ مقدسہ تیر تفاوت ہا موجود است یعنی اگر چہ محبوب و خلیل و کلیم وصول آن مرتبہ مقدسہ
مشرف اند اما تفاوت مراتب موجود است و این مراتب محبوبیت و خلقت محبت از مرتبہ مقام
رسالت ہم بلندتر است در مقام رضا صفات و شیونات یک اندازہ شرکت داشتہ و مقامے کہ

فوق مقام رضا است خاص بذات مقدس متعلق است۔

مکتوب یکصد و نہم

حضرت امام میفرماید مرتبہ و ہم عبارت از مرتبہ است کہ در آنجا نمودن بود بود چنانچہ صورت زید کہ در آئینہ متوہم شود آنجا نمودے بود است الخ و نیز میفرماید کہ این مرتبہ و ہم و راے مرتبہ علم و مرتبہ خارج است الخ یعنی وجود این مرتبہ صرف علمی نہ بودہ و خارجی ہم نیست یعنی مرتبہ و ہم متفن بودہ و در ظل خارج است و در خارج و حرت است و در ظل خارج کہ مرتبہ و ہم متفن است کثرت۔ آنچه میفرماید چون وجود سالک در مرتبہ توہم و تخیل است الخ یعنی وجود او تخیلی بودہ پس فناے تخیلی کافی است ازین جاست کہ گفتہ اند "اے برادر تو ہمین اندیشہ" یعنی برائے وجود تخیلی فناے تخیلی کافی است و حاجت بہ فناے وجودی ندارد اگر سالک وجود خارجی میداشت فناے خارجی ضرورت میداشت خلاصہ اینکہ برائے وجود تخیلی فناے تخیلی کافی است۔

حضرت عروۃ الوثقی در مکتوبی میفرماید کہ تجلیات عالم و حجب در عالم و حجب بودہ بعد از امتزاج نیافتہ است و عدم در کتم عدم خود است اما شہکاری با قدرت او تعالی چنان نشاندارہ است کہ تجلیات مراتب و حجب بعد از امتزاج پیدا کردہ این نشان دادن سبب ایجاد و پیدایش ممکنات گردیدہ است و در حقیقت نہ چنان است و تخیلی امتزاج ندارد۔ ازینجا است کہ فرمودہ اند۔

ممکن ز رنگناے عدم ناکشیدہ رخت واجب ز بارگاہ قدم ناہارہ گام

در حیرتم کہ این ہمہ نقش عجیب چیست در لوح ظاہر آردہ مشہود خاص عام

یعنی شہکاری ہماے قدرت است کہ عالم ممکنات را موجود نشان دادہ است۔

سوال: در صورتیکہ عالم وجود نداشته باشد پس شریعت مقدس برائے چہ و برائے کہ نزول یافته است؟

جواب: عالم در مرتبہ نمود بدون بود ثابت بودہ و موصوم متفن است و دران مرتبہ

محکوم او امر شرعیہ میاں شد برائے محکومیت وجود خارجی لازم نیست شنیدہ باشد کہ این عالم را عالم مجاز گویند۔ آنچه میفرمایند مدار سلوک این راہ بر تو ہم است یعنی خیال است کہ سالک را صاحب کشف میگرداند۔ پوشیدہ نماند کہ خیال یک جزئی از اجزائے عالم مثال بودہ کہ وسیع ترین عوالم دیگر است۔ تذکرہ: خیال و کشف اگرچہ مستلزم زیادت قرب نبودہ اما سبب بصیرت عارف است و مرتبہ بعض بزرگان بدون کشف از صاحب کشف ہم بلندتر است۔

پوشیدہ نماند کہ دربارہ خیال دو مقولہ متقول است اول اینکه لولا الخیال لبطل المحال یعنی اگر خیال نباشد حال باطل میگردد۔ و مقولہ دوم این است کہ لولا الخیال لسترا المحال یعنی اگر خیال نباشد حال مستور میگردد۔ مقولہ اول غلط و بے معنی است زیرا کہ عدم خیال و عدم کشف سبب بطلان حال نبودہ و مقولہ دوم صحیح است۔ زیرا کہ خیال و کشف نبودہ باشد حال و عرفان نمایان نمیگردد و عارف بے بصیرت می باشد۔

تبصرہ: خیال دو نوع می باشد خیال با کشف و خیال بدون کشف قدرت خداوندی است کہ در بعض خیال ہا قرب منتقش و در بعض منتقش نمی شود۔ مصرع
ہر گل پسرا حرکات دیگر ہست

مکتوب یک صد و دہم

حضرت امام میفرماید معاملہ عارف بجائے میرسد کہ صورت پیچ معلومی دروے حصول نمی کنند آن زبان ہر ذرہ از ذرات او را شاہراہ است بہ مطلوب الخ و نیز میفرمایند چون عارف مقامات ظل را طے کردہ معاملہ را با اصل الاصل برساند این زبان علم وے کہ باشیا تعلق خواہد کرد از قید ظلمت میرا خواہد بود الخ یعنی تا وقتیکہ عارف در مقام صفات و ظلال صفات قرار دارد ممکنات را ظلال حق و مظہر حق می پندارد و زمانی کہ بذات مقدس میرسد ممکنات را ظلال حق نمیداند بلکہ صرف مصنوعات او تعالی میداند زیرا کہ عالم ظلال و مرات و مظہر صفات است نہ مظہر ذات بحت

او تعالیٰ و در این وقت مفہوم ہیچ معلوم در علم این عارف جاگزین نگردیده بلکہ دیدن ہر معلوم سبب انتقال علم اوست بمرتبہ وجوب و ہر مخلوق را مصنوع او تعالیٰ دانستہ سبب عروج او میگردد، و نازبانیکہ بذات بحت نزد این نسبت بے نصیب است بلکہ عالم را منظر و ظل خواہد دانست۔ و میفرماید در این وقت این عارف مانند زاوہ دانے گشتہ کہ ہر چہ در روی افتد مانند و بیرون خود ندارد یعنی وقتیکہ زمین را می بیند چنان می بیند کہ مصنوع او تعالیٰ است و بفکر آن نمی افتد کہ یک جسم ضخیم خاکی است و اگر آسمان را می بیند چنان می بیند کہ یک مصنوع او تعالیٰ است نہ اینکہ مفہوم او را در ذہن حاصل کردہ و بداند کہ یک جسم ضخیم فوقانی است بلکہ ہر چیز سبب عروج او گردیدہ و از مصنوع بہ صانع میرسد۔ آنچہ میفرماید این زبان حب این عارف بحب او تعالیٰ کشد و بعض او بہ بعض او سبحانہ الخ یعنی وقتیکہ عارف از اغراض شخصی خود فارغ گشتہ و مراد او مراد حق تعالیٰ بگردد۔ در این وقت حب او حب او تعالیٰ و بعض او بعض او تعالیٰ میباشد ازین جاست کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی استاذ ہند در بارہ حضرت امام میفرماید (لا یحبہ الا مومن تقی و لا یبغضہ الا منافق شقی) یعنی دوست ندارد حضرت امام را مگر مومن تقی و بعض نمیدارند حضرت امام را مگر منافق شقی۔ و نیز حضرت شاہ غلام علی دہلوی در بارہ کمال حضرت امام میفرماید کتابی در زمین و آسمان در عرفان یزدان مثل مکتوبات حضرت مجدد نیست و نیز شاہ ولی اللہ میفرماید کہ حضرت شیخ ارباب ص دورہ الف ثانی است و نیز میفرماید الحق کہ محبت حضرت شیخ محبت در وادوار و محبت لکون کائنات است۔ اے عزیز در شرق و غرب شہرے نیست کہ خلفے کرام حضرت امام آنرا منور ساختہ باشند۔ مصرع خاص کتبندہ مصلحت عام را

مکتوب یکصد و یازدم

حضرت امام میفرماید در ظاہر رنگے از مظہر الخ یعنی ظاہر عبارت از ذات مقدس او تعالیٰ و مظہر

عبارت از وجود موهوبی عارف است و وجود موهوبی یک خلعت خاص است کہ بعارف عنایت میگردد و آنرا فاضلہ صورت نیز می نامند بواسطہ اینکہ صورت بشری عارف بصورت موهوبی تبدیل یافته است و این وجود موهوبی کہ از تجلی ذات مقدس عنایت شدہ از ثباتہ عدم مبرا بودہ و در ارتعاش امکان نمی باشد و کلمہ انفعال کہ در این مکتوب شریف مذکور است عبارت از عالمیت اوتالی علم اوتالی است یعنی در این وقت متعلق علم اوتالی چیزے ست کہ از نزد ذات مقدس عنایت گردیدہ و معلوم اوتالی وجود موهوبی عارف است کہ از نزد حق سبحانہ بخشش گردیدہ است۔

آنچه میفرماید ہر چند انفعالی کہ در مقام قاب قوسین است نیرو وجود موهوبی است عنایت حق است اما بدون طلبیت نیست و از شوب عدم خالی نہ بودہ اما انفعالات مراتب ظلال خود از شوب عدم خالی نیست۔

تبصرہ: در ہر فنا وجود موهوبی بعارف عنایت می گردد در مقام ظلال صفات وجود موهوبی او از تجلی ظلال صفات و در عروج صفات ثمانیہ وجود موهوبی او از تجلیات صفات ثمانیہ می باشد و علی ہذا القیاس در شیونات و اعتبارات۔ اما این وجود موهوبی کہ از تجلیات ذاتیہ عنایت میگردد کہ در مقام اودانی است شوب عدم در آنجا وجود ندارد زیرا کہ در مرتبہ صفات راکحہ عدم را گنجایش بودہ و در تجلیات ذاتیہ گنجایش راکحہ عدم امکان پذیر نیست۔ بیت

مراد دیگر بجائے من نہ بینی چو جان آئی بجائے من نشینی

توئی از ہر دو عالم آرزویم ترا چون یافتم از خود چہ گویم

آنچه میفرماید عارف کاتب شمال خود را نمی یابد الخ یعنی در مقام اودانی اعمال کہ لایق کتابت کاتب شمال بودہ باشد وجود ندارد زیرا کہ کتابت شمال مربوط عدم بودہ و در اینجا عدم از بین رفتہ است و تجلی کہ وجود عارف است از شوب عدم خالی است آنچه میفرماید بدان کہ این تدلی بعد از تحقق باہر اودانی است الخ یعنی تدلی کہ در آئینہ کریمہ دنی فتدلی الخ مذکور است یعنی نزدیک شعاع بمنزلہ قوسین پس نزول کرد این تدلی بعد در مقام اودانی صورت میگیرد و عارفیکہ بمقام اودانی

مشرف شود تدری و نزول او نزولِ اتم است کہ مقاماتِ عروج با انجام رسیده است۔ آنچه میفرماید این زبان صورتِ قوسین ظاہر گردد الخ یعنی در مقامِ عروجِ قوسِ اول کہ قوس وجود بشری بوده فانی شدہ بود و در وقتِ نزول صورتِ آن نمایان می گردیدہ حقیقتِ آن زیرا کہ وجود بشری فانی گردیدہ مگر برای مناسبت بہ عالم وجود بشری عارف را لباس او گردانیدہ اند و قدرت را در حکمت پوشانیدہ اند تا معاملہ اختیار و آرایش ازین نزول و عارف در ظاہر بماند عوام پورہ باشند تا افادہ و استفادہ صورت گیرد۔ بیت

از درون شو آشنا و از بیرون بیگانہ و ش
این چنین زیبا روش کم می بود اندر جهان
و چون بزرگان در ظاہر بماند عوام اندازان سبب کافران میگویند ما لہذا الرسول یا کل الطعام
و ہمیشی فی الاسواق اگر کافران و یا عوام بدانند کہ باطن عارف تجلی ذات او تعالی است و ظاہر
او تجلی صفات او تعالی است و وجود بشری او یک لباس و پوشتن و جبہ اوست اگر عوام و کفار
از این حقیقت آگاہ می شوند ہرگز بہ بزرگان بی احترامی نمی نمایند کافران در بے دینی خود ادا مہ
نمی دهند و ہمہ مسلمان می شوند۔

تذکرہ: قوس ثانی عبارت از وجود مومنی بودہ کہ در وقتِ عروج مشہود و در وقتِ
نزول مستور گردیدہ است و نیز میتوان کہ قوس ثانی تعبیر از عالم و جوب بودہ باشد کہ در وقتِ نزول
از نظر غائب گردیدہ و ایمان شہوری بہ ایمان غیبی تبدیل شدہ است۔

مکتوب یکصد و دوازدم

تبصرہ: مراد حضرت امام آن است کہ صفات ثمانیہ او تعالی لاہو و لا غیرہ
می باشد اگرچہ زائد اند مگر با ذات مقدس در یک مرتبہ موجود اند و این موضوع بہ کشف صریح و
صحیح مربوط بودہ و از عقول و ادراکات بلند است عقل نمی داند کہ با وجود زیادتِ چگونه در یک مرتبہ
خواہند بود۔ و آنچه علمائے کرام برای دفع تناقض گفته اند کہ صفات ثمانیہ غیر مصطلح نبودہ و منفک

نیستند و غیر مصطلح متفک را گویند بہ توجیہ آنہا کدام ضرورتی نیست زیرا در کشف صریح معنی ہمین کہ
چنانچہ عین نیستند غیر ہم نیستند و عقل در غیب محض گمراہ محض است و تمیز عقل مربوط بہ چیزہائی
است کہ توسط حواس خمسہ با و میرسد و آن چیزیکہ دور از حواس خمسہ بودہ باشد با دراک عقل نمی گنجد
و بدان بکلید عقل کشودہ نمی گردد ازین جاست کہ گفتہ اند مصرع

عقل در شرحش چو خر در گل بود

عقل از ادراک ذات مقدس عاجز است و عقل ہم از جملہ مخلوقات اوست مخلوق عاجز از خالق
خود چہ خبر خواہد داشت۔ اگر وجود و ادراک ذات مقدس بدرک عقل گنجایش میداشت حکماء یونان
کہ در معقولات داراے ید طولی بودند ہر نمی شدند و ہمہ مومن می شدند علمائے معقول میگویند کہ
عقل در معقولات و خیال و وہم در محسوسات سیر میکند و صوفیہ کرام میفرمایند کہ چیزیکہ در این جہان
نمونہ داشتہ باشد در خیال می گنجد و چیزیکہ در این جہان نمونہ نداشتہ باشد در خیال نمی گنجد و ظلال
صفات ثنائیہ در این جہان داراے نمونہ بودہ اند چنانچہ علم ما نمونہ علم او تعالی و قدرت ما نمونہ
قدرت او تعالی است علی ہذا القیاس۔ اما ذات مقدس او تعالی در این دنیا نمونہ نداشتہ بنا بران
در ادراک و خیال نمی گنجد ازین جاست کہ سعدی شیرازی میفرماید بیت

اے برتر از خیال و قیاس گمان و ہم در ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دانستن ذات مقدس بہ تبلیغ پیغمبران موقوف است، اما کسانیکہ در این جہان از مرتبہ خیال میگززد
با دراک ذات مقدس سرفراز نمی گردند۔

مکتوب یکصد و سیزدہم

تبصرہ: حاصل این مکتوب شریف اینکہ صفات حق سبحانہ بہ صفات ممکنات مناسبت
نداشتہ و کمال تقدس مقدس اند چہ صفات ممکنات اعراض اند کہ بجواسر و موصوفات خود قیام دارند
و صفات واجبی مقوم و مثبت جوہر اند و جوہر ممکنات یک اثر صفات مقدسہ می باشند و غیر صفات

ممکنات حکم میت و مردہ دارند کہ موصوف آنها بواسطہ آنها حی و عالم است خود آنها حیات و علم ندارند
چنانچہ بصرا در دیدن زنده و در شنیدن مردہ است و سمع مادر شنیدن زنده و در دیدن مردہ است
بخلاف صفات واجبی کہ ہر صفت آن مرتبہ مقدسہ داراے کمالات صفات ثمانیہ است۔

تذکرہ: این موضوع ہم از عقول بابتندہ بودہ کہ حیات و علم بندہ سبب حیات و علم
بندہ میگردد اما خود حیات و علم داراے حیات و علم نمی باشند پس لازم است کہ انسان باموریکہ درک
آن از عقل شان بلند است در آن امور پیرو شاگردان حق تعالی کہ پیغمبران اندہ بودہ باشند و
متابعت آنها را بنمایند و عقل را مقتدی ندانند۔ بیت

نہ ہر جائے مرکب توان تا خلق کہ جاہا سپر باید انداختن

آنچہ میفرماید در اینجا اتصاف الخ یعنی در قیام عرض بگوہر و قیام صفت بموصوف اتصاف موجود
است و در قیام مصنوع بہ صانع اتصاف موجود نیست و مصنوع صفت صانع نمی باشد و نیز
در قیام صفت زیادت موجود است کہ صفت زائد بہ موصوف و غیر موصوف است و در قیام شی
بذات خود زیادت وجود ندارد۔ آنچہ میفرماید ہر گاہ وجود و وجوب الخ یعنی اتصاف و صفت و موصوف
بودن فرع وجود است و در جائے کہ وجود و وجوب نہ بودہ باشد اتصاف آنجا چہ گنجایش خواهد داشت
خلاصہ اینکہ مرتبہ ذات مقدس و صفات ثمانیہ او تعالی از عقل و تصور یا بلند تر است۔ آنچہ میفرماید
این نور اقدس بچون اگر ظہوری داشتہ باشد الخ یعنی ظہور اول و تعین اول آن مرتبہ مقدسہ تعین
وجود است کہ دائرہ حب است و حب مرکز آن دائرہ است یعنی اگر تمثال آن مرتبہ مقدسہ در مرتبہ
ثانی ظاہر گردد تعین وجود خواهد بود۔

تذکرہ: اگرچہ حضرت امام بظہور و تعین قایل نیست اما قرار اصطلاح قوم حضرت
امام ہم لفظ تعین را بربان مبارک خود آورده و قید کتابت ساختہ اند زیرا کہ بہ نزد وجودیہ
تعین صرف یک ظہور است کہ وجود ندارد و حضرت امام این مراتب را موجود ظلی و نفس امری میدانند

مکتوب یکصد و چہارم

تبصرہ: حال این مکتوب شریف اینکہ درجائے دیگر مرتبہ اجمال و تفصیل ہر کلام جداگاتہ می باشد و مقام تفصیل غیر مقام اجمال می باشد اما صفات ثنائیہ و تعالیٰ اگرچہ تفصیل کمالات ذاتیہ و تعالیٰ می باشد باز ہم مرتبہ صفات عین مرتبہ ذات مقدس است بخلاف اجمالات و تفصیلات دیگر کہ در یک مرتبہ نمی باشد و این موضوع نیز از عقل مابلند است اما بہ کشف صریح بہ ثبوت پیوستہ است و نظر کشفی کہ انعکاس علم و تعالیٰ است باین معارف تادیرہ کہ خاصہ مجرد الف است پے بردہ می تواند و اکثر دیگر اولیائے کرام ہم باین معارف رسیدہ نمیتوانند۔ آنچه میفرمایید علم واجب کہ باین صفات تعلق میگیرد الخ یعنی چون صفات از ذات مقدس جدائی نداشته علم و تعالیٰ یا آنہا علم حضوری است زیرا کہ نزد حضرت امام علم حضوری علم بہ نفس خود است نہ علم بہ صفت خود۔ آنچه میفرمایید انکشاف ذاتی دران مرتبہ الخ یعنی معلومیت صفات و تعالیٰ بذات و تعالیٰ بمنزلہ معلومیت ذات خود و تعالیٰ است۔ آنچه میفرمایید چون صفت العلم تعلق بکمالات مندرجہ ذاتیہ و تعالیٰ پیدا کند الخ

سوال: حضرت امام درجائے دیگر فرمودہ کہ ذات مقدس و تعالیٰ آنقدر بلند و برتر است کہ صفت العلم و تعالیٰ ہم بآن مرتبہ مقدسہ رسیدہ نمیتواند و آن مرتبہ مقدسہ کہ بذات و تعالیٰ معلوم است بآن علم معلوم است کہ آن علم عین ذات و تعالیٰ است نہ بہ صفت العلم و در اینجا میفرمایید کہ صفت العلم و تعالیٰ کہ کمالات ذاتیہ تعلق پیدا کند پس تطبیق این دو قول چگونه خواهد بود؟

جواب: مرتبہ ذات مقدس و تعالیٰ دیگر کمالات مندرجہ ذاتیہ دیگر است زیرا کہ کمالات ذاتیہ عبارت از شیونات و اعتبارات ذاتیہ می باشد و معلوم است کہ شیونات اعتبارات غیر ذات مقدس و تعالیٰ اند پس صفت العلم بہ کمالات ذاتیہ و تعالیٰ کہ شیونات و اعتبارات اند تعلق پیدا کردہ می تواند نہ بذات مقدس و تعالیٰ۔ آنچه میفرمایید در مرتبہ وجوب وجود ہر چند وجود

ثابت گشته است اما ظرفیت خارج و علم مرآن وجود را پیدا نشدہ کہ ظرفیت و مطروفت را
انجام حال نیست الخ یعنی اگرچہ حق سبحانہ بوجوب وجود متصف است اما علم و خارج ظرف آن وجود
شدہ نمی تواند زیرا کہ آن وجود از مرتبہ خارج و مرتبہ علم بلندتر است و هیچ نسبت در آنجا رسیده
نمی تواند و علم و خارج فرع وجود می باشند۔ آنچه میفرمایید متاخران صوفیہ علیہ گفته اند کہ صور علمیه
در خانہ علم است و بس الخ مراد حضرت امام ازین فرمایش اعتراض علیہ صوفیہ است کہ آنها علم
او تعالی را ظرف صور علمیه پنداشته اند و حالانکہ علم او تعالی ظرف هیچ چیز نمی باشد و عالمیت حق تعالی
باین طور است کہ معلوم بعلم او تعالی قیام پیدا میکند نہ اینکه علم او تعالی ظرف معلوم بوده باشد۔

تبصرہ: بہ نزد صوفیہ وجودیہ ظاہر وجود عبارت از ذات او تعالی است و باطن
وجود عبارت از صور علمیه است و آنها میگویند کہ ظاہر وجود یعنی ذات حق تعالی بمنزلہ آئینہ پورہ و
صور علمیه در آن آئینہ افتیدہ و نشان و صورت عالم نمایان شدہ است و عالم ممکنات در حقیقت
وجود ندارد و میگویند عکس زید کہ در آئینہ افتیدہ و نمایان میگردد صرف ظہور زید پورہ و در حقیقت
در آئینہ هیچ چیز وجود ندارد و بہ تدراین صوفیہ وجودیہ ممکنات بمنزلہ صورت زید است در آئینہ کہ
دارای ظہور پورہ و وجود نداشته باشند۔ و آنچه حضرت امام در کلمات عربی فرمودہ مرادشان نیز اعتراض
است علیہ صوفیہ وجودیہ۔ و میفرمایند کہ صورت ہا در علم ممکنات این جهان عبارت از نفس علم است
چنانچہ علمای معقول گفته اند کہ صورت معلومہ از حیث ہی معلوم بوده و از حیث قیام علم است
و میفرمایند کہ در غایب الخ یعنی در علم او تعالی نیز معلومات حاصل نمی گردد و علم او تعالی ظرف هیچ
معلوم نمی باشد بلکہ معلومات قیام بعلم پیدا میکند زیرا کہ علم او تعالی بسیط است کہ تعدد و تكثر
در آن وجود ندارد و اگر علم او تعالی ظرف معلومات متعدد دیگر در علم او تعالی بسیط نخواہد ماند بلکہ
متعدد خواہد شد۔ زیرا کہ صور تہاے متعدد ہر کدام شان مقتضی ظرف جداگانہ می باشد پس
در علم بسیط چگونه گنجایش پیدا خواہد کرد۔ بنا بر این مقصد حضرت امام این است کہ در علم او
تعالی ظرفیت و مطروفت نیست بلکہ قیام معلوم است بعلم۔

آنچه میفرماید عجب معامله است که ارباب معقول الخ این فرموده حضرت امام نیز اعتراض است برعلیه وجودیه که علم او تعالی را طرف اعیان ثابته دانستند. آنچه میفرماید باید دانست که این صور علمیه که از تعلق صفت العلم به کمالات مندرجه ذاتیه او تعالی الخ یعنی صور علمیه او تعالی وصفات او تعالی هر کدام شان دارای حیات و علم و غیره می باشند بخلاف صفات بندگان که نه چنان اند. آنچه میفرماید بدانکه این مرتبه مقدسه را که حضرت ذات مع صفات است تعالی در مرتبه ثانیه ظهور است الخ یعنی ذات مقدس که جامع صفات ثمانیه است ظهور اول آن مرتبه مقدس ظهور حضرت وجود است که دائره حبیب باشد و حب مرکز تعین وجود است۔

آنچه میفرماید ازین جاست که حجم غفر از صوفیه الخ یعنی چون تعین اول حضرت ذات مقدس تعین وجود است از ان سبب صوفیه آنرا عین ذات دانسته اند۔ آنچه میفرماید ثبوت این تعین اسبق ماورای علم و خارج است الخ یعنی ظهور این تعین در علم نبوده که ظهور علم تعین اول بگردود در خارج هم نیست زیرا که در خارج بدون ذات مقدس و صفات ثمانیه او تعالی هیچ چیز وجود ندارد بلکه ظهور این تعین در مرتبه نفس الامر است که ظل خارج بوده و وراے علم و خارج است۔ سوال: هیچ چیز از علم او تعالی بیرون نیست پس تعین اول چگونه بیرون از علم او تعالی تواند بود؟

جواب: مراد ازین علم صفت العلم او تعالی نبوده بلکه این کلام به طور صوفیه وجودیه است که بظهور علم قابل و از وجود خارجی صفت العلم منکراند پس معنائے فرمایش حضرت امام این است که علم ظهور اول نه بوده بلکه ظهور اول و تعین اول وجود است و تعین وجود هم در ظهور علم ظهور نکرده بلکه در نفس الامر است۔

آنچه میفرماید اول چیزیکه در مرتبه تفصیل ثبوتی پیدا کرده صفت الحیات است الخ یعنی ظهور صفت الحیات دیگر است و خود صفت الحیات دیگر یعنی در ظهور اول وجود قبل از صفات ثمانیه بطور اجمال ظهور نموده و بطور تفصیل صفت الحیات ظهور اول است که

یک جز وجود است۔

تبصرہ: بطور صوفیہ وجودیہ صفات ثمانیہ در خارج وجود نداشته بلکه در علم او تعالیٰ ظهور داشته می باشند و علم او تعالیٰ ہم بہ نزد آہنہا عبارت از عالمیت او تعالیٰ است نہ وجود صفت العلم زیرا کہ بہ نزد آہنہا صفات ثمانیہ در خارج وجود ندارند اما پوشیدہ تماند کہ این بیان حال و کشف آہنہا است نہ عقیدہ آہنہا، اما بہ نزد حضرت امام صفات ثمانیہ داراے وجود خارجی اند کہ مطابق عقیدہ علمائے اہل سنت است و صفات فعلیہ و اضافیہ تعلقات صفات قدیمیہ اند و خود صفات ثمانیہ قدیم و صفت اضافیہ حادث اند و ایجاد و تخیل ممکنات و تمام تصرفات عالم و حجب کہ در ممکنات اجرا میگردد توسط صفات اضافیہ می باشد۔ خلاصہ اینکہ بہ نزد حضرت امام صفات ثمانیہ چنانچہ وجود خارجی داشته می باشند ظہورات خارجی نیز دارند بنا بران ظہور اول بہ نزد حضرت امام ظہور وجود است کہ دائرہ حب می باشد و حب مرکز دائرہ وجود است و وجود تعین اول و ظہور اول است و ظہور ثانی ظہور صفت الحیات است و ظہور ثالث ظہور صفت العلم است و علیٰ ہذا القیاس تمام صفات ثمانیہ را قیاس بآن باید نمود کہ وجود صفات ثمانیہ دیگر و ظہورات شان دیگر است و وجود صفات ثمانیہ قدیم و ظہور آہنہا حادث است۔

آنچہ میفرماید، بعد از صفت الحیات صفت العلم است الخ یعنی ظہور اول ظہور وجود و ظہور ثانی ظہور صفت الحیات و ظہور ثالث ظہور صفت العلم است و صفت القدرت و ارادت و غیرہما بمنزلہ اجزائے صفت العلم می باشند زیرا کہ در علم حضوری اتحاد علم و عالم و معلوم است یعنی صفت العلم عین ذات مقدس شدہ می تواند اما قدرت و ارادت ہرگز قادر و مرید شدہ نمی توانند۔

آنچہ میفرماید، نزد این حقیر مبدأ تعین حضرت خلیل الخ یعنی تعین اول کہ تعین ج است مبدأ فیض حضرت خلیل و مرکز تعین اول کہ حسب است مبدأ تعین حضرت خاتم الرسل

می باشد و این تعین اول که وجود است دارای حصص زیاد است یک حصہ آن حیات و حصہ دیگر آن علم و حصہ دیگر آن قدرت و حصہ دیگر آن ارادہ و حصہ دیگر آن سمع و حصہ دیگر آن بصر و حصہ دیگر آن کلام و حصہ دیگر آن تکوین می باشد پس مبداء تعین ہر پیغمبر یک حصہ است از حصص این تعین اول وجود چنانچہ یک حصہ آن کہ علم است مبداء فیض حضرت سردار دو عالم و حضرت توح و حضرت خلیل است و حصہ دیگر آن کہ قدرت است مبداء فیض حضرت عیسیٰ و حصہ دیگر آن کہ کلام است مبداء فیض حضرت موسیٰ و حصہ دیگر آن کہ تکوین است مبداء فیض حضرت آدم می باشد۔

سوال: حضرت امام در این مکتوب شریف میفرمایند کہ حضرت روح اللہ نیز در صفت الحیات نصیبی داشتہ می باشد و درجائے دیگر مبداء فیض او را صفت القدرت نشان داده است جواب: این قریائش شان بقرائش دیگر شان متضاد نیست زیرا کہ قدرت از ظلال حیات و حیات از ظلال وجود است و مقرر است کہ برائے عارف اول تر کشف ظلال و در ثانی کشف اصول میسر میگردد و نیز در بارہ سردار دو عالم کہ مبداء فیض شان را صفت العلم دانستہ و در ثانی مبداء فیض شان را وجود و حب دانستہ است این ہم بتایر مسئلہ ظل و اصل است زیرا کہ علم ظل وجود و وجود از ظلال حب است بہ شما معلوم خواهد بود کہ برائے عارف در اول ظہور ظلال و در ثانی ظہور اصل می باشد۔

و آنچه میفرمایند جزئیات این اسمائے کلیہ مقدسہ مبادی تعینات سائر انبیاست الح یعنی صفات مذکورہ مبادی تعینات انبیاء اولو العزم بودہ و جزئیات آن مبادی انبیاء دیگر می باشد و جزئیات عبارت از افراد این صفات کلیہ است۔ آنچه میفرمایند اولیاء کہ بر قدم پیغمبری از پیغمبران اندالہ یعنی مبداء فیض اولیاء کرام جزئیات جزئیات آن کلیات اند کہ مبداء فیض انبیاء اولو العزم است یعنی در حق انبیاء دیگر کہ اولو العزم نمی باشند مبادی فیض شان خود جزئیات آن صفات می باشند و از اولیاء کرام جزئیات جزئیات

مبادی فیوض شان است و مبدأ فیض مومنان دیگر نیز جزئیات جزئیات آن صفات اند کہ این مومنان بر قدم آن پیغمبر پورہ باشند۔

تبصرہ: صفات ظلیہ عبارت از صفات ثمانیہ پورہ و جزئیات آن عبارت از تعلقات آن صفات است و جزئیات جزئیات تعلقات تعلقات است۔

سوال: معنائے قدم چہ خواہد بود و علت آن چیست کہ یک ولی و یا یک مومن دیگر کہ ولی نیست بواسطہ یک پیغمبر فیض می گیرد و ولی دیگر بواسطہ نبی دیگر؟

جواب: جواب این سوال یک مقدمہ مفصل می خواہد و تقریر آن مقدمہ ذیل ارقام می یابدر۔ بہ نزد حضرت امام بہ ثبوت پیوستہ کہ حقیقت ممکنات اعدام منقیدہ می باشند و صفات ثمانیہ و تعالیٰ در مقابل خود عبادات متقابلہ دارند۔

چنانچہ در مقابل حیات عدم حیات و در مقابل علم عدم علم و در مقابل قدرت عدم قدرت علیٰ ہذا القیاس، قرار فرمایش حضرت امام این صفات ثمانیہ در عبادات متقابلہ خود پر توان تراختہ و حقیقت ممکنات آن عبادات است کہ در مقابل این صفات ثمانیہ واقع گردیدہ است پس عارفی و یا مومن دیگر کہ حقیقت او آن عدم پورہ باشد کہ مقابل علم است آن شخص محمدی مشرب و یا ابراہیمی مشرب و یا نوحی مشرب خواہد بود زیرا کہ صفت العلم مربی این حضرات سہ گانہ می باشد اما باعتبارات مختلفہ یعنی اجمال علم و شان علم مبدأ فیض سردارِ دوعالم و تفصیل علم مبدأ فیض حضرت خلیل و برزخ اجمال و تفصیل مبدأ فیض حضرت نوح می باشد پس کسی کہ عدم او مقابل صفت العلم واقع شدہ آن شخص محمدی مشرب یا نوحی مشرب یا ابراہیمی مشرب می باشد و آن عارف و یا آن مومن دیگر کہ عدم او در مقابل صفت قدرت واقع شدہ باشد آن شخص عیسوی مشرب خواہد بود زیرا کہ صفت القدرت مربی حضرت عیسیٰ است و علیٰ ہذا القیاس۔ انچہ میفرمایند از گذشت آن شروع دائرہ ممکنات است لہٰذا یعنی در مخلوقات اول از ظهور تعین اول و در ثانی ظهور تعین دوم و در مرتبہ ثالث ظهور تعین ثالث است

و علیٰ ہذا القیاس و بعد از تمامی تعینات کہ عبارت از ظهور صفات ثمانیہ است شروع دائرہ ممکنات است۔ پوشیدہ نماں کہ صفات ثمانیہ دیگر و ظهور آن چیز دیگر است یعنی صفات ثمانیہ قدیم و ظهورات شان حادث اند۔ زیرا کہ سر دارد و عالم حب را مخلوق و حادث دانستہ است چنانچہ آنحضرت میفرماید اول چیزیکہ حق تعالیٰ ایجاد کردہ است نور من است۔

رحمان بابا میفرماید: افغانی شعر

پہ صورت کہ آخرین دے پیداشوی فمعنا کہ اولین دے ترمہ چاہ

و آن نور عبارت از حب است کہ مبداء فیض آنحضرت است۔ آنچه میفرماید از کمالات وجود و توابع وجود خود بایشان بخشیدہ الخ یعنی در وقت کہ حق سبحانہ خواست کہ عالم را ایجاد نماید بذریعہ صفت تخلیق عکس وجود خود و عکس توابع وجود خود را کہ عبارت از صفات ثمانیہ است بران عداات انداختہ آن عداات ممتوجہ را موجود گردانید۔ آنچه میفرماید بی آنکہ از اینجا چیزے جدا شود و این جا ملحق گردد الخ یعنی حق سبحانہ پر تو صفات را بعد از عداات انداختہ و از صفات ہم چیزی جدا نگردیدہ یعنی یک تجلی را بہ یک عدم انداختہ کہ مناسب تجلی علم بودہ باشد و بعدم دیگر یک تجلی دیگر انداختہ کہ مناسب تجلی قدرت بودہ باشد نہ آنکہ از قدرت و یا از علم چیزے را کم کردہ بآن عدم انداختہ باشد کلا و حاشائے چنان است زیرا کہ واجبات تغیر نہ اند بلکہ بران عداات یک تجلی انداختہ کہ مناسب وجود حق سبحانہ بودہ باشد نہ آنکہ از تجلی وجود چیزے را کم کردہ بآن عدم انداختہ باشد علیٰ ہذا القیاس۔ آنچه میفرماید مقصود از خلق افادہ العام احسان آباشان نہ تکمیل و تنمیم کمالات اسمائی و صفاتی الخ

تبصرہ: این فرمودہ حضرت امام ترددید گفتہ بعض ناقصان است۔ بعض مردم

ناقص گمان بردہ اند کہ تخلیق عالم برائے آن است کہ تجلیات صفات ثمانیہ در آہنہا ظاہر و کمالات صفات ثمانیہ ہوید اگر دیتی حق سبحانہ تعالیٰ برائے ظهور و روشن ساختن کمالات صفاتی خود بہ تخلیق عالم محتاج است تا کمالات صفاتی او تعالیٰ بواسطہ تخلیق عالم بہ ظهور برسد۔

حضرت امام میفرماید کہ حاشا وکلانہ چنان است بلکہ مقصود از تخلیق عالم انعام و احسان است بالائے شان و صفات خداوندی در ذات خود کامل بوده احتیاج بہ ظهور و منظر ندارند ان الله لغنی عن العالمین۔ بیت

من نمی خواهم کہ از مخلوق خود سودی کنم بلکہ می خواهم کہ با خلق جهان جوری کنم
و میفرماید کہ باید دانست کہ خلق این عالم در مرتبہ واقع شدہ است کہ آنرا بیچ مزاحمتی الخ
تبصرہ: این فرمودہ حضرت امام برائے وضع یک سوال دقیق است تقریر سوال
این است۔

سوال: مقرر و ثابت است کہ وجود حق سبحانہ محدود و تنہا ہی نبودہ بلکہ غیر محدود
است و حالانکہ در این مکان و مرتبہ عالم ممکنات حق سبحانہ نبودہ بلکہ ورای عالم است و
ورائیت مستلزم تحدید و تنہا ہی است؟

جواب: حضرت امام جواب میدہد کہ تخلیق این عالم در مرتبہ و ہم واقع شدہ است
نہ در خارج و معلوم است کہ موجود و ہی موجود خارجی را تحدید کردہ نمیتواند چنانچہ کہ دائرہ مہم
نقطہ جواب را تحدید کردہ نمی تواند۔ اما این و ہم و ہم متقن بودہ نہ و ہم سوفسطائی۔

آنچہ میفرماید خاتمہ حسنہ الخ مقصود حضرت امام ازین فرمایش این است کہ آنچہ از
مبادی فیوض عالم بیان شدہ است آن مبادی عبارت از مبادی موجودات و ممکنات این
جهان بودہ نہ موجودات آن جهان و وجود و تشخیص موجودات آن جهان مربوط بہ مبادی عالیہ
است و آن مبادی عالیہ بہ نزد حضرت امام کمالات ذاتیہ او تعالی اند یعنی شیونات و اعتبارات
ذاتیہ او تعالی و موجودات بہشت بآن مبادی عالیہ مربوط است و موجودات این جهان کہ از
عدم ساختہ شدہ مربوط بہ ظلال صفات ثمانیہ اند۔ و آنچہ میفرماید کہ قرب موجودات اہل بہشت
را چہ قسم بیان کنم کہ از مرتبہ مقدسہ ذات او تعالی چہ قسم نصیب و حظا دارند حضرت امام
در این فرمایش آخر خود اظہار عشق پاک خود را نمودہ و آن حظا ہای مقدسہ را تمنا بردہ است

سردار دو عالم در بارہ درج جنت فرمودہ کہ آنرا نہ چشم دیدہ است و نہ گوش شنیدہ است و نہ خطہ
قلب در آمدہ است و می داند کہ نعمتہای جنت در مقابل دیدار سراسر انوار حق سبحانہ
بیچ نسبت ندارد۔ بیت

گر عشق نبودی و غم عشق نہ بودی چندین سخن نغز کہ گفتی کہ شنیدی
عشق است کہ عاشق را بہ معشوق می رساند و عاشق را عین معشوق می گرداند یعنی در شہود
نہ در واقع۔ بیت

بسیار دیدہ ام کہ یک را دو کرد تیغ قربان تیغ عشق دو کس را یکے کند

مکتوب صد و پانزدہم

تبصرہ: جناب میرزا حسام الدین احمد از خلفائے شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ
بودہ۔ اما چون حضرت امام را از خود بزرگتر میدانستند بنا بران بحضرت امام نوشتہ است
کہ در بارہ رفتن او بہ حرمین شریفین استخارہ نمایند و حضرت امام بعد از استخارہ بجواب او
نوشتہ کہ اگر تنہا سفر نمایند بہتر است و نیز در بارہ یک نفر مرخصیکہ از حبلہ سادات کرام است
نیز طالب استخارہ شدہ بود و حضرت امام در جواب او می نویسند کہ مرضی کہ طیبیان گفتہ اند در وجوب
او بنظر نمی رسد اما یک ظلمت و تاریکی دیگر در اینجا محسوس میگردد علت آن چہ خواهد بود۔

مکتوب صد و شانزدہم

تبصرہ: معلوم می شود کہ خواجہ ابوالکلام والی کلام ولایت بودہ است
بنابران حضرت امام بوی توصیہ و میفرمایند کہ مخلوق اللہ شفقّت و مہربانی بنماید۔ زیرا کہ
مخلوق بمنزلہ عیال او تعالی می باشد و محبوب ترین مردم مدّے است کہ با ولاد خداوند احسان
می کند۔ سردار دو عالم میفرماید التعظیم لاہر اللہ والتشفیق علی خلق اللہ دو صل بزرگ سلامی است۔

مکتوب صد و ہفتم

تبصرہ: درآیہ کریمہ ان فی ذلک لذكری لمن کان لہ قلب او القی السمع وهو شہید۔ ترجمہ یعنی درتوصیہ قرآن پند و عبرت است برائے کسیکہ دارائے قلب بودہ و یا قلب او دارائے حضور بودہ باشد۔ حضرت ابوبکر واسطی گفتہ کہ پند و عبرت برائے اہل تمکین است کہ نمشاہدہ ذات مقدس رسیدہ باشند برائے اہل تلوین کہ این طائفہ بہ شعثوان انوار مشاہدہ متلاشی گردیدہ و پند گرفتہ نمی توانند۔ و ابوبکر واسطی درثانی گفتہ است کہ مشاہدہ سبب ذہول و عدم پند است و وجود حجاب سبب فہم و عبرت است، بنا بران حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ او اعتراض کردہ و میگوید کہ مشاہدہ درحق صاحبان تمکین سبب ذہول نبودہ و این قول واسطی خلاف قول اول اوست کہ گفتہ است "اہل تمکین دروقت مشاہدہ پند می گیرند" و درثانی گفتہ کہ مشاہدہ سبب ذہول است۔

حضرت امام میفرماید کہ اعتراض شیخ بالائے واسطی وارد نیست زیرا کہ قول اول واسطی تشریح آیہ کریمہ است کہ مشاہدہ برائے اہل تمکین است و قول ثانی او دربارہ کسانی دیگرست کہ ارباب تلوین بودہ باشند کہ مشاہدہ سبب ذہول و عدم فہم آنها است و ہر دو گفتار او دربارہ اہل تمکین نیست۔ حاصل کلام اینکہ ذکر و پند و عبرت دربارہ اہل تمکین ہمیشہ بودہ و برائے اہل تلوین درحین مشاہدہ ذہول بودہ و دروقت حجاب پند و عبرت است بواسطہ اینکہ آنها تاب مشاہدہ ندارند و اگر واسطی پند را خاصہ اہل تمکین می دانست و میگفت کہ برائے صاحبان تمکین ہمیشہ پند است و برائے اہل تلوین درحال احتجاب پند است و پس یعنی دروقت مشاہدہ پند گرفتہ نمی توانند اعتراض شیخ علیہ او وارد نمی گردد۔

آنچہ میفرماید والظاہر عندی الخ یعنی مراد حضرت امام این است کہ درآیہ مذکورہ

پندرہ برائے ہر دو طائفہ می باشد و مراد از اہل قلوب ارباب تلوین و مراد از شہید اہل تمکین است
 این قدر است کہ پندرہ تلوین در وقت احتجاب است و پندرہ تلوین تمکین دائمی است آنچہ
 شیخ شہاب الدین فرمودہ محل حادثہ سمع قلب است و محل مشاہدہ بصیر قلب است و فرمودہ
 کہ سمع ارباب سکر در بصرا و غائب می گردد یعنی مغلوب میشوند و پندرہ گفتم نمی توانند کسیکہ دارا
 صحو باشد مغلوب نمی گردد و بود موی موی می شنود و می شنود و شیخ شہاب الدین وجود موی موی
 را بوعای وجودی یعنی ظرف وجودی یاد کردہ و این وجود موی موی غیر وجود بشری است کہ بانوار
 مشاہدہ متلاشی میگردد و شیخ شہاب الدین گفتم کہ این وجود موی موی برائے آن شخص دادہ میشود
 کہ براہ فنا بمقام مرتبہ بقا رسیدہ باشد بعد ازین حضرات امام گفتار شیخ را ترجمہ و میفرماید مراد
 از مکالمہ مکالمہ با و تعالیٰ است و مراد از غیبت سمع در بصرا آن است کہ اہل تلوین در وقت
 مشاہدہ مغلوب گشتہ ہمیدہ نمی توانند و مراد از عدم غیبت سمع در بصرا آن است کہ اہل
 تمکین در وقت مشاہدہ مغلوب نشدہ فہم کردہ می توانند و در حق آنها ہر دو فہم و مشاہدہ
 جمع میگردد و مشاہدہ سبب ذہول و عدم شعورشان نمی گردد و کلمہ موی موی کہ در کلام شیخ
 است تعلق بکلمہ من جاز داشتہ می باشد یعنی وجود موی موی برائے کسے است کہ از مرتبہ
 فنا بمقام بقا رسیدہ باشد تا این جا ترجمہ کلام شیخ شہاب الدین بودہ بعد از ان حضرت امام
 بہ کلمہ لا یخفی علیہ شیخ اعتراض و میفرماید کہ برائے اہل تلوین مکاشفہ بودہ و مشاہدہ وجود
 ندارد و مشاہدہ برائے کسے است کہ بمرتبہ تمکین مشرف و بذات مقدس او تعالیٰ رسیدہ باشد
 و مناسب حال صاحبان تلوین مکاشفہ است زیرا کہ آنها در صفات اندوہنوز بذات مقدس
 او تعالیٰ ترسیدہ است پس اطلاق مشاہدہ در حق آنها صحت ندارد۔

آنچہ حضرت امام میفرماید کہ از کلام شیخ معلوم میشود کہ مشاہدہ در دنیا بہ بصیر قلب شدہ
 میتواند ازین گفتار شیخ اعتراض دیگر علیہ شیخ وارد میگردد و تحقیق حضرت امام آن است
 اشخاصی کہ برویت قلبی قائل اند آنها ذات مقدس را ندیدہ اند بلکہ صورت ایقان خود را

رویت و صورت موقن بہ را مرنی دانستہ اند و چون در دنیا رویت قلبی نہ بودہ باشد رویت
بصری کجا خواہد بود و صورت دیدہ شدہ آنہا صورت مثالی او تعالی ہم نمی باشد چہ حق سبحانہ
چنانچہ مثل ندارد مثال ہم ندارد بلکہ دیدہ شدہ آنہا مکشوفات بعض وجوہ و اعتبارات یعنی
تمثال ظلال صفات او تعالی است نہ تمثال ذات مقدس و صفات ثمانیہ او تعالی کہ ذات
اقدس او تعالی و صفات ہم تمثال ندارد بواسطہ اینکہ تمثال در عالم مثال بودہ و عالم مثال
یکے از مخلوقات او تعالی و محدود و تنہایی است و حق سبحانہ محدود و تنہایی نیست و تمثال
او تعالی را اگر فرض کنیم ہم محدود و تنہایی نخواہد بود۔ آنچه میفرماید ثناست خدا را کہ سلطان
خیال را بما عنایت کردہ است و خیال و کشف را آئینہ حصول کمالات گردانیدہ است اگر
خیال و کشف نمی بود درکات و یستی ہاے انفصال و درجات وصل و قرب را نمی دانستیم انہ
یعنی خیال اگر چہ سبب زیادت قرب او تعالی نیست اما سبب بصیرت عارف است کہ
مراتب قرب را تفصیل وار میدانند و ہر عارف داراے کشف تمیبا شد و بعض عرفاے کرام
صاحبان کشف اند۔ مصرع

خاص کتد بندہ مصلحت عام را

آنچه میفرماید کہ شان لطایف سیر و سلوک است و شان خیال و کشف نشان دادن درجات
سیر و سلوک است و نشان دادن خیال سبب زیادت رغبت بودہ و سیر و سلوک را بصورت
بینائی و بصیرت میگردانند و اگر خیال و کشف نہ بودہ باشد عارف در احوال خود صاحب بصیرت
نخواہد بود و بہ سبب خیال عارف از جہل خلاص و از ارباب علم میگرداند انہ ناگفتہ نمازند کہ خیال
بہ مرتبہ ذات مقدس نمی رسد و در آن وقت عارف از مرتبہ خیال بلندتر سیر میفرماید۔

تبصرہ: خیال اگر چہ واسطہ زیادت قرب نبودہ اما سبب بصیرت مقامات می گردد۔
باید دانست خیالات یکسان نبودہ بعض خیالات طرف کمالات لطائف سبوع شدہ می تواند
کمالات آنرا نشان می دہد و بعض خیالات دیگر نہ چنان است این لیاقت خیال و عدم آن تقسیم

خداوند سیت کہ مردم را دارے استعدادات و خیالات مختلف ایجاد کرده است ذلک تقدیر
العزيز العليم مصرع ہر گل پسر را حرکات دیگر است
تبصرہ: لطائف سبعہ عبارت از لطایف پنجگانہ عالم امر و نفس و عناصر است۔

مکتوب صد و ہشتر دہم

تبصرہ حضرت امام قول شیخ شہاب الدین را نقل کرده کہ گفتہ است کہ مطلع
آنست کہ در تکرار ہر آیہ کریمہ بہ شہود تمکیم یعنی بہ شہود حق مطلع گرد و ہر کلام از آیہ کریمہ منظر جلال
او تعالی بگردد حضرت امام بربخط ربانی علیہ شیخ اعتراض و میفرماید کہ ظہر عبارت از نظم
قرآن و کلام لفظی بودہ کہ معجز است و بطن تفسیر قرآن است بنا بر اندازہ صفائی فہم و "حد"
کہ در حدیث شریف ارشاد است شہود تمکیم است بصورت جلال یعنی تجلی صفائی و مطلع عبارت
از تجلی ذاتی است زیرا کہ سردار دو عالم مطلع را سوای کلام دانستہ اند پس مطلع ورای کلام است
و کلام صفت او تعالی است و شہود تمکیم دران صفت تجلی صفائی است نہ تجلی ذات مقدس و
اطلاع بذات مقدس بماورای آن مربوط است کہ از تجلی صفت گذشتہ بہ تجلی ذاتی مشرف گردد
پس وصول بذات مقدس وابستہ بہ نظم قرآنی است کہ از نظم بہ صفت الکلام و بعد از ان بذات
مقدس بپس خواهد شد پس خطوتین لازم است کہ یک خطوہ ترقی از نظم قرآن است بان صفت
و خطوہ دوم ترقی از صفت الکلام است بذات مقدس پس رسیدن بہ او تعالی مربوط بہ دو
خطوہ بودہ و از کلام شیخ یک خطوہ معلوم میگردد و عارف شعرائی نیز دو خطوہ فرمودہ است۔

آنچہ میفرماید کہ شیخ شہاب الدین حال امام جعفر صادق را بیان و کلام او را مانند کلام
شجرہ دانستہ اعتراض دیگر است بر شیخ کہ شیخ ہر دو کلام را کلام حق دانستہ است و حالانکہ نہ چنان است
زیرا کہ کلام شجرہ کلام حق سبحانہ بودہ و کلام صوفی کلام حق بنودہ بلکہ کلام بشر است اما صوفی این
فرق و امتیاز را نمی فہمد۔ آنچہ میفرماید عجب است از شیخ کہ مبالغہ کردہ در توحید و جود کہ

کلام بندہ را کلام حق دانست است و در موضوع دیگر توحیدی را بد گفته و کلام انا الحق را حکایت از قول خداوند دانسته و در صورت عدم حکایت قابل این قول را بکفر منسوب گردانیده است و در این جا کلام صوفی را کلام حق دانسته و حالانکه گفتار صوفیہ وجودیہ از غلبہ عشق پورہ و عقیدہ آہنائیت و مرادشان اتحاد کبرئیتہ مقدسہ و جوب نمی باشد بلکہ بیان حال عشقی است پس این کلام کفر نیست اما کسانی کہ بدون حال خود را بہ صوفیہ و جودیتہ مشابہت داده و بدون حال و عشق کلمات آہنا را بزبان می آرند زندق و ملحدان اند۔

و آنچه حضرت امام بہ کلمہ لا یمحی میفرماید اعتراض دیگر است بالائے شیخ کہ این بیان توحیدی حال ارباب تلوین و ارباب سکر است و حضرت امام جعفر صادق از ارباب تمکین پورہ نسبت این قول مناسب حال جناب شان نیست بلکہ مراد امام جعفر صادق دیگر است و ان اینست کہ ممکن است کہ بندہ عارف کلام او سبحانہ را بلا کیفیت و بدون حرف و صوت بشنود و آن شنیدن بگوش مربوط نہ پورہ بلکہ تمام بدن آن عارف آن کلام را بواسطہ وجود مویہی خود می شنود چنانچہ حضرت موسیٰ آن کلام بیچون را شنیدہ بود و در وقتیکہ تمام بدن عارف شنوا گردیدہ باشد سماع او موقوف بحرف و صوت نیست و کسانی کہ آنرا محال میدانند غایب را بر شاہد قیاس کردہ و عرفان ندارند پس بالائے شان لازم است کہ حال و مقام اولیائے کرام را بہ معاملہ و لیاقت خود قیاس نکنند و نیز بعض کوتاہ نظران میگویند کہ خود حرف و صوت کلام او تعالی است و لا یمحی۔ دوم کہ حضرت امام فرمودہ بیان فرق است میان کلام حق کہ بہ ذرات عالم ممکنات در روز الست صادر گردیدہ و بین کلامیکہ صوفیہ در حالات توحیدی گویند پس عجب است از شیخ شہاب الدین کہ با وجود بزرگی خود فرق دو کلام را نکرده است۔

آنچه حضرت امام میفرماید عجب تر این است کہ شیخ بعد از آن گفتہ است و قتی کہ صوفی باین حال موصوف گردد سماع او ابدی میگردد و این گفتار شیخ نیز در اے صحت نیست زیرا کہ

این صوفی در مقام تلویح است و مقام ابدی خاصه صاحب تمکین است۔ آنچه میفرماید که شهود و مشاہدہ برائے واصل می باشد و آن چیزیکہ در مرتبہ صفات است مکاشفہ نامیدہ می شود نہ مشاہدہ و مشاہدہ نصیب صاحبان تمکین است کہ بذات مقدس رسیدہ باشند پس اطلاق مشاہدہ ہم صحت ندارد۔

مکتوب صد و نوزدهم

آنچه میفرماید کہ شیخ شہاب الدین در باب نہم کتاب عوارف خود نوشتہ کہ بعض مردم منسوب بہ صوفیہ بودند و صوفی نمی باشند، آنها یک قومی است کہ بحلول قابل اندمانند قول حسین ابن منصور الحلاج و پیافہ بخداست کہ اعتقاد کنیم در حق بایزید و حلاج این معنی را و اگر بدانیم کہ مقصد آنها حکایت نیست یعنی از خداوند حکایت نمی کنند پس آنها را رد می کنیم چنانکہ گفتار نصاری را رد می کنیم، این بود ترجمہ کلام شیخ۔

حضرت امام بالائے شیخ اعتراض میفرماید کہ حکایت برار باب سکر تخصیص ندارد بلکہ یک شخص دیگر ہم بطور حکایت انا الحق گفته می تواند و کلام ارباب سکر بیان حائل می باشد نہ عقیدہ۔ و کلام آنها بیان حال است و هیچ اعتراض بالائے کلام حلاج وارد نمی گردد و میفرماید کہ ظاہر عبارت شیخ آن است کہ اگر کلام آنها بر حکایت محمول نشود حلول خواهد بود و حالانکہ کلام آنها مثبت حلول نبوده و بیان حال است و جائز است کہ بندہ این قول را در غلبات توحید بگوید و ثابۃ حلول و اتحاد داشته باشد بلکہ بیان یک حال بوده باشد و آن قول شیخ کہ گفته کہ بعض آنها نظر خود را بہ مستحقات و زیار و یان مفید میدانند نشان حلول است۔ حضرت امام میفرماید عجیب است از شیخ بزرگ کہ این عبارات صوفیہ را مثبت حلول و اتحاد میدانند و حالانکہ این عبارات صوفیہ مثبت ظهور است و ظهور سوائے حلول است۔ آنچه میفرماید اگر کمالات و جوبیہ در آئینہ ہائے عدم ظاہر شود اتحاد را پیدا نمیگرد

جائز است کہ شہود کمالات خداوندی در آئینہ ہائے امکانی ظاہر گردد و این شہود و ظہور مثبت
 حلول آن کمالات نہ بودہ بلکہ مثبت ظہور آن کمالات است در آئینہ ہائے امکان اگرچہ
 تجویز کنندہ آن صاحب کمال نبودہ بلکہ صاحب نقصان است، اما بحلول و اتحاد قابل
 نیست و قول او کفر نیست۔

مکتوب ۱۲۰ حاجت بہ تشریح نیست۔

مکتوب دست ویم

تبصرہ: حضرت امام در مکتوب ۸۷ ہمیں دفتر مکتوبات قدسی آیات سیر خود را سیر
 مرادی دانستہ و حیر ہائے نادرہ دیگر کہ مخصوص کمالات مجدی بودہ در اینجا نوشتہ بعض کوتاہ فکران
 و بے نشان بہ بعض کلمات عالیہ حضرت ایشان اعتراض کردہ اند۔

اعتراض اول اینکه: حضرت امام سیر خود را سیر مرادی گفتہ در مقابل این اعتراض
 جواب حضرت امام در خود این مکتوب شریف و ضاحت کامل دارد کہ سیر مرادی بہ وجدان
 صاحب سیر تعلق داشتہ می باشد و مردم دیگر از فہم آن عاجز اند۔

اعتراض دوم اینکه: اجتناب خاصہ حضرات انبیاء عظام است پس حضرت امام خود
 را چرا محبتی دانستہ است بمقابل این اعتراض حضرت امام جواب دادہ است کہ اجتناب بالاصا
 خاصہ حضرات انبیاء عظام بودہ و اجتناب تبعیت در حق دیگران نیز ثابت است۔

اعتراض سوم اینکه: حضرت امام گفتہ است کہ در اخذ فیض من ہیچ واسطہ موجود
 نیست و سر دارد و عالم را واسطہ فیض خود دانستہ اند در مقابل این اعتراض حضرت امام
 جواب دادہ است کہ توسط سر دارد و عالم داراے دو معنی است معنی اول عبارت از تعمیل
 و متابعت شریعت سر دارد و عالم است بمعناے دوم اینکه بواسطہ او فیض گرفتہ شود متابعت
 بمعناے اول بالائے ہر کس از عرفاے خرد تا بزرگ تا بقیام قیامت فرض و لازمی است

اما متابعت بمعناے دوم تا وقتے است کہ عارف بواسطہ متابعت و محبت مفراط بہ حقیقت محمدی نہ رسیدہ باشد و بعد از رسیدن بان حقیقت عارف می تواند کہ بدون واسطہ سرار دہ عالم از عالم وجوب اخذ فیض نماید و این ہم از برکت کمال و مرتبہ آنحضرت است کہ خادمان خاص او بدون وساطت آنحضرت فیض گرفتہ می توانند۔ و آنچه فرمودہ خدا را بان سبب دوست دارم کہ رب محمد است۔ این فرمودہ در وقت ثنائی الرسول است و اظهار عشق است نہ عقیدہ و نیز حضرت امام میفرماید در طریق جذبہ واسطہ نیست۔ حضرت امام میفرماید در طریق جذبہ کہ از طرف حق سبحانہ است واسطہ وجود ندارد و جذبہ خداوندی متکفل وصول عارف است اما آن جذبہ ہم در متابعتان شریعت آنحضرت است مخالفین شریعت مقدس داراے جذبہ نمی باشند۔ آنچه میفرماید ہر ظل را با اصل خود شہرہ ہست الخ یعنی ممکنات ظلال صفات او تعالی بوده و صفات اصول عارف است و قتیکہ عارف بہ اصول خود برسد آن اصل چوں صفت خداوندی است ناچار بہ مسمی آن اسما و صفات می رسد و در آن وقت واسطہ در بین نمی باشد۔ آنچه میفرماید اگر ہزاران ریاضات الخ یعنی جذبہ برائے متابعتان شریعت مقدس است و بس۔ آنچه میفرماید جذبہ را از سلوک چارہ نیست الخ یعنی صاحب جذبہ مراعات مقامات عشرہ را باید کرد ورنہ جذبہ او ابراست۔

تبصرہ: اولیائے کرام دو نوع اند مرادان و مریدان و محبوبان و محبین، جذبہ محبوبان و مرادان بہ سلوک شان مقدم است و در سیر فی الاشیاء دست میدہد و جذبہ مریدان و محبین بعد از سلوک است کہ در سیر فی اللہ دست میدہد۔

طرق مشائخ ہم دو قسم است: در طریقہ نقشبندیہ جذبہ بر سلوک مقدم است و در طرق دیگر سلوک شان بر جذبہ شان مقدم است و طریقہ نقشبندیہ شریف طریقہ مرادان و محبوبان است و سیر محبان این طریقہ نیز بطور سیر محبوبان است۔

اعتراض دیگرانکہ: حضرت امام خود را اویسی گفتہ است و حالانکہ مرید شیخ المشائخ

می باشد در مقابل این اعتراض جواب حضرت امام در خود این مکتوب شریف در متن کتاب موجود است۔

تبصرہ: اولیائے کرام سے نوع اند: کسی وایسی وفضل۔

(۱) کسی محتاج بہ توجہ مرشد حیات می باشد۔

(۲) وایسی بہ تربیت بزرگان اموات تربیہ می شوند۔

(۳) فضلی صرف بہ فضل او تعالیٰ می رسد بہ تربیہ مرشد زنده و مرده احتیاج ندارد۔

حضرت خواجہ بزرگ میفرماید یک جذبہ خداوند موافق عمل الثقلین است۔

تبصرہ: از امکان دور نیست کہ یک شخص ہم کسی و ہم وایسی و ہم فضلی بود

باشد چنانچہ حضرت امام کہ کمالات ابتدائی شان مربوط بہ توجہ شیخ المشایخ بوده و

بعض مقامات را بہ توجہ اولیائے اموات سیر کرده اند و کمالات انتہائی شان کہ از ادراک

اکثر اولیائے کرام بلندتر است مربوط بہ صرف فضل و موهبت خداوندی است و قربی

است کہ در خطور اکثر بزرگان نمی گنجد۔

لے عزیز! تجدید یک الف کار ہر عارف نبودہ عالمی عارفی تام المعرفت در کار

است میدانید کہ اکثر ولایات ربیع مسکون از خلفائے حضرت منور ساختہ اند۔

اعتراض دیگر اینکه: حضرت امام نام پیر خود را بہ احترامانہ یاد کردہ است در مقابل

این اعتراض حضرت امام جواب دادہ است کہ مراد من معنای اصنافی بودہ نہ معنای علمی و

معلوم است کہ مرشد من بندہ خداے باقی است۔

اعتراض دیگر اینکه: ارباب صحوچین کلمات بنی گویند در مقابل این اعتراض

حضرت امام جواب می دہد کہ صاحبان صحوچین را سکر خالی نمی باشد و صحوخالص خاصہ عوام

است و صحوکہ بعد از سکر است بدون مزج سکر بنی باشد۔

ز

مکتوب صد لست دوم

حضرت امام میفرماید: وصول بہ مطلوب احدی را بدون توسط او علیہ الصلوٰۃ والسلام

بیسر نیست الخ

سوال: این قرابایش حضرت امام مخالف محتویات مکتوب ۱۲۱ است کہ فرمودہ اند بدون واسطہ آنحضرت نیز اخذ فیض می شود؟

جواب: وصول بحق تعالیٰ مربوط بہ متابعت شریعت اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام

وفیض گرفتن بعد از وصول امر دیگر است فلا تکن من القاصرین۔

آنچه میفرماید اصل را بر ظل تفوق است الخ یعنی حضرت سر دارد و عالم اصل بوده و حقایق دیگران ظل آن حقیقت است۔ آنچه میفرماید آنچه در آخر کار بہ فقیر بکثوف گشتہ است کہ حب تعین اول است و تعین وجودی دائرہ حب بوده و حب مرکز آن است۔

آنچه میفرماید آن دو تعین باعتبار ذات است الخ یعنی ظهور حب و وجود ظهور ذات مقدس او تعالیٰ و ظهور علم اجمالی ظهور صفت است بتا بران ظهور علم تحت آن ظهورات است۔ آنچه میفرماید حقیقت شی الخ یعنی حقیقت سر دارد و عالم حب بوده و آنحضرت منظر حب است کہ بسیار بلند و ظهور اول است و مقرر صوفیہ است ہر چند کہ عروج بلند تر بوده باشد نزول پائین تری باشد۔ خلاصہ اینکہ وصول بآن حقیقت بلند بیک آن و یک دم بیسرنمی گردد یعنی وصول بآن حقیقت بلند بہ تدریج میسر میگردد۔ چنانچہ قبلا تذکار یافتہ است کہ وصول اجمالی دیگر و وصول تفصیلی دیگر است۔ وصول تفصیلی بعد از حصول مقام خلوت است و وصول اجمالی قبل از آن حاصل بوده۔

آنچه میفرماید اگر فرق است بہ کلیت و جزئیت است الخ یعنی حقیقت اسرافیل علیہ السلام یک جز حقیقت محمدی بوده و آن جز عبارت از حیات است و حیات حقیقت اسرافیل است۔

تبصرہ: حیات و علم و قدرت ہمہ اجزائے تعین اول اندکہ عبارت از عجب و وجود است و مراد بحیات ظہور صفت حیات است نہ خود صفت حیات زیرا کہ صفات ثمانیہ در مرتبہ وجوب و تعینات در جملہ مخلوقات است و ظہور اول مخلوقات و ظہورات ظہور حب می باشد۔

آنچه میفرماید، فضیلت آہتا نیز در رنگ افضلیت او علیہ السلام الخ یعنی فضیلت حضرت خلیفہ اول و خلیفہ دوم بہ نسبت از واج مہرات بیشتر است و سرور و فرحت آہتا در جنت ہائے خود از فرحت از واج مہرات بیشتر است۔ آنچه میفرماید این علم ظلیت عالم سالک را در راہ بسیار بہ کاری آید الخ یعنی وقتیکہ سالک خود را ظل آن اصل می داند بآن اصل زود ترمی رسد و خیال ظلیت سبب عروج او می گردد۔

آنچه میفرماید، باموت درجہ شہادت الخ یعنی سر دارد و عالم با درجہ نبوت درجہ شہادت ہم یافتہ اند چنانچہ وفات شان از اثر نہ ہر آن گوسفند مسموم بودہ کہ در خیبر از گوشت آن گوسفند صرف نمودہ بودند۔

آنچه میفرماید، این وجود کہ در طرف ممکن کائن است الخ یعنی وجود موسوی بیکہ بعارف عنایت گردیدہ از جملہ ممکنات است و ظل آن وجود است کہ در مرتبہ وجوب است نہ عین آن۔ آنچه میفرماید، نہ ارتفاع ماسوی الخ یعنی در وقت فنا علم ماسوی از بین می رود و خود ماسوی معدوم نمی گردد و صفات ردیہ مغلوب صفات حمیدہ می گردد و از پنج و بن کنندہ نمی شود ازین جاست کہ حضرت فاروقی می فرماید کہ صفات شدیدہ من از بین رفتہ بلکہ مغلوب صفات حسنہ گردیدہ اند۔

آنچه میفرماید عجب معاملہ است عارف ہر چہ دیر یا لا ترمی رود خود را پائین ترمی بیند الخ یعنی در روشنی زیاد کدورت کم ہم بسیار معلوم می گردد و نیز در مقابل قدسیت مراتب وجوب ہمہ چیز ہا کدر معلوم می گردد۔

انچہ میفرماید بہ دخان متحقق گشتہ الخ یعنی تجلیات و جوب نسبت بذات مقدس بمنزلہ دخان است نسبت بہ آتش چون سالک بانتهائے تجلیات برسد کہ تجلی دیگر درین نماندہ باشد ناچار بمنزلہ دخان گردیدہ و درین دود و آتش حجاب نمی ماند باقی ماندہ رویت حق سبحانہ کہ دارائے شرائط زیاد می باشد چنانچہ زوال حجب از شرائط رویت است رفع موانع نیز از شرائط رویت است و ضعف بصیرت انسان مانع رویت بودہ چنانچہ درین ما و آفتاب هیچ حجاب نیست اما بواسطہ ضعف بصر و ضعف دید چشمہ خود قرص آفتاب را دیدہ نمی توانیم۔

خلاصہ اینکہ ابعاد از رفع حجاب ہم رویت مشکل بودہ زیرا کہ موانع کہ ضعف بصیرت است موجود است۔

آنچہ میفرماید عجز از معرفت چه صورت دارد الخ از فرمایشات حضرت امام معلوم میشود کہ در حق بعضی بزرگان در این جهان ہم رویت هست و آن فرمایشات شان ہم نقیض عجز معرفت نیست چنانچہ من جبہ شمارامی بینم کہ در بدن شماست اما نمی دانم کہ چشم است یا ابر چشم پس در صورت رویت ہم احاطہ و ادراک موجود نیست و رویت موجود است پس عجز ہم موجود است۔ پوشیدہ نماند کہ احاطہ و رویت بوجد حق سبحانہ امکان پذیر نیست از فرمایشات حضرت امام استنباط می گردد کہ ادراک در حق بعضی بزرگان حقیقت داشتہ و آنہا با ادراک ذات مقدس او تعالی مشرف می شوند ولی ادراک شان محیط ذات مقدس او تعالی شدہ نمی تواند۔ ولا یحیطون بہ علما۔

مکتوب صد و بیست و سوم

حاصل مکتوب شریف اینکہ در راہ قرب نبوت واسطہ نیست ہر کہ بآن راہ وصل شود بدون واسطہ فیض گرفتہ می تواند و اصلا ان این راہ انبیاء عظام و اصحاب کبار اند

واقف قلیل از اولیائے کرام نیز بہ تبعیت حضرات انبیاء باین راہ واصل و باین کمال مشرف
شده می توانند چنانچہ حضرت امام و بعض از اولیائے بزرگ دیگر۔

تبصرہ: جذبہ متعارفہ کہ در راہ ثانی است عبارت از جذبہ مقامات ظلیہ است
کہ با ولیائے ولایت ظلی و صاحبان ولایت صغری دست می دهد و اجنبائے حضرات انبیای
عظام و جذبہ ولایت کبری چیز دیگر است۔

و آنچه در آخر مکتوب شریف می فرمایند رواست کہ شخصی از راہ قرب ولایت بقرب
نبوت برسد چنانچہ حضرت امام کہ بعد از حصول قرب ولایت بقرب نبوت رسیده اند
اما صحابہ کرام از ابتدا بر اہ قرب نبوت رفته اند۔

مکتوب صد بست و چہام

حاصل این مکتوب شریف اینکہ حقیقت کعبہ بر حقیقت محمدی بہتری دارد۔

تبصرہ: حقیقت کعبہ اگرچہ بہ نسبت حقیقت محمدی برتر است اما از حقیقت احمدی
پایین تر است۔ حضرت عروۃ الوثقی در دفتر اول مکتوبات خود میفرماید کہ حضرت امام کہ در این
مکتوب شریف حقیقت کعبہ را ذات بیچون واجب الوجود دانستہ اند مرادشان ذات بیچون
واجب الوجود ذات بحت نبودہ بلکہ مرادشان وصف مسجودیت و شان مسجودیت است۔
و نیز فرمودہ اند کہ زینہ اول مرعوجات سردار دو عالم را حقیقت کعبہ است و نیز کعبہ از حقیقت
خود بالاتر عروج نداشته و عروجات سردار دو عالم کہ فوق حقیقت کعبہ بودہ غیر متناہی است۔
و نیز فرمودہ کہ فوقیت حقیقت کعبہ سبب فضیلت نیست۔ نمی بینی کہ حقیقت ولایت ملائکہ
کہ بشیونات ذاتیہ متعلق است از ولایت انبیائے عظام کہ بصفات مربوط است بلندتر
بودہ اما فضیلت مرانبیائے عظام راست۔

و حضرت امام نیز در مکتوبات دیگر خود حقیقت کعبہ را زینہ اول عروجات آنحضرت

فرمودہ اند و اللہ اعلم۔ و نیز حضرت امام در مکتوب ۷۶ این حصہ فرمودہ اند چون کمال فضل و غنایت خداوندی جل سلطانہ عارفی را اندہ تر از ان بوصول این دولت مشرف سازد و بقائے و بقای در این موطن سرفراز تر باید تواند کہ بقای این نور یعنی نور کعبہ یافتہ از فوق و فوق الفوق حظ وافر در یاد الخ یعنی در این جافوق عبارت از حقیقت قرآن و فوق الفوق عبارت از حقیقت صلوة می باشد پس وقتیکہ عارف از حقیقت کعبہ بالا تر عروج می نماید ازین جا قیاس باید نمود عروجات سردار دو عالم کہ از حقیقت کعبہ بکدام اندازہ برتر خواهد بود۔

سوال: حضرت امام در مکتوب فرمودہ آنچه علما گفتہ اند کہ حرم مدینہ فوق حرم کعبہ معظمہ است مرادشان زمین مسجد حرم مکہ خواہد بود نہ خود کعبہ معظمہ؟

جواب: جواب این سوال بدو مقدمہ مربوط است و آن مقدمہ این است۔
مقدمہ اول: ہر مقام دارائے ظل و اصل می باشد چنانچہ ظل حقیقت کعبہ یک شانے است کہ فوق شان العلم است و اصل حقیقت کعبہ ظهور تنزیہ صرف او تعالی است ہم چنان ظل حقیقت سردار دو عالم شان العلم و اصل حقیقت سردار دو عالم یک سر ذات مقدس است کہ در مرکز جمال ذاتی گذاشتہ شدہ است۔

و مقدمہ دیگر اینکہ مقرر است کہ برائے عارف اول کشف ظلال حقایق بودہ و در ثانی بہ کشف اصول آن حقایق می رسد پس در ان مکتوب کہ حضرت امام حقیقت کعبہ را افضل دانستہ اند در آن وقت عروج شان باصل حقیقت سردار دو عالم ترسیدہ بود و نیز علمائے کرام گفتہ اند زمین کہ متصل ذات مبارک سردار دو عالم است بہ نسبت عرش و کعبہ افضل است۔

سوال: این مکتوب بیان اخیر حضرت امام است کہ در این وقت ترقیات حضرت امام بانہار رسیدہ بود۔

جواب: ترتیب صدور مکتوبات و ترتیب جمع آن مترتب واقع نشده است بلکہ این طور بسیار است کہ مکتوب قبل در بعد و مکتوبی بعدی در قبل جمع آوری گردیده است چنانچہ احوالیکہ در صحبت شیخ المشائخ خواجہ صاحب بحضرت امام دست داده اند در حصہ پنجم و احوالیکہ بہ مقتضی استعداد بلند حضرت امام دست داده حصہ چہارم تحریر شدہ است۔

شرح حصہ نہم در ہمیں جا فائزہ یافت

وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و بارک و سلم علیہ

و علی آلہ و اصحابہ و علینا معہم

اجمعین

ۛ



217

شَرِیْہ

مکتوبات قدسوی آیات

عربی حکایتیں اور کتب مقدسہ

مکتوبہ

شارح مولوی نصر اللہ